

فتح المتعال في ملاح النعال

فضائل العليين حضور

صلوات
عليهم
وسلم



ترجمہ
مفتی محمد خان قادری
علامہ محمد عباس رضوی

تصنیف
امام احمد المقرئ التمسانی
۱۰۴۱ھ - ۹۹۲ھ

کاروان اسلام پبلیکیشنز

فتح المتعال فی مدح النعال

فضائل اعدین حضور ﷺ

تصحیف
امام احمد المقرئ التمسانی
۱۰۴۱ھ - ۱۰۹۲ھ

ترجمہ
مفتی محمد خان قادری
علامہ محمد عباس رضوی

کاروان اسلام پبلیکیشنز

205 - جامعہ رحمانیہ شادمان 1 لاہور (پاکستان)

☎ : 092 - 42 - 7580004, 7594003

نام کتاب فتح المتعال فی مدح المتعال
 تصنیف امام احمد المقری تلمسانی رحمہ اللہ تعالیٰ
 نام ترجمہ فضائل نعلین حضور ﷺ
 مترجم مفتی محمد خان قادری، علامہ محمد عباس رضوی
 باہتمام ملک محمد محبوب الرسول قادری
 خطاطی سید قمر الحسن ضیغم قادری
 اشاعت اول جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۵ء
 بار چہارم ستمبر ۲۰۰۲ء
 ناشر کاروان اسلام ۲۰۵ شادمان - ۱ - لاہور
 فون: 7594003-7580004
 ہدیہ ۱۵ روپے

ملنے کے پتے

- ☆ فرید بک شال - اردو بازار لاہور - ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز - لاہور کراچی
- ☆ مکتبہ رضویہ، دربار مارکیٹ لاہور - ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت، سستا ہوٹل، دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ مکتبہ جمال کرم، سستا ہوٹل، دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ غوثیہ، ہنری منڈی کراچی -
- ☆ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ - ☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور -
- ☆ مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ لاہور -

الافہذا

ہم یہ ترجمہ حضور علیہ السلام کے دو صحابہ — امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

● حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاصف النعل (حضور کے نعل کا ننھنے والے) ہونے کا شرف حاصل ہے۔

● جبکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین (حضور کے نعلین اٹھانے والے) ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

مسند احمد ابو یعلیٰ، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو معافی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابوبکر ہیں فرمایا نہیں۔ کسی نے کہا وہ حضرت عمر ہیں۔ فرمایا نہیں۔ اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل (حضرت علی) ہی کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کائنات میں یہ شرف حاصل ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں نعلین اتار کر بیٹھتے تو یہ نعلین کو ایک چمڑے کے تھیلے میں بڑی محبت سے سنبھال کر اپنے سینے سے لگا کر بیٹھ جاتے جیسے ہی مجلس برخاست ہوتی نعلین پیش کر دیتے بعض اوقات نعلین پہناتے بھی تھے۔

اللہم تعالیٰ ان خدام نعلین رسول کے صدقہ سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں حضور علیہ السلام کے نعلین کا سایہ رحمت عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نعلِ پاكِ حضور

تصنيف

امام ابوالحسن عبد الصمد بن عبد الوهاب عساکر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

205- جامعہ رحمانیہ شادمان 1 لاہور (پاکستان)

☎ : 092 - 42 - 7580004, 7594003

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	الاحدء	۳
۲	پیش لفظ	۲۱
۳	خواجہ گوہر الدین احمد اویسی کا تذکرہ	۲۲
۴	خواجہ صاحب کے ملفوظات	"
۵	حاضری کا پروگرام	۲۳
۶	حضرت طانوخ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری	۲۴
۷	الحاج خواجہ محمد یوسف گوہر سے ملاقات	"
۸	اویس وقت کی بارگاہ میں حاضری	"
۹	لاٹیری ضرور دیکھتی ہے	۲۵
۱۰	فہرست کتب میں دو نئے نام	۲۶
۱۱	علامہ عبدالحیٰ نکھوی کے آٹھ رسائل کا تذکرہ	"
۱۲	ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے	۲۷
۱۳	اشاعت کا انتظام	۲۸
۱۴	ہدیہ شکر و امتنان	۲۹
۱۵	حالات مصنف کتاب	۳۰
۱۶	المقری ایک قریہ کی طرف نسبت ہے	۳۱

۳۱	۱۷ علم میں مقام
"	۱۸ تلمسان سے فاس
"	۱۹ مصر میں اقامت
"	۲۰ حرمین شریفین کی حاضری
۳۳	۲۱ خوش تر آں شہرے کہ در آنجا دلبراست
۳۴	۲۲ اپنے آقا کے حضور
۳۶	۲۳ میں بھول گیا نقش و نگارِ رخِ زیبا
"	۲۴ الوداع کے وقت کیفیت
"	۲۵ مصر سے دمشق کا سفر
۳۷	۲۶ درسِ بخاری میں ہزار طالبہ کی شرکت
۳۸	۲۷ تصانیف
"	۲۸ وصال
۳۹	۲۹ زیرِ مطالعہ کتاب کا تعارف
۴۱	۳۰ امامِ نبھانی اور کتاب کا اختصار
۴۳	۳۱ مضموع پر لکھی جانے والی دیگر کتب
۴۵	۳۲ ابتدائیہ کتاب
۴۸	۳۳ سببِ تالیف
۵۱	۳۴ ترتیبِ کتاب
۵۲	۳۵ مقدمہ
۵۵	۳۶ نفل کا معنی
۵۷	۳۷ شیخ ابن سمن کے کلام کی تشریح

۵۷	۳۸ امام فخر الدین رازی اور ایک صوفی کا قول
۶۱	۳۹ ابن اثیر کا موقف اور اس کا رد
۶۳	۴۰ قول ابن اثیر کا محل
۶۵	۴۱ فائدہ در استعمال کا د
۶۷	۴۲ میں چار بیٹوں کے کھو جانے پر نہ رویا مگر.....
۶۹	۴۳ قبال النعل کا معنی
۷۰	۴۴ ابن عساکر کا رد
"	۴۵ لفظ شراک کی تحقیق
۷۱	۴۶ لفظ شسح کی تحقیق
۷۲	۴۷ مجھے ممتاز رہنا پسند نہیں
۷۳	۴۸ لفظ " اثرہ " کی تحقیق
۷۴	۴۹ چار اہم فوائد
۷۸	باب اول
۷۹	۵۰ نعلین مبارک اور احادیث
۸۳	۵۱ شیخ سراج بلقینی کی گفتگو
۸۶	۵۲ لفظ سبتیہ کی تحقیق
۸۸	۵۳ شرح ہمزہ میں امام ابن حجر کی گفتگو
۹۳	۵۴ شیخ عصام کی گفتگو اور اس کا رد
۹۴	۵۵ سبتیہ جوتا پہننا جائز ہے
۹۵	۵۶ قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا کیسا ہے؟

۹۹	۵۷ جوتوں پر مسح جائز نہیں
۱۰۱	۵۸ نعلین میں نماز پڑھنا
۱۰۳	۵۹ جوتوں میں نماز پڑھنے کے حجاز اور عدم حجاز پر بحث
۱۰۴	۶۰ مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے خارج ہونے کا بہتر طریقہ
۱۰۵	۶۱ جوتا کہاں رکھا جائے !
۱۰۷	۶۲ جوتا خود گانٹھتا
۱۰۹	۶۳ آپ کے جسم کی نظافت
۱۱۷	۶۴ وحی اور حضرت عمرؓ کی رائے میں موافقت
۱۱۹	۶۵ موافقات عمرؓ کی کل تعداد
۱۲۰	۶۶ امام سیوطی اور موافقات عمرؓ
۱۲۲	۶۷ ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت
۱۲۷	۶۸ اہل ظواہر کی مخالفت اجماع سے مانع نہیں
۱۳۲	۶۹ جوتا پہننے کا مسنون طریقہ
۱۳۸	۷۰ بالوں کو ہر وقت کنگھی کرنے کی ممانعت
۱۴۲	۷۱ راوی حدیث ربیع بن صبیح
۱۴۶	۷۲ دو اہم فوائد
۱۴۷	۷۳ مسجد حرام میں سب سے افضل مقام ابراہیم ہے
۱۴۷	۷۴ طواف کرنے والے کا کعبہ کو بائیں جانب رکھنے کی حکمت
۱۵۳	۷۵ نعلین مقدس کے دو زمام
۱۵۶	تمتات
۱۵۷	۷۶ تمہ اول

۱۵۷	۷۷ زرد رنگ کی فضیلت
۱۶۰	۷۸ تتمہ ثانیہ
۰	۷۹ نعلین مبارک کس چمڑے کی تھیں؟
۱۶۱	۸۰ تتمہ ثالثہ
۰	۸۱ نعلین مبارک کی ہئیت
۱۶۶	۸۲ تتمہ رابعہ
۱۶۶	۸۳ افضل عمل کون سا ہے؟
۱۶۸	۸۴ اعتدال کی راہ
۰	۸۵ میجر کب ہوگا؟
۱۷۰	۸۶ بیٹھ کر بات کرتے ہوئے جوتا اتارنا
۱۷۱	۸۷ حضرت عبداللہ ابن مسعود صاحب النعلین ہیں
۱۷۲	۸۸ کھڑے ہو کر جوتا پہننا
۱۷۶	۸۹ کھانا کھاتے وقت جوتا اتارنا
۱۷۷	۹۰ چیز خریدتے وقت عمدہ اور نئی خریدنا
۱۷۸	۹۱ کارِ خیر کی طرف ننگے پاؤں چلنا
۱۷۸	۹۲ تلی کے بڑھنے کا علاج
۱۸۰	۹۳ موزوں پر مسح
۱۸۵	۹۴ تحقیق نجاشی
۱۸۶	۹۵ ایک عظیم معجزہ
۱۸۶	۹۶ بغیر مچاڑے موزہ پہننا منع ہے

باب ثانی

۹۸ نقشِ نعلین اور ائمہ مغرب

۹۹ نقشِ نعلین اور ائمہ مشرق

۱۰۰ اس کا کوئی سبب ہے ؟

۱۰۱ ابوالحسین عبدالرحمن المعروف بابن ابی الحدید کا تعارف

۱۰۲ نقشِ پاک کے منکرین

۱۰۳ نقشِ نعل بنانے والے علماء محدثین

۱۰۴ نقشِ نعلین کی پہلی تصویر

۱۰۵ نعلِ مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی ؟

۱۰۶ حضرت ام کلثوم کا عقد عبداللہ سے ہوا

۱۰۷ نقشِ نعلین کی سند

۱۰۸ دوسری سند

۱۰۹ تیسری سند

۱۱۰ چوتھی سند

۱۱۱ ابن عساکر کے تصویر والے نسخہ کی سند

۱۱۲ امام سخاوی تک مؤلف کی سند

۱۱۳ ایک اور سند

۱۱۴ کاغذ پر نقشِ نعل پر اعتراضات کا تجزیہ

۱۱۵ ورق یا چمڑے پر نقشِ نعل

۲۱۵	۱۱۶	نقوش میں اختلافات کی وجوہات
۲۱۶	۱۱۷	مقصود بالذات آپ کی ذات اقدس ہے
۲۱۷	۱۱۸	دوسری مثال مبارک
۲۱۸	۱۱۹	تعلیم شریف کا طول و عرض
۲۲۲	۱۲۰	چار میں سے پہلی مثال
"	۱۲۱	شیخ الکلاعی کا تعارف
۲۲۳	۱۲۲	دوسری مثال مبارک
"	۱۲۳	تیسری مثال مبارک
۲۲۴	۱۲۴	چوتھی مثال مبارک

باب ثالث

۲۲۵	۱۲۵	درد کافی انخور ختم ہو جانا
۲۲۶	۱۲۶	خزینہ برکات و دافع بلیات
"	۱۲۷	نظر بد اور جادو سے نجات
"	۱۲۸	زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ
"	۱۲۹	حفظ دامان کی ضمانت
۲۲۷	۱۳۰	ضمانت ریات (مفتی و فاس شیخ محمد قسار القیسی کا واقعہ)
۲۲۸	۱۳۱	وقار و عزت کا حصول
۲۲۹	۱۳۲	ہر دکھ درد کی دوا یہ ہے
"	۱۳۳	پلکوں سے ان کو بہار اکروں میں
"	۱۳۴	برکت سے جس کی سیغیہ پار ہوتے ہیں

۲۵۱	۱۳۵ اگل سے نجات
۲۵۲	۱۳۶ شفا کے بیماریاں
"	۱۳۷ ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کی ضمانت
۲۵۳	۱۳۸ برکتِ نقش اور بچھو کی موت
۲۵۴	۱۳۹ سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہرِ محبوب کا چٹکھا
"	۱۴۰ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کی ٹھنڈک
۲۵۷	۱۴۱ امام نوذری
"	۱۴۲ ہم تو کیا پتھر بھی قائل ہیں عظمتِ رسولؐ کے
"	۱۴۳ کروں تیرے نام پہ جاں فدا
۲۵۸	۱۴۴ بابرکت اشیاء کو بوسہ دینا
۲۵۹	۱۴۵ حضرت ابوہریرہؓ اور آثارِ مصطفیٰؐ
"	۱۴۶ مشہور تابعی حضرت ثابت بنانی کا عمل
"	۱۴۷ بوسہ منبر و مزارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶۰	۱۴۸ امام محب الدین الطبری و آثارِ مقدسہ
"	۱۴۹ قرآن مجید و حدیث شریف اور قبورِ صالحین کا بوسہ لینا
۲۶۲	۱۵۰ امام تقی الدین سبکی کا عمل
۲۶۳	۱۵۱ حضراتِ صحابہ کرام اور آثارِ مصطفیٰؐ
۲۶۵	خاتمہ

۱۵۲ نعل شریف اور اس کی مثال کے فضائل و برکات

فصل

۱۵۲ بصورت نظم نفل کا معنی اور اس کو پہننے کی کیفیت، رنگ، جنس اور اس کی تعریف و توصیف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں فیض پانے والے نعلین کا بیان۔

۲۷۱

"

۱۵۳ اشعار کا مفہوم

۲۷۸

۱۵۵ شامل قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلکیاں

۲۸۰

۱۵۶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سایہ

۲۸۱

۱۵۷ پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم

۲۸۲

۱۵۸ حفاظ حدیث کی رائے

"

۱۵۹ پتھر پر نقش قدم پر سوال و جواب

۲۸۶

۱۶۰ الجواب

۲۸۷

۱۶۱ امتی زیادہ کے زیادہ لائق ہیں

۲۸۸

۱۶۲ امام شیخ محمد بن احمد المقبول شافعی مصری

"

۱۶۳ جسم بے سایہ

"

۱۶۴ جسم پر مکھی نہ بیٹھنے کی حکمت

۲۸۹

۱۶۵ سایہ نہ ہونے کی حکمت

"

۱۶۶ اور پتھروں نے تیرا اثر سنبھالے رکھا

۲۹۱

۱۶۷ طاہر و مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

"

۱۶۸ مشکل کشا معجزات

۲۹۲

۱۶۹ امام سیوطی کا اضطراب

۳۰۱	۱۷۰ جامعہ اشرفیہ دمشق میں نعلِ پاک کی آمد کا سبب
"	۱۷۱ اہلِ دمشق مصائب کے وقت اس نعلِ پاک کی طرف رجوع کرتے
۳۰۲	۱۷۲ جامعہ اشرفیہ وانی نعل کہاں گئی؟
۳۰۳	۱۷۳ ابن سید الناس کا قول
۳۰۶	۱۷۴ اسلاف کی سرعتِ مطالعہ
"	۱۷۵ امام ابو بکر قسطلانی
"	۱۷۶ حافظ ابو بکر بن ثابت
"	۱۷۷ ابن حجر عسقلانی
۳۰۸	۱۷۸ امام اسماعیل بن احمد نیشاپوری
"	۱۷۹ امام بدر الدین عینی الحنفی
۳۰۹	۱۸۰ امام ابن سید الناس کی سرعتِ کتابت
"	۱۸۱ امام ابن جریر الطبری
"	۱۸۲ امام عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین
۳۱۰	۱۸۳ امام ابو الحسن الاشعری
"	۱۸۴ امام قاسمی عبد الوہاب المالکی البغدادی
۳۱۱	۱۸۵ ابن جریر طبری
"	۱۸۶ امام ابن الانباری
"	۱۸۷ الامام الواحدی
۳۱۲	۱۸۸ ختم بخاری شریف کی برکات
۳۱۸	۱۸۹ مبشرات
۳۲۰	۱۹۰ خاتمہ الکتاب

- ۳۲۱ ۱۹۱ مذکورہ نسخہ کے کاتب کے تاثرات
- " ۱۹۲ ناشر کتاب ہذا کے تاثرات
- " ۱۹۳ اور دوسرا نسخہ جس سے اس کا مقابلہ کیا گیا اس پر
یہ تحریر ثبت تھی
- ۳۲۲ ۱۹۴ اور نسخہ جس سے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا
- ۱۹۵ حضرت شیخ الاسلام العالم العلامة والجزیر الغمامہ
۳۲۲ احمد بن عبد الرحمن بن عبد الوارث المالکی الصدیقی
- ۳۳۲ ۱۹۶ شیخ عبد الکریم القاسمی قاہرہ
- ۳۳۳ ۱۹۷ شیخ احمد بن محمد الغنیمی الخسرجی
- ۳۳۵ ۱۹۸ شیخ تاج الدین بن احمد بن ابراہیم المالکی المالکی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلَا اَقْسَمُ بِهِ الَّذِي اَلَدَّ

اَنْتَ حَلَّ بِهِ الَّذِي اَلَدَّ

کھائی قسم آن نے خاک گزر کی قسم
اِس کفِ پاکی حُمتِ سربِ لاکھوں سلام

میزان حروف

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جس کو چاہتا ہے خدمت دین کی توفیق سے سرفراز کرتا ہے۔ رجال کار کی تیاری اور صحت مند لٹریچر کی فراہمی ہر عہد میں دین کی ضرورت رہی ہے کیونکہ سرور عالم ﷺ نے ساڑھے چودہ صدیاں قبل تبلیغ و اشاعت دین کے لئے یہی دو راستے اختیار اور پسند فرمائے ہیں۔ الحمد للہ اس وقت دنیا بھر کے مختلف مقامات پر دینی جدوجہد کے مراکز قائم ہیں اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو اس مقصد کے لئے بروئے کار لارہے ہیں۔

کاروان اسلام کے سربراہ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کی توفیقات میں رب کریم نے برکت رکھی ہے کہ وہ آئے روز نئے سے نئے موضوعات پر تحقیقات، تصانیف، تالیفات اور قدیم عربی، فارسی کتب کے دلنشین اور عام فہم اردو تراجم کر کے انہیں نہایت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب انداز میں پیش کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے جہاں ایک طرف عوام الناس کے لئے عصری ضرورتوں کے عین مطابق صحیح راہنمائی کا سامان فراہم ہوتا ہے وہاں اہل علم کے ذوق سلیم کو بھی سرور و تسکین ملتی ہے۔

اگر ہم ان کے علمی کام کا ایک سرسری جائزہ لیں تو وہ ہمیں ایک صد سے زائد عنوانات پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور ابھی یہ سلسلہ پوری سرعت کے ساتھ مزید آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

حضور سرور عالم ﷺ کے اعضائے جسمانی کے کمالات کے بیان میں آپ کا علمی شاہ پارہ ”شاہکار ربوبیت“ اور پھر شرح سلام رضا، شرح اجماع مترال دی،

رفعت ذکر نبوی ﷺ، مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی، آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا اور جسم نبوی ﷺ کی خوشبو، جیسی ایمان افروز کتب ہیں جن کے مطالعہ سے حب رسول ﷺ کے سوتے پھوٹتے ہیں فقہی حوالے سے فتاویٰ رضویہ شریف کی آٹھ مختلف جلدیں، ترک روزہ پر شرعی وعیدیں اور معارف الاحکام، حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ کی چھ کتب کے اردو تراجم کے علاوہ ایک مقالہ ”ایمان والدین مصطفیٰ“، عظیم علمی خزانہ ہے حضور ﷺ کے آثار و برکات کے حوالے سے شیخ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا اردو ترجمہ ”نعل پاک حضور ﷺ“ کے بعد آپ کے ہاتھوں میں موجود شیخ تلمسانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا اردو ترجمہ ”فضائل نعلین حضور ﷺ“ کا مطالعہ غلط فہمیوں کا ازالہ اور تقویت ایمان کا سبب بنے گا۔ انشاء اللہ کتاب اور ترجمہ کے حوالے سے کچھ عرض کرنا سورج کو چہ اغد کھانے کے مترادف ہے اور دوسری بات یہ کہ

آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے
مطالعہ فرمائیے اور گلشن ایمان کی سیرابی کا اہتمام کیجیے۔ اللہ کریم ہم سب کو دین کا حقیقی فہم عطا فرمائے۔

۲۲ ستمبر ۲۰۰۲ء ۱۴۲۳ھ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
غبارِ راہ حجاز
اتوار
دو بجے دوپہر
ملک محبوب الرسول قادری
مہجنگ ایڈیٹر: ماہنامہ سوائے حجاز لاہور
ناظم نشر و اشاعت کاروان اسلام

email: mahboob313@hotmail.com



WWW.NAFSEISLAM.COM

www.nafseislam.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَإِذَا تَوَلَّى سَوَآءُ الْأَرْضِ الْمِثْقَالَةَ

أَوْ كَالْعِصْیَةِ الَّتِیْ فِی الْيَمِیْنِ

مُتَوَلِّیْ

مَوْلَانَا عَبْدُ الْحَمِیدُ جَلِی

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

جنوری ۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ بندہ اپنے مرکز جامع رحمانیہ شادمان میں کام میں مشغول تھا تو اچانک عشاء کی نماز کے بعد علامہ غلام حیدر خادمی مدظلہ میاں لکوٹ سے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان عالم دین بھی تھے جنہیں میں جانتا نہیں تھا۔ محترم خادمی صاحب نے تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ یہ قاری شاہد جمیل اویسی سربراہ جامعہ اویسیہ گوہرہ میاں لکوٹ ہیں۔ ماشاء اللہ باہمت نوجوان ہیں خوب محنت سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ میاں لکوٹ میں نوجوانوں کا ایک خاصہ حلقہ ہے۔ انہوں نے ایک تنظیم بھی قائم کر رکھی ہے جس کا نام کاروانِ اویسیہ ہے۔ اس تنظیم نے میاں لکوٹ میں پہلی مرتبہ دورہ تفسیر القرآن کا پروگرام تشکیل دیا ہے۔ مختلف علماء کرام سے رابطہ کے لیے لاہور آئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی آنا ہوا ہے۔ موصوف نے بات بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ چونکہ یہ سارا پروگرام نوجوانوں نے تشکیل دیا ہے اس لیے ان کی حوصلہ افزائی نہایت ہی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں قاری صاحب کے ساتھ آیا ہوں۔ آپ خود بھی وقت دیں اور کسی اور صاحب سے رابطہ بھی کریں۔ یہ نہایت ہی اعلیٰ اور پاکیزہ جذبہ تھا اس لیے انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔ — محترم قاری شاہد جمیل صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ حسبِ وعدہ ۲۱ جنوری بروز پیر میاں لکوٹ حاضر ہوا۔ چونکہ میں نے دو دن لیکچر دینا تھا اس لیے رات قاری صاحب کے ہاں قیام رہا۔ ان سے مختلف موضوعات اور شخصیات پر گفتگو ہوئی۔

خواجہ گوہر الدین احمد اولیٰ کا تذکرہ

محترم قاری صاحب نے دورانِ گفتگو بتایا کہ ضلعِ گجرات میں ایک دیہات ہے۔ جس کا نام جینڈڑ ہے۔ وہاں ایک ایسے بزرگ ہوئے ہیں جن کی خدمتِ اقدس میں علامہ عبدالغفور ہزارویؒ جیسی شخصیات حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ان کا اسم گرامی خواجہ گوہر الدین احمد اولیٰ ہے۔ انہوں نے وہاں ایک بہت بڑا دینی مدرسہ قائم کر رکھا تھا جہاں علامہ محبا بنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء تعلیم دیتے تھے۔ مدرسہ میں خواجہ صاحب کی قائم کردہ ایک لائبریری بھی ہے جس میں متعدد نایاب کتب موجود ہیں۔

خواجہ صاحب کے ملفوظات

قاری صاحب نے خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ملفوظات عالیہ بھی ہمیں سنائے جو نہایت ہی دلچسپ، سبق آموز اور دین کی حقیقی تعلیمات پر مبنی تھے۔ ان میں سے تبرکاً ایک قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ آپ امی تھے۔

— علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت اور آقلے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے حرم کعبہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف اور حضور علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور جب ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو وہاں ذکرِ الہی کثرت کے ساتھ کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ لوگ تو اس کا عکس کرتے ہیں آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا:

”یہ دونوں ذاتیں ایک دوسرے کا ذکر سن کر خوش ہوتی ہیں اس لیے

میں نے حرم کعبہ میں حضور علیہ السلام کا تذکرہ کیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو
اور حرم نبوی میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ ذکر کیا تاکہ محبوب خدا خوش ہوں۔
میں نے جب یہ بات سنی تو تڑپ اٹھا کہ ہمارے ہاں معاملہ تو اس حد تک پہنچ
چکا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کے درمیان تضاد و تفریق پیدا کرنے کی کوشش
کی جا رہی ہے۔ کاش یہ بات امت کی سمجھ میں آجائے کہ ان دونوں کے درمیان پیار
اس درجہ کلبہ ہے کہ ایک کے ذکر پر دوسرا خوش ہوتا ہے۔

حاضری کا پروگرام

اس رات یہ بھی پتہ چلا کہ خواجہ صاحب نے اس علاقے میں مختلف انبیاء علیہم
السلام کے مبارک مزارات کی بھی نشاندہی فرمائی اور وہاں مزارات بھی تعمیر کروائے۔
کچھ لوگوں نے اعتراض اٹھایا تو آپ نے باقاعدہ ان کا شجرہ نسب بھی بیان کیا جو
کتب تاریخ کے مطابق تھا۔

ہم نے قاری صاحب سے اسی نشست میں طے کر لیا کہ اگلی دفعہ دن کو
کلاس سے فارغ ہوتے ہی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خواجہ صاحب کے
خدمت میں حاضری دیں گے۔ اساتذہ العلماء علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی
مدظلہ اور علامہ محمد عباسی رضوی بھی وہاں لیکچر دینے تشریف لے جاتے تھے۔ طے یہ ہوا
کہ ان کی مصیبت میں حاضری ہوگی۔

پروگرام کے مطابق اگلے پر کلاس سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد عباسی
رضوی قاری شاہد جمیل قاری محمد یونس اور راقم جینڈر روانہ ہوئے۔ استاذی
المکرم قبلہ شرف صاحب مدظلہ مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لیا سکے۔

حضرت طانوخ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری

راستے میں میں سے بھٹوڑا سا بھٹ کر بمقام چک جانی میں حضرت طانوخ علیہ السلام کا مزار ہے۔ وہاں حاضر ہوئے۔ اللہ کے نبی کے قدموں میں کھڑے ہو کر سکون و امن پائے۔ وہاں بھی خواجہ صاحب نے خوبصورت مسجد اور متعدد دکرے بنوائے ہوئے ہیں تاکہ حاضرین و زائرین وہاں قیام کر سکیں۔

حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام کا مزار مقدس چونکہ کافی دور تھا اس لیے وہاں حاضری نہ ہو سکی۔

الحاج خواجہ میاں محمد یوسف گوہر مدظلہ سے ملاقات

ہم عصر کے وقت جینڈر شریف پہنچے۔ خواجہ صاحب قبلہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ نہایت خوبصورت اور کشادہ مسجد ہے۔ مسجد کے ارد گرد دونوں طرف طلبہ کے لیے کمرے کا جال بچھا ہوا ہے۔ نماز کے بعد خواجہ صاحب کے پوتے اور سجادہ نشین محترم الحاج خواجہ محمد یوسف گوہر مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ نہایت ہی پر تپاک انداز میں انہوں نے ہمارا استقبال کیا۔ بھٹوڑی دیران کے ساتھ صحبت رہی جس میں انہوں نے تصنیع اور بناوٹ سے بالاتر ہو کر فرمایا ہمارے پاس جو بھی آتا ہے ہم اسے یہی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں صاحب مزار کے پاس جاؤ وہ تمہیں خالی واپس نہیں کریں گے۔

ادیس وقت کی بارگاہ میں حاضری

عشاء کے بعد سیالکوٹ میں سوال و جواب کی نشست کی وجہ سے جلد ہی واپس آنا

تھا اس لئے طے یہ ہوا کہ مغرب سے پہلے پہلے حاضری دی جائے۔ ہم اویس وقت
خواجہ گوہر الدین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری کے لئے حاضر ہوئے۔ قاری محمد یونس
نے نعت کے چند اشعار دہاں سنائے۔

مصطفیٰ نظرِ کرم فرمائیں گے ایک دن ہم بھی مدینے جائیں گے
بزرگبند پر نظرِ حب جائے گی کام سب بگڑے ہوئے بن جائیں گے
گنبدِ فخر سے ٹھنڈک پائیں گے ہم بھی اس کے سائے میں سو جائیں گے
حاضری کے وقت ساتھیوں کی جو کیفیت ہوئی وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔
اسی کیفیت میں مزار سے متصل مسجد میں رب کریم کے حضور نمازِ مغرب ادا کی جس سے
لطف و لذت اور ذہنی آسودگی حاصل ہوئی۔

اگرچہ لائٹ نہیں مگر لائبریری ضرور دیکھنی ہے

جیسے ہی ہم نے نمازِ مغرب ادا کی لائٹ چلی گئی۔ واپس آئے تو شانہ چلے
کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ محترم سجادہ نشین صاحب ہمیں چائے بھی پیش فرما رہے تھے
اور پوچھ رہے تھے کہ صاحبِ مزار نے آپ کو کیا دیا ہے؟ ہم خاموش رہے۔
اللہ تعالیٰ کی توفیق و کرم سے چونکہ بندہ اور مولانا محمد عباس رضوی صاحب کو
کتب کا خوب شوق ہے اس لیے ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ لائٹ نہیں مگر لائبریری
ضرور دیکھنی ہے اس لیے آپ موم بتی یا نارنج کا انتظام فرمائیں۔ خواجہ صاحب
نے فرمایا لائبریری میں کتب کافی تھیں کچھ لوگ لے گئے اور انہوں نے واپس
نہیں کیں۔

ہم لائبریری میں داخل ہوئے لیکن کم روشنی کی وجہ سے تمام کتب پر نظر ڈالنا دشوار
تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سامنے دیوار پر کچھ کتب کی فہرست چسپاں ہے آپ اسے

دیکھ لیں وہاں سے نام آپ بتائیں ہم کوشش کر کے کتاب ڈھونڈ لیں گے۔

فہرست کتب میں دو نئے نام

ہم نے فہرست کو دیکھنا شروع کیا تو اس میں دو نام نئے سامنے آئے۔ ایک فتح المتعال، دوسرا مجموعۃ الرسائل الثماني۔ دیکھ بھی ہو رہی تھی۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ دونوں کتب ہمیں دکھائیں۔ لائبریرین نے دونوں کتب ڈھونڈ نکالیں جیسے ہی کتب کو کھولا اور دیکھا تو دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم مقدس کے موضوع پر تھیں۔ پہلی کتاب امام احمد بن محمد المقرئ المغربي المالکی کی "فتح المتعال فی مدح النعال" تھی جبکہ دوسری کتاب علامہ عبدالحئی لکھنوی کے ان "آٹھ قیمتی رسائل پر مشتمل تھی۔

۱۔ التحقيق العجیب فی التثویب (اذان کے بعد جماعت کے لئے اطلاع دینا)

۲۔ افادۃ الخیر فی الاستیاء بسواک الغیر (دوسرے کی مساوا کا استحصال جائز ہے یا ناجائز)

۳۔ تدویر الفلک فی حصول الجماعت بالجہن والملك (جن اور فرشتہ کے ساتھ جماعت کا بیان)

۴۔ جمع الغرر فی رد نثر الدرر (معجزہ شق القمر کا ثبوت)

۵۔ حسرة العالم بوفات مروجہ العالم (اپنے والد گرامی علامہ عبدالحلیم لکھنوی کے حالات)

۶۔ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنتہ الاموار (تعریف سنت کے بار میں)

۷۔ احکام القنطرة فی احکام البسملة (بسم اللہ سے متعلق مسائل کا بیان)

۸۔ غایۃ المقال فیما یعلق بالنعال (نعل سے متعلق مسائل کا مجموعہ)

یہ رسالہ ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ۱۹ صفحات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلین مقدس کے بارے میں ہیں۔

ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے

ان کتب کی زیارت پر دل باغ باغ ہو گیا بلاشبہ یہ تحفہ ہمارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ اس وقت ہم نے خواجہ محمد یوسف گوہر صاحب سے عرض کیا کہ حضرت صاحب مزار نے ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے۔ اور اس طرف متوجہ کیا ہے کہ آپ کے فعلین کے سایہ رحمت میں زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو۔ قاری شاہ جیل صاحب کا وسیلہ ہمیں حاصل تھا جس کی وجہ سے دونوں کتب ہمیں دے دی گئیں۔ حسب وعدہ دونوں کتب۔ فوٹو کے بعد واپس کر دی گئیں۔ اس کے بعد رابطہ اتنا مستحکم ہوا کہ قاری نے دوبارہ دونوں کتب ہمیں بھجواتے ہوئے کہا کہ جب تک ان کے تراجم آپ شائع نہیں کر لیتے کتب اپنے پاس ہی رکھیں۔

یاد رہے اس نسخہ میں متعدد جگہ پر اوراق نہیں تھے۔ حافظ محمد اشفاق جلالی اور مولانا محمد فضل حنان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور نے پنجاب یونیورسٹی کے نسخہ سے اس کمی کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

دوران سفر ہم نے یہ طے کر لیا کہ فتح المتعال فی مدح النعال کا ترجمہ کر کے اسے شائع کیا جائے گا۔ اور ہم دونوں — علامہ محمد عباس رضوی اور راقم الحروف — اس کا ترجمہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں کامیابی عطا فرمائی۔

کچھ ترجمہ کے بارے میں

۱۔ مصنف نے باب اول کی تمام احادیث اپنی مکمل سند کے ساتھ بیان کی تھیں ہم نے ترجمہ میں سند کو حذف کر دیا ہے۔

۲۔ مصنف عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایہ کا ادیب بھی ہیں وہ اپنے مدعا کے بیان کے لیے ایک ہی مقام پر جن مختلف الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں ان میں سے ہر لفظ کا متبادل اور مترادف تلاش کر لینا ہمارے بس کی بات نہیں اس لئے وہاں الفاظ کے لفظی ترجمہ کے بجائے مقصود و مفہوم واضح کر دیا گیا ہے۔

۳۔ مصنف نے نعین مقدس کے چھ نقوش دیے تھے ان میں سے تین جینڈروالے نسخہ میں محفوظ تھے تین کہیں گم ہو گئے، پنجاب یونیورسٹی والے نسخہ میں جلد ساز نے تمام کے تمام کاٹ دیے ہیں۔ دو نقوش اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے محترم محمد حیات قاری امیر عالمی دعوت اسلامیہ پنجاب اور محترم اشرف جلال چیف لائبریرین کے ذریعے دستیاب ہوئے۔ چھٹے نقش کی تلاش جاری ہے۔

۴۔ تیسرے باب میں مصنف نے نعین مبارکہ پر لکھے گئے قصائد اور اپنی تفسیرات جمع کی ہیں ہم نے ان میں تقریباً ۱۰۰ اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

۵۔ کتاب پر اہل علم نے بڑی تفصیلی تعاریض تحریر کی ہیں۔ ہم نے انہیں مختصراً ذکر کیا ہے۔

اشاعت کا انتظام

اس عظیم کتاب کے بارے میں جب دوستوں نے سنا تو وہ نہایت ہی خوش ہوئے۔ محترم الحاج عبدالرشید فاروقی کے ذریعے محترم الحاج محمد طفیل مدنی کو جب پتہ چلا تو

انہوں نے مجھے فون کیا اور پوچھا، سنا ہے آپ کے پاس حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کے موضوع پر کتاب آئی ہے اور آپ اس کے ترجمے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں آپ نے صحیح سنا ہے تو انہوں نے اسی وقت کہہ دیا کہ یہ کتاب میں شائع کروں گا خواہ اپیر کتنا ہی خسرت کیوں نہ ہو۔ فی الفور انہوں نے فوٹو سٹیٹ کے لیے بھی ہدیہ بھیج دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کتاب کی اشاعت کا ترجمہ پہلے ہی انتظام فرما دیا۔

ہدیہ تشکر و اظنان

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کی خدمت کی توفیق بخشی دہاں ہم محترم خواجہ محمد یوسف گوہر اور محترم قاری محمد شاہ جمیل کے کتاب ہیا کرنے اور محترم الحاج محمد طفیل مدنی کے انتظام اشاعت پر شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے۔

تعارف مصنف

امام احمد بن محمد المقرئ المغربي المالکی

رحمۃ اللہ علیہ

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا
فلیفقہہ فی الدین۔ ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا
فرماتا ہے۔

یعنی اس دنیا میں وہ لوگ نہایت ہی بخت والے ہیں جنہیں دین کا پڑھنا پڑھانا نصیب
ہو جائے۔ واقعہً جو لوگ شعوری سطح پر دین کی خدمت اپنا فریضہ سمجھ کر کرتے ہیں انہوں
نے ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھا اور وہ ہی اپنی منزل پانے والے ہیں خصوصاً وہ لوگ جنہیں
بانی دین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت نصیب ہوتی ہے۔ ایسی شخصیات میں سے امام احمد
بن محمد المقرئ المغربي المالکی بھی ہیں آپ اپنے وقت کی غیر معمولی اور ہمہ گیر شخصیت ہیں:
نام: الشیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ ابن عبدالرحمن بن ابی القیس بن محمد المقرئ
ولادت: ۹۹۲ ہجری۔

تلمسان میں پیدا ہوئے۔ وہیں قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے چچا مفتی تلمسان الشیخ الجلیل
العالم ابو عثمان سعید بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے علوم میں تکمیل کی۔ اپنی حدیث کی سند
ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

انباؤنا عننا ومفیدنا شیخ الاسلام ومفتی الانام سیدی الشیخ
سعید بن احمد المقدی انباؤنا کذلک الشیخ ابو عبد اللہ القیس بن
التلمسانی۔

الجامع الصحیح للبخاری ان سے سات دفعہ پڑھی۔ شیخ سعید بن احمد المقرئ ساٹھ
سال تک تلمسان کے عہدہ افتاء پر فائز رہے۔

آپ مولدا تلمسانی، مذہباً مالکی، سکونتاً فاسی و مصری ہیں۔

المقری ایک قریہ کی طرف نسبت ہے

زیرِ نظر کتاب کے ص ۳ پر اپنا نام یوں لکھتے ہیں:

احمد بن محمد الشیخیر بالمقری المالکی المغربی

نفخ الطیب کے ابتدائیہ میں ہے کہ لفظ المقری "میم پر زبر" قاف پر تشدید ہے بعض کے مطابق میم پر زبر اور قاف ساکن ہے۔ دونوں طرح اگرچہ درست ہے مگر پہلا ضبط زیادہ مشہور ہے۔ المقر، تلمسان کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ مصنف کے آباء و اجداد وہاں کے رہنے والے تھے

(ابتدائیہ نفخ الطیب ۲۴۰)

علمی مقام

آپ اپنے دور کے صفِ اول کے علماء میں سے ہیں۔ حافظ المغرب، حافظ البیان سے ملقب ہوئے۔ علم کلام، تفسیر، حدیث میں قدرت کا عطیہ اور ادب و محاضرات میں سراپا کرامت تھے۔ فطانت و ذہانت میں ان کی مثال مشکل ہے۔ جب تک زندہ رہے انہی کا فتویٰ جاری ہوتا تھا۔

حرمین شریفین کی حاضری

آپ ایک ہزار نو ہجری کو تلمسان سے فاس منتقل ہو گئے یہ مغرب کا دار الخلافہ تھا۔ کچھ عرصہ دوبارہ تلمسان گئے پھر دس سو تیرہ میں فاس آ گئے۔ وہاں چودہ سال تک مقیم رہے جب وہاں کے حالات درست نہ رہے تو دس سنائیس کے آخر میں مصر کی

طرف ہجرت کی۔ اور دس سواٹھائیس کے اوائل ماہ ذی قعدہ میں حرمین شریفین کی
حاضری کے لئے گئے۔ خود لکھتے ہیں :

ثم شہرت عن ساعد العزم مصر میں تھوڑی مدت قیام کے بعد
بعد الإقامة بمصر مدة میں نے ایسے عظیم مقصد و منزل کا
قليلة الى المهم الاعظم و ارادہ کیا جو مقام عبید عالیہ کا سرتاج
المقصد الا كبر الذی هو ہے اور وہ ہے حرمین شریفین کی
سر المطالب الجلیلة دھو حاضری اللہ تعالیٰ ان کے شرف میں
روية الحرمین الشریفین مزید اضافہ فرمائے۔
والعلمین المنیفین زادھا
اللہ تنویمًا

(مقدمہ نفح الطیب ۱۰۵)

بیت اللہ کی زیارت کے وقت اپنی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں
ولما وقع لبصری علی البیت جب میری نظر بیت اللہ پر پڑی تو
الشریف و کدت اغیب عن میں وجود سے عاری ہو گیا اور مجھے
الوجود استشعرت قول عارف باللہ شیخ شبلی کا قول یاد آیا جو انہوں
العارف باللہ الشبلی لما وفد نے ایسی مقدس بارگاہ میں کہے تھے
الی حضرت الجوز۔

قلت للقلب اذ تراءى لعینی رسم دارہم فہاج اشتیاق
(میں نے دل سے کہہ دیا تھا کہ جب تو میری آنکھوں سے محبوب کے دیار کو دیکھے گا تو میرا
شوق اور بھڑک اٹھے گا،

هذه دارہم و انت محب ما احتباس الدموع فی الاماق

ریہ ان کا دیار ہے اور تو محب ہے، اب آنسوؤں کو آنکھوں سے کیوں روکتا ہے۔
 حل عقد الدموع واحلل رباها واهجر الصبر وارع حق الفراق
 (اب آنسوؤں کی بندش کو ختم کر بلکہ سب رکاوٹوں کو ختم کر اور فراق کا حق پورا کر)۔

ثم اكملت العمرة ودعوت
 اللہ ان اكون ممن عمر
 لطاعتہ ربہ عمرہ۔
 پھر میں نے عمرہ کیا اور اللہ تعالیٰ
 سے دعا کی کہ مجھے ساری عمر اپنی اطاعت
 میں بسر کرنے کی توفیق دے۔

(فتح الطیب، ۱۰۸)

اس کے بعد حج ادا کیا۔

خوش تر اُس شہر کے کہ در آنجا دلبرست

فریضہ حج ادا کرنے کے بعد شہر طیبہ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں
 کی روئیداد خود مصنف سے سنئے!

ثم قصدنا بعد قضا تلك
 ہم نے مناسک حج ادا کرنے کے بعد طیبہ

الاقطار طيبة الشريفة التي
 مبارکہ کا قصد کیا جو تمام جہانوں پر

لها الفضل على الاقطار —
 افضل ہے۔ اللہ سبحانہ کی حمد ہے

فلله سبحانه الحمد على
 کہ اس نے ہمیں ایسے مبارک مقامات

نعمه التي جلت ومنته
 کی زیارت کا شرف بخشا۔

التي نزلت بها المنقوس موطن
 الشریف و حلت۔

www.nafseislam.com

عن يهدى الرحمن خير بداية يحلل بمكة كى يتاح المقصدا
 رجبے اللہ تعالیٰ بہتر منزل عطا فرماتا ہے اسے مکہ میں داخلہ عطا فرماتا ہے تاکہ وہ مقصد کو پالے
 و اذا قضى من حجة الفرض انشئ يشفى برويتا طيبة داء الصدى
 جب کوئی فرض حج ادا کر لیتا ہے تو مدینہ طیبہ کی زیارت سے سینہ کے روگوں سے شفا پاتا ہے
 (نفخ الطیب، ۱۰۹-۱۱۰)

آگے چل کر ص ۱۱۶ میں کہتے ہیں :

وان لمحبب فی ارضہا ربنا الدعاء ففی اسی الارض للدعاء محبیب؟
 اگر اس سر زمین پر دعا مقبول نہیں تو پھر کہاں مقبول ہوگی؟
 ایسا سکتی اکناف طیبہ کلکم الی القلب من اجل المحبب حبیب
 (اے مدینہ کے بسنے والو تم تمام مجھے اس پیارے حبیب کی وجہ سے محبوب ہو)

اپنے آقا کے حضور

بارگاہِ رحمۃ للعالمین میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے وقت کیفیت کیا

تھی انھی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

ولما سلمت علی سید الانام جب میں نے سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ من اللہ افضل الصلوة کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کیا تو
 وازکی السلام ذبت حیاء میں حیا اور شرمندگی کی وجہ سے ختم
 وخجلت لما انا علیہ من ہو گیا کیونکہ مجھ پر ہر ایسی چیزوں -
 ارتکاب ما یقتضی وجلاً (گناہوں) کا بوجھ تھا جو خشیت
 غیرانی تو سلمت بجاہہ کا تقاضا کرتی تھیں ماسوائے اس

صلى الله عليه وسلم ان کے میں آپ کی ذات اقدس کو اس
اکون منى وضع له وجهہ بلے میں وسیلہ بنادوں کہ مجھے چھٹکارا
الصفحة وجلا۔ اور معافی نصیب ہو جائے۔

اليل افر من زللى فرار الخائف الوجل
دائے آقا میں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے آپ کی خدمت اقدس میں اس طرح
بھاگ آیا ہوں جیسے خوف رکھنے والا بھاگتا ہے،

رکان مزار تبرک بالمدينة منتهى الامل
آپ کی بارگاہ اقدس تمام امیدوں کے حصول کا مرکز منتهی ہے،
خذ بيدى غريق فى بحار القول والعمل
دیار رسول اللہ قول و عمل کے سمندر میں ڈوبنے والے کی دستگیری کیجئے،
وهب لى منك عارفة تعرف ما تشكر لى
(مجھے ایسی روشنی عطا کیجئے جو مجھے یہ پہچان عطا کرے کہ یہ میرے لیے اچھی
نہیں)

وانك شافع بر و موث لنا من الوهل
آپ شافع اور بھلائی چاہنے والے نہیں اور بچنے کے وقت ہمارا

سہارا ہیں) بصديق وفاروق وعثمان الرضى وعلى
حضرت صدیق و فاروق اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے صدقہ میں
فانت ملاذ معتصم وانت عماد مشكل
(آپ ہی ہماری پناہ گاہ ہیں اور مشکل میں سہارا ہیں)

میں بھول گیا نقش و نگارِ رُخِ دنیا

جب میں نے اپنے پیارِ آقا کے در و دیوار، روضہٴ اقدس، مسجدِ نبوی اور
اس کی پُر نور بہاروں کی زیارت کی تو

ولم یخطر ببالنا مسکن ولا وطن

(تو مجھے اپنا وطن و شہر بھول ہی گیا)

(نفع الطیب، ۱۲۱)

کسی نے کیا خوب کہا ہے

میں بھول گیا نقش و نگارِ رُخِ دنیا

صور جو میرے سامنے آئی تیرے در کی

پھر اس نے کوئی اور تصور نہیں باندھا

ہم نے جسے تصویر دکھائی تیرے در کی

واقعہٴ جب کوئی اُمّتی وہاں حاضر ہوتا ہے تو یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ

اسی شہر میں پیدا ہوا ہے وہاں ہرگز اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔

اے اللہ ترا شکر ہے کہ تو نے ہمیں اس چوکھٹ کی حاضری خشوع و خضوع

کے ساتھ عطا کی۔ یہاں تمام حاجات پوری ہوتی ہیں۔

الوداع کے وقت کیفیت

جب وہاں سے الوداع ہونے کا وقت آیا تو دل ہجر و فراق میں تڑپ

اٹھا۔ کاش دایسی نہ ہوتی۔ غلام نے اپنے آقا کے حضور یہ عرض کرتے ہوئے اجازت

جاہی :

يا شفيح العصاة انت رجائي كيف ينشئ الرجا عندك خيبة !
 (اے نافرمانوں کی شفاعت کرنے والے، آپ ہی میری امید ہیں اور امید کو آپ سے
 ناامیدی کا خوف کیسے ہو سکتا ہے)

واذا كنت حاضراً لبقوا دى غيبة الجسم عنك ليست بغيبة
 (جب آپ میرے دل میں موجود ہیں تو جسم کا دور ہونا کوئی دوری نہیں)
 ليس بالعيش في البلاد انتفاع اطيب العيش ما يكون بطيبة
 (جو طیبہ میں زندگی گزارنے کی لغت و مزاج ہے وہ کسی اور شہر میں کہاں؟)
 مصر منى اقامت

حج سے فارغ ہونے کے بعد دس سواٹھائیس ماہ رجب میں مصر پہنچے۔ وہاں
 عقد کیا اور مقیم ہو گئے۔ دس سواٹھائیس کو ربیع الاول کے پہنچنے میں بیت المقدس کی
 زیارت کی پھر قاہرہ واپس آ گئے۔
 قاہرہ سے دس سوٹھائیس تک آپ نے پانچ دفعہ مکہ المکرمہ اور سات دفعہ
 مدینہ طیبہ کی زیارت کی۔ دس سواٹھائیس ماہ صفر میں واپس مصر آئے۔ اس سال
 رجب میں بیت المقدس میں پندرہ دن ٹھہرے اور وہاں سے اوائل شعبان میں
 دمشق کا سفر کیا۔

درس بخاری میں ہزار باطلیہ کی شرکت

جب شیخ احمد بن شاہین کو آپ کے دمشق آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے
 جامعہ حقیقیہ کی چابیاں یہ کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں ارسال کیں کہ آپ اس
 جامعہ کی سربراہی قبول کر لیں۔ جامعہ دیکھنے کے بعد آپ نے وہیں قیام کا فیصلہ
 کر لیا۔ وہاں آپ نے بخاری کا درس دیا جس میں علماء دمشق کی اکثریت شریک

ہوتی۔ ختم بخاری کے موقع پر عظیم الشان محفل کا اہتمام کیا جاتا جس میں ہزار ہا لوگ جمع ہوتے۔ جامعہ کے وسط میں کرسی بچھائی جاتی جس پر آپ تشریف فرما ہو کر عقائد و اعمال کے بارے میں وعظ فرماتے۔ اہل مجلس پر خوب رقت طاری ہوتی۔ ظہر تک جاری رہتا۔ آخر میں وہ اشعار پڑھ جاتے جو مدینہ طیبہ سے الوداع ہوتے وقت کہتے تھے۔

جب کرسی سے نیچے اترتے تو لوگ محبت سے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے۔ دمشق میں اس قدر قدر و منزلت شاید ہی کسی عالم کی ہوئی ہو۔ دمشق میں قیام چالیس دن سے کم ہوا۔ پانچ شوال دس سو اکتالیس کو مصر واپس آگئے۔ پھر اگلے سال شعبان میں دوبارہ دمشق گئے اور حسب سابق اکرام و اعزاز پایا۔

وصال

پھر تھوڑی مدت کے لیے مصر میں آئے۔ دمشق واپسی کا ارادہ تھا مگر موت کا وقت آپہنچا۔ دس سو اکتالیس ماہ جمادی الآخر میں وصال ہوا۔ مقبرۃ المجاورین میں تدفین ہوئی۔ مشہور ادیب شیخ ابراہیم الاکرمی نے تاریخ وفات ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

قد ختم الفضل به فارخوه خاتم

تصانیف

امام المقرئ نے تدریس، وعظ اور افتاء کے ساتھ ساتھ مختلف اہم علمی موضوعات پر تحریری کام بھی کیا۔ آپ کی تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں :

- ۱۔ نفع الطیب فی اخبار ابن الخطیب (عشرین جزا)
 - ۲۔ اضاعة الاجنة فی عقائد اهل سنة
 - ۳۔ ازهار الکمامة
 - ۴۔ ازهار الرياض فی اخبار القاضی عیاض
 - ۵۔ قطف المہتصر فی اخبار المختصر
 - ۶۔ اتحاف المقری فی تکمیل شرح الصغری
 - ۷۔ عرف النشق فی اخبار دمشق
 - ۸۔ الغث والسمین
 - ۹۔ الرث والیمین
 - ۱۰۔ روض الاس العاطر الانفاس فی ذکر من لقیہ من اعلام
مراکش وفاس
 - ۱۱۔ الدر الثمین فی اسماء الہادی الامین
 - ۱۲۔ حاشیة شرح ام البراہین
 - ۱۳۔ کتاب البدأة والنشأة
 - ۱۴۔ رسالة فی الوقف الخمس الخالی الوسط
 - ۱۵۔ فتح المتعال فی مدح النعال
- زیر مطالعہ کتاب کا تعارف

فتح المتعال فی مدح النعال

اردو ترجمہ : فضائل نعلین حضور

امام المقری نے یہ کتاب حضور علیہ السلام کے نعلین مقدس اور ان کے نقش

کے فضائل میں تحریر کی ہے۔ اگر اس کتاب کے بارے میں یہ کہا جائے کہ تاریخ اسلام میں اس موضوع پر سب سے جامع کتاب ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مذکورہ موضوع پر اتنا مواد نہ کسی نے پہلے جمع کیا اور نہ بعد میں بلکہ بعد کے تمام لکھنے والوں کا ماخذ و مرجع یہی کتاب ہے۔ خود مصنف نے کئی مقامات پر اسی بات کا تذکرہ کیا ہے کہ پہلے جو اس موضوع پر کام تھا وہ اس کے عشر عشر بھی نہ تھا۔ کتاب کے ابتدائی میں مختلف لوگوں کے کام و نام کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں :

وقد استوفيت والله الحمد
من قبل ومن بعد في هذا
المؤلف جميع ما ذكره ابن
عساكر والسبتي والبلقيني
وزدت عليهم ما يكو
مجموع كلا مهم لعشرة
عشرًا (فتح المتعال، ۱۰)

شیخ احمد شہاب الدین الخفاجی شرح شفا میں حضور علیہ السلام کے اسم گرامی صاحب النعلین کے تحت لکھتے ہیں :

وفي كيفية نعليه كلام
مفصل افرده بعض اهل
العصر بالتأليف -

آپ کے نعلین مقدس کے اوصاف
پر تفصیلی کلام کے لیے بعض معاصرین
(امام المقرئ) نے مفصل کتاب
لکھی ہے۔

رئیم الریاض ۲۰ : ۲۰۴

علامہ عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب "غایۃ المقال فی ما یتعلق بالنعال" میں جا بجا فتح المتعال سے استفادہ کیا ہے اور اسے اپنے موضوع پر سب سے بڑھ کر

جامع کتاب قرار دیا ہے۔

وان شئت مقدار النعل
النبوی طولا وعرضا و
الاطلاء علی کیفیتہ ومثاله
فارجع الی فتح المتعال فان
المقری جزاء اللہ تعالیٰ ذکر
فیہ الاختلاف فی مثال
النعل النبوی علی ستة
اقوال و بیئہ لغایتہ
البسط والتفصیل ففی ذکرها
غنیة . (غایۃ المقال ۱۵۸)

اگر کوئی شخص نعلین مقدس کے طول
و عرض اور اس کے اوصاف و امثلہ
پر آگاہی چاہتا ہے تو وہ فتح المتعال
کا مطالعہ کرے اللہ تعالیٰ امام مقری
کو جزا دے انہوں نے نعلین کے
چھ نقش ذکر کئے اور بڑی تفصیل
گفتگو کی ہے اس معاملہ میں وہ کتاب
کافی ہے۔

امام نبھانی اور فتح المتعال کا اختصار

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ امام یوسف بن اسماعیل
النبھانی جیسی عظیم شخصیت نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "بلوغ الامال من فتح المتعال"
رکھا مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں :

اطلعت علی عدة نسخ من
کتاب فتح المتعال فی مدح
النعال النبویۃ تألیف الامام
العلامة الشیخ احمد المقری
صاحب کتاب نفع الطیب المتوفی ۱۰۴۱ھ
کی تصنیف فتح المتعال فی مدح النعال
کے متعدد نسخوں پر مطلع ہوا تو ہر نسخہ
میں میں نے ایسے اضافات پائے جو

المتوفی ۱۰۴۱ھ جریہ فوجت
فی کل نسخۃ زیادۃ علی الاخری
لانہا کان کلاما طبرلہ زیادۃ
یزید ہا فالحق زوائد
الفوائد علی ہا مش نسختی
بنیۃ ان اطبعہا و انعم
فلم بتیسر لی ذلک فاخصرہ
بہذا المختصر الذی سمیتہ
”بلوغ الامال من فتح المتعال“

(جواہر البحار ۳: ۱۳۶)

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری اس کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں:
”علامہ احمد بن محمد مقرئ تلمسانی نے اس باب میں دو مستقل کتابیں تصنیف
کیں۔ ایک ”النفحات العنبریہ فی وصف فعل خیر البیہ“
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ وجیز و نافع ہے۔ دوسری ”فتح المتعال فی
مدح خیر النعال“ کہ بسیط و جامع ہے۔ ان کتب مبارکہ میں عجیب
عجب فضائل و برکات، دفع بلیات و قضائے حاجات کے جو اس
نقشہ مبارکہ سے خود مشاہدہ کیے اور سلف صالح و معاصرین صالحین
نے دیکھے بکثرت بیان فرمائے ان کا ذکر باعث تطویل ہے جو چاہے
فتح المتعال مطالعہ کرے۔“

(شفاء الوالہ ، ۲۵)

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی نیل الشفا میں اکثر مواد اسی کتاب سے لیا

ہے اور لکھا:

”علامہ محدث حافظ تلمسانی کتاب ”فتح المتعال فی مدح خیر النعال“
میں فرماتے ہیں کہ اس نقشہ شریف کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان
کی حاجت نہیں۔“

(ذیل الشفا مع زاد السید، ۱۴۶)

اس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتب

- ۱۔ نتیجۃ الحب الصمیم وزکاة النشیر والنظیم،
امام الحافظ ابوالریح سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی
- ۲۔ خدمۃ نعل القدم المحمدی، شیخ الاسلام امام سراج الدین بلقینی
- ۳۔ الحجز فی النعل، امام ابوالیمین ابن عساکر
- ۴۔ النفحات العنبریہ فی وصف نعل خیر البریۃ،
امام احمد بن محمد المقرئ
- ۵۔ القول السدید فی ثبوت استبراک نعل سید الاحرار والعبد
- ۶۔ المرتجی بالقبول فی خدمۃ قدم الرسول ﷺ،
شیخ رضی الدین محمد بن عبد المجید قادری
- ۷۔ غایۃ المقال فیما یعلق بالنعال، علامہ عبد الحمید لکھنوی
- ۸۔ شفاء الوالہ فی صور الجیب و مزارکة و نعالہ،
مولانا احمد رضا خاں قادری
- ۹۔ نیل الشفاء بنعل المصطلق، مولانا اشرف علی تھانوی
- ۱۰۔ اتمام المقال فی بعض احکام التمثال، ” ” ”

۱۱۔ نور العین فی تحقیق النعلین۔

ابو عبد اللہ بن عیسیٰ المغربي

۱۲۔ نیل المرام فی لعل سید الانام

علامہ محمد فیض احمد اویسی

طریق توسل از مولانا اشرف علی تھانوی

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے
تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار بار شریف اُلیا روبر
کلزہ طیبہ اور گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور
بتضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الہی میں جس قدر حق غیبہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پہننے ہوں ان کا ادنیٰ حصہ غلام
ہوں الہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر بہرکت اس نعل شریف کے میری قلاں
ماجست پوری فرمائیے مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر
سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہ نیت بوسہ دے اشعار
ذوق و شوق بغرض از یاد عشق محو کی پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت
پائے گا۔

یاد رہے مولانا اشرف علی تھانوی نے دوسرے رسالہ "اہتمام المقال" میں
اپنے پہلے رسالہ "نیل الشفا" سے رجوع کر لیا تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیں

اے اللہ ہم تیری اس پر حمد کرتے ہیں کہ تو نے فقط اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس ذاتِ اقدس کا امتی بنایا جو نعلین پہننے والوں میں سے سب سے بہتر شخصیت اور اہل ارض و سما سے افضل ہیں اور تو نے ہمیں سید الکونین و الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شرف بخشا، اور ہمیں ان کے احوال حمیدہ، اقوالِ حبیبہ اور محاسنِ شریعت کی معرفت عطا کی جن کے گلستان کی خوشبوؤں، بہاروں اور پھولوں سے آنکھیں اور دل سکون، راحت اور ٹھنڈک پاتے ہیں۔ تو نے ہمیں سب سے معتدل اور مضبوط راہ کی ہدایت دی۔ اس کلمہ تقویٰ کے التزام کی رہنمائی فرمائی۔ جس سے ہمارے مردہ دلوں کو زندہ گی ملی۔ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم اسے حاصل نہ کر پاتے۔ ہم تیری توفیق اور عطا کردہ قوت کی بنا پر اس سے روگردانی نہیں کر سکتے۔

ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اس کی کوئی ضد نہیں، کوئی سہم و مثل نہیں، وہ واحد و یکتا ہے، وہ تمام سے بے نیاز ہے۔ یہ شہادت ایسی ہے جس سے حق کا مشاہدہ اور باطل کی جرٹکٹ جاتی ہے۔ یہ حسنِ عبادت کی جامع ہے اور یہ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ ہم تمام خیر میں اللہ کے محتاج ہیں کسی غیر کے نہیں۔ اے اللہ ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا نبینا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ وہ ہر صاحبِ نعل اور ننگے پاؤں والی

مخلوق سے افضل ہیں۔ ہر صاحب خوف و شوق اور چلنے اور رکنے والے کے لیے مادی و ملجا ہیں۔ ان کی تعلیم مقدس ثریا سے بلند مقام پاگئی۔ اس کے فضائل و مناقب بے حد و حساب ہیں۔ ہر ادیب و فصیح ان کی مدح سے عاجز ہے۔ آپ خوشخبری سنانے والے، برے کاموں کے انجام بد سے آگاہ فرمانے والے چمکتا ہوا آفتاب، ابتدا بھی ان سے ہوئی اور انتہا بھی۔ سب سے بڑھ کر جو درستی سنا کرنے والے، ایسی مبارک سیرت رکھنے والے جس نے تاریکیوں اور گمراہیوں کا ایک قلم ازالہ کر دیا اور جہالتوں کے سامنے مضبوط دیوار بن گئی۔ تمام کمالات کے اتنے جامع کہ تمام مقالات و کتب ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ تو یہاں کیا حیثیت ہے اس ہمارے حقیر نذرانے کی؟

اللہ کے سلام ہوں آپ پر، آپ کی آل پر، اصحاب پر۔ جن پر آپ کا بادل رحمت خوب برسا، جنہوں نے آثار نبویہ و آثار مرویہ، شمائل مبارکہ اور فضائل باہرہ کو جمع و محفوظ کیا اور ہمارے لیے روایت کیا۔ صلوٰۃ و سلام کی ایسی برکت ہو کہ اللہ کے فضل سے جنت الفردوس ان کا دائمی ٹھکانہ بنے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عبد فقیر و حقیر اپنے رب کی اس رحمت کا امیدوار جو اس کے گناہوں سے عظیم ہے، اس نجات کا امیدوار جو مشکل ترین موقع پر ہو، زیادتیاں کرنے والا، اپنے نفس پر اسراف کرنے والا، عاصی اور جاہل (جس کا نام) احمد بن محمد المعروف المقرئ المالکی المغربی (روز قیامت اس کے نیک اعمال بھاری ہوں اور تمام امیدیں یہ آئیں) عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب "فتح المتعال" حضور علیہ السلام تعلیم مقدس کے اوصاف و فضائل پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اسے وہ مقبول بنا دے۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق حصول علم اور دیگر مقاصد کی خاطر میں نے

اولاد و مال اور وطن کو چھوڑا ، مغرب سے حجاز کا سفر کیا ، مجھے افضل المخلق ،
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین آقا علی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری نصیب ہوئی۔
گنبد خضراصلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے سایہ میں سانس لینا نصیب ہوا تو میں نے اللہ کی بارگاہ
میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے التجائیں بھی کیں۔ جب مجھے شہر مدینہ کے در و دیوار
نظر آئے تو میں نے استاذ ابن العرفی القریبی المغربي الاندلسی کے یہ اشعار پڑھے۔
دیار النبی ما نلت من وصلها المني سوی نظرة اهدت الی جسمی الضنا
نعم و شئت قلبی الی العشق فان شئت ولما رأینا رسم من لم یدع لنا

فواد العرفان الرسوم ولا لبنا
رکبتا بطایا الشوق و نعتصد رامة نمید کا ناقد شربنا مدامة
ولما عرفنا للیدار علامه نزلنا عن الاکوار نمشی کرامه
لمن بان عنہ ان نلم به رکبا

بقلبي داء ما وجدت له دواء حشاشة نفسی قد تملکها الهوى
الی الله اشکو ما الاقوى من الجوى فیا شوق ما اقوى و مالی من الهوى
و یا دمع ما اجری و یا قلب ما اصبا

صحا کل ذی سکر و قلبی ما صبا و روض اصطباری قد ذوی و تصحا
و عرضت بعد القرب بعد امبرها و کیف التذاذی بالاصائل و کصحی
اذا لم بعد ذاک السبیم الذی هبا

پھر میں یوں سلام کہتے ہوئے واپس لوٹا۔ کاش اللہ کی مشیت سے نہ لوٹتا۔

سلام مثل ما فاحت ریاض وقد مرت بهار یح الشمال
علی دهر مضی ما فیه عیب یعاب به سوی قصر اللیالی

سبب تالیف کتاب

میں مصر میں بہت سے ایسے اکابر سے ملتا رہا جن کی عظمت کا اعتراف منصف و مکابر دونوں کرتے ہیں مثلاً علم تو اس میں سبقت لے جانے والے ہیں، فہم تو اس میں انہوں نے اپنا لوہا منوالیا، احسان تو اس میں بمنزلہ سورج ہیں اور قرآن کی آیات کے حافظ تھے۔ ان میں سے ایک فاضل کے ساتھ نعلین نبوی اور اس کے نقش کے بارے میں گفتگو ہوئی کہ فلاں نے اس پر نظم و نثر میں اور فلاں نے نظم میں لکھا ہے جو بیمار کے لیے شفا کا کام دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ اس موضوع پر میں نے ایک سونپٹیں "الافکار من قزع الکدار" کے نام سے جمع کی ہیں۔

لیالی وصال قد مضین کا نہا لالی عقود فی نحر الکواعب
(میرے وصال کی راتیں گزر گئیں جو خوبصورت موتیوں کی طرح تھیں)۔
وایام ہجرا عقبہا کا نہا بیاض شیب فی سواد الذوائب
(اس کے بعد ہجر کے دن آئے جس طرح کالے بالوں میں سفید بال)۔
جب یہ ذکر ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہوئے تعجب و الکا کر رہے تھے کہ صاحب المواعظ (امام قسطلانی) جیسا عظیم فاضل بھی نعلین کے بارے میں اتنے قصائد کا ذکر نہیں کر سکا۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کی۔
اس کے بعد بعض مخلصین نے مشورہ دیا کہ آپ اس موضوع پر قصائد جمع کریں مگر میں نے کہا کہ وہ تمام مواد مغرب میں ہے یہاں حالت سفر میں یہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں؟ لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے میرے اس عذر کو قبول نہ کیا کہ علم کے لیے بڑے بڑے اکابر نے سفر کیا اور دوران سفر کام کیا۔ امام المعقولات

صاحب تصانیف کثیرہ مولانا سند الملت والدین التفازانی نے شرح تلخیص المعانی میں کہا :

یومًا بحزوی و یومًا بالعقیق و بالعذیب یومًا و یومًا بالخلیص
 کسی دن حزوی، کسی دن عقیق، کسی دن عذیب اور کسی دن خلیص میں ہو
 میں نے عرض کیا کہ کہاں میں اور کہاں وہ اکابرین، نفع و نقصان، میٹھا اور
 کڑوا یکساں نہیں ہوتے۔ صدف، موتی کا مقام نہیں پاسکتی اس پر انہوں نے
 کہا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں درست و صحیح ہے مگر مثل مشہور ہے ”جو پانی
 نہ پاٹے مٹی سے تیمم کرے“۔ اب میرے لیے فقط ایک ہی راہ تھی کہ اللہ تعالیٰ
 سے اجر جزیل حاصل کرنے کے لیے بطور برکت نعل مقدس کی خدمت کروں۔
 علاوہ ازیں اس موضوع پر متقدمین اور معاصر لوگوں کا کام بھی اتنا نہیں تھا تیس
 مقطعات ملے جو سبقتی علماء نے تحریر کئے تھے۔ اس موضوع پر کچھ کام درج
 ذیل اسلاف نے بھی کیا ہے :

۱۔ امام حافظ ابوالربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی نے اس پر ایک تہذیب
 لکھا جو نظم و نثر پر مشتمل تھا اس کا نام ”نتیجۃ الحب الصمیم و زکوة المنثور و منظوم“
 ہے۔ شیخ ابن رشید نے نام کے بارے میں کہا کہ اگر منشور و منظوم کی جگہ
 ”النشر اور النظیم“ ہوتا تو بہتر تھا۔

۲۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن الحاج المزنی الاندلسی۔ میری نظر سے ان کے
 تالیف نہیں گزری۔ سنا ہے کہ اس موضوع پر کامل و جامع نہیں۔

۳۔ شیخ ابن الحاج کے بعد ان کے شاگرد امام ابن عساکن نے کام
 کیا۔ فقیر نے زیر نظر کتاب کا مسودہ ان کی تالیف کے مطالعہ سے پہلے تیار
 کر لیا تھا۔ لوگوں کے پاس اس تالیف کے متعدد نسخے دیار روم وغیرہ

میں تھے۔ مجھے بھی اس کا نسخہ ملا جو نہایت مختصر تھا۔ اس میں نعلین شریفین کا بھی نقش تھا۔ یہ نسخہ سات چھوٹے صفحات پر ابن الحاج کے قصیدہ اور نعلین کے بعض خواص پر مشتمل تھا۔

۴۔ شیخ الاسلام السراج البلقینی۔ انہوں نے مذکورہ تالیف کو مختصر انداز میں بیان کر دیا تھا۔ اس کی ابتداء ان کلمات سے ہو رہی ہے۔ ”سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آثار محمدیہ کو آفاق میں نہایت فرمایا۔ اور انہیں آنکھوں اور دلوں کے لیے ٹھنڈک بنایا۔ ان کی خدمت کے لیے ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جس نے سینوں اور سفینوں کے ذریعے اسے روایت کیا۔ وہ راہ محمدی کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اخلاق سنورتے ہیں۔ پھر لوگ ان کے قدموں کی شوق کے ساتھ خدمت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہر درجہ سے بلند ہے۔ جنہیں عالم گیر شریعت و دین عطا ہوا۔ اور وہ مقام جو خالق نے انہیں کے ساتھ مخصوص فرمایا ان کی آل و اصحاب اور ان کے متبعین پر بھی۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد بعض اہل محبت و شوق نے مجھے کہا کہ حضور علیہ السلام کے نعلین مقدسہ پر مکھیاں تاکہ سدر سے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ جز تحریر کیا ہے اس میں میں نے اپنی سند بھی ذکر کی ہے۔ اس کا نام ”خدمۃ النعل المقدم المحمدی“ رکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے آثار کی اتباع کی توفیق دے۔ آمین و الحمد للہ رب العالمین!“

یاد رہے یہ رسالہ بھی چھوٹے سات صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ خطبہ نصف صفحہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

الحمد للہ فقیر نے زیر نظر کتاب میں وہ تمام مواد جمع کر دیا ہے جسے
 ابن عساکر، شیخ السبکی اور امام بلقینی نے ذکر کیا اور یہ اس کے عشر عشر بھی
 نہیں جو میں نے اضافہ کیا۔ یہ فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہوا۔ اس
 میں تین سو سے زائد قصائد بھی ہیں۔

ترتیب کتاب

یہ کتاب مقدمہ، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔
 مقدمہ میں، نعل، قبال، شراک اور شیع کے مفاہیم وغیرہ پر گفتگو ہے۔
 باب اول میں ان احادیث مبارکہ کا ذکر ہے جن میں نعل نبوی کا تذکرہ ہوا ہے۔
 ان احادیث میں وارد شدہ الفاظ کا مفہوم اور ان پر محدثین کے بیان کردہ
 فوائد کا بھی تذکرہ ہے۔

باب ثانی میں نعلین مبارکہ کی مختلف تصاویر اور ان کے ناقلین کا تفصیلی تذکرہ
 ہے۔

باب ثالث ان قصائد پر مشتمل ہے جو اپنے اپنے درجہ میں اہل عقیدت و محبت
 نے نعلین کی شان میں تحریر کئے۔

باب رابع۔ نعلین کے فوائد و خواص پر مشتمل ہے۔
 خاتمہ میں نعلین سے متعلقہ مختلف امور کا تذکرہ کیا ہے۔

میں نے اس موضوع پر پہلے بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "النعلات
 العنبریہ فی نعل خیر البریۃ" رکھا مگر وہ مختصر تھی۔ زیر نظر کتاب اس کی نسبت بہت
 ضخیم ہے۔ اس کا نام "فتح المتعال فی مدح النعل" رکھ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے اس دن نافع بنائے جس دن مال اولاد نفع

نہیں دیں گے مگر جسے اللہ قلب سلیم کے ساتھ لائے۔ اب ہم اپنے مقصود کی طرف آتے ہیں۔ اللہ سبحانہ، پرہی اعتماد بھروسہ اور توکل ہے۔ وہی سیدھی راہ کا ہادی ہے۔ وہو حسبی ونعم الوکیل لا رب غیرہ ولا خیر الاخیر۔



WWW.NAFSEISLAM.COM

مقدمہ

فعل - قبال، شرک اور شسم
کے

مفہم پر تفصیلی گفتگو

WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM

مقدمہ، نعل، قبال، شراک اور شیع کے معانی اور اس سے متعلق دیگر قیمتی
مباحث پر مشتمل ہے۔
نعل کا معنی

۱۔ ابن سیدہ نے المحکم میں لکھا ہے کہ نعل وہ شے ہے جس کے ذریعے قدم کو
محفوظ رکھا جائے۔ بعض ائمہ لغت کے نزدیک نعل وہ شے ہے جو قدم کو زمین سے
محفوظ رکھے اور نیڈ لی تک نہ ہو۔

صاحب قاموس کہتے ہیں "نعل اسے کہا جاتا ہے جو قدم کو زمین سے بچائے۔ اس
کی مؤنث نعلۃ اور جمع نعال ہے۔ حسن بن احمد، اسحاق بن محمد، ابو علی ابن دو ما کہتے
کہتے ہیں کہ نعل کی جمع نعالیون بنانا اختراع ہے۔

نعل بروزن فرج ہے۔ تسنل اور تسنل کا معنی اس نے پہنا۔ چنانچہ وہ لوہا جو
تلوار کی میان کے نیچے ہو، زمین کا وہ حصہ جو سخت اور چٹیل ہو اور اس پر کچھ نہ اُگے،
وہ کمزور انسان جس کو زمین کی طرح رونداجائے۔ بیوی۔ اور وہ چیز جس کے ذریعے
چارپائے کا پاؤں بچایا جائے، نعل کہلاتا ہے۔

دلعلم، بروزن منع (ان کو نعال حاصل ہوئے)

شیخ شہاب احمد بن اسمین حلبی "عمدة الحفاظ فی تفسیر اشرف اللفاظ" میں، ارشادِ باری تعالیٰ "انخلع نعلیک" کے تحت، لفظ نعل کے بارے میں لکھتے ہیں، نعل سے وہ شے مراد ہے جو انسان اپنے پاؤں میں پہنتا ہے۔

شئی نے لکھا ہے ان ھالک کل من یحفی ویتنعل (ہر ایک ہلاک ہونے والا ہے خواہ وہ بنگا ہے یا جوتا پہنے ہوئے)

لفظ نعل مونث ہے۔ عرب شعرا نے اس کی طرف ضمیر مونث لوٹائی ہے "حتی لنعرقن القاہا" نعل الفرس اور نعل السیف (وہ لولا جو میان تلوار کے نیچے لگا ہو۔ بھی اسی قبیلہ سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

کان نعل سیف رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میان تلوار
عصر اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من چاندی کی تھی۔

نضۃ۔

إذا ابتلیت النعال فالصلاة فی الرحال میں زمین کا سخت ہونا یا جوتا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

نعل سے رجل ذلیل بھی مراد ہوتا ہے۔
منقول ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جن نعلین کے اتارنے کا حکم ہوا وہ گدھے کی اس کھال سے بنے ہوئے تھے جو بنگی ہوئی نہ تھی۔

ایک ضرب المثل ہے "خدر فی فانک فاسۃ"۔ یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس میں کسی کام کی ہمت تو ہو مگر وہ اس میں کوتاہی برتے۔ اس محاورہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس دو کینز تھیں۔ ایک پاؤں سے ننگی اور دوسری نے جوتا پہنا ہوا تھا۔ اس نے نعل والی سے کہا اس پتھر ملی زمین پر چل کر فلاں کام کر کیونکہ تو نے جوتا پہنا ہوا ہے۔

شیخ ابن سہین کے مذکورہ کلام کی تشریح

جس حدیث کا ذکر انہوں نے کیا ہے اسے امام طبرانی نے ان الفاظ میں تفصیلاً روایت کیا ہے :

کان له صلى الله عليه وسلم
سيف محلول قائمه فضة
ولعله فضة وفيه حلق
من فضة وكان يسمنى
ذ الفقار۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار چاندی
سے مرتع تھی اس کا قبضہ اور میان
چاندی کے اور اس میں چاندی کے حلقے
تھے اور اس کا نام ذوالفقار تھا۔

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ۔

كان على موسى يوم كلمه
ربه كساء صوف و جبة
صوف و سراويل صوف
و كانت نعلاه من جلد
حمار ميت۔

جس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام
نے اپنے رب سے بلا واسطہ کلام کا
شرف پایا اسی دن آپ اونٹنی چادر،
اونٹنی جیبہ اور اونٹنی شلوار پہنے ہوئے
ہوئے اور آپ کا جوتا مردہ گدھے کے

کھال کا بنا ہوا تھا ۔

امام فخر الدین رازی اور ایک صوفی کا قول

ہمارے اسلاف میں سے امام قاضی ابوعبداللہ قرشی تلمسانی نے اپنی کتاب "الحقائق والدقائق" میں امام رازی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کا گزر ایک صوفی شیخ پر ہوا۔

شیخ کو بتلایا گیا کہ یہ وہ امام ہیں جنہوں نے وجودِ باری تعالیٰ پر ایک ہزار دلیل قائم کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اگر انہیں اس کی معرفت ہو جاتی تو اس پر استدلال نہ کرتے۔ یہ بات جب امام رازی کے علم میں آئی تو فرمایا:

نحن نعلم من وراء الحجاب ہم اسے حجاب کے پیچھے سے جانتے
وہم ينظرون من غير ہم ينظرون من غير ہیں اور یہ لوگ اسے بلا حجاب دیکھتے ہیں۔
الحجاب۔

”فاخلع نعليك“ کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی نے بعینہ وہی بات کہی ہے جو شیخ نے کہی تھی۔

”اہل معرفت فرماتے ہیں کہ وجودِ صالح پر ان دو مقدمات سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

کل عالم محدث و ممکن (تمام عالم محدث و ممکن ہے)
کل ما كان كذلك فله صالح (اور جو بھی محدث ہوتا ہے اس کے لیے مؤثر
و صالح کا ہونا ضروری ہے)

یہ مقدمات عقل کی مستعد مک رسائی کے لیے تعلیم کی مانند ہیں۔ جب معرفتِ خالق نصیب ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ ان مقدمات کی طرف التفات نہ ہے کیونکہ جس قدر التفات غیر کی طرف ہوگا اسی قدر معرفت میں استغراق سے محرومی ہوگی تو جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا دل کو ان مقدمات (تعلیم) سے فارغ کر لو۔ اب تم معرفتِ الہی کے سمندر میں ہلو۔ انفا انار دیش (بلاشبہ میں ہی تیرا رب ہوا)

(تفسیر کبیر جلد ۲۲ ص ۱۷۱)

شیخ توندی نے شرح شقراطیہ میں ابن السمین کے ساتھ کچھ اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"المستغل (جوتے کے ساتھ چلنے والا) نعل اور انتعل دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جوتا پہننے والے شخص کو "رجل ناعل" کہا جاتا ہے جو شخص کسی سخت و دشوار کام پر قادر ہو اس کام کی بجآوری کے لیے عرب بقولہ ہے: "اطرى فانك ناعلة" ان الفاظ کے مؤنث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ ایک آدمی نے بکریاں چرانے والی سے کہا تھا کہ تہیں نرم مقامات پر چراتی ہے سخت و دشوار پر نہیں۔ مخاطب عورت تھی تو وہاں الفاظ بھی مؤنث لائے گئے پھر جب یہ الفاظ بطور محاورہ استعمال ہونے لگے تو مذکر و مؤنث کا فرق مٹ گیا کیونکہ ضرب المثل میں تبدیلی اور تغیر نہیں ہوتا۔ اس محاورہ میں "ناعلة" سے بقول ابوعلیہ کے "قدموں کی جلد کا سخت ہونا" بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ابو الطیب کہتا ہے:-
ولعجبی رجلا فی النعل انی رأیت ذالعل اذا کنت حافیا
مجھے تیرے پاؤں کا جوتوں میں ہونا متعجب کر رہا ہے کیونکہ میں تو تجھے ننگے پاؤں بھی صاحب نعل ہی دیکھتا ہوں)

مصباح وغیرہ میں ہے کہ لفظ نعل مؤنث ہے۔ اس کا اطلاق "تامومہ پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شرح شمائل ترمذی میں نعل کا معنی کچھ اس طرح کرتے ہیں:-
ما دقیت به القدم عن الارض وہ شے جس کی وجہ سے پاؤں کو زمین سے محفوظ رکھا جائے۔

امام ترمذی نے نعل اور خف میں عرفاً تغایر کی وجہ سے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں اور اگر عن الارض کی قید کو نعل کی تعریف کا حصہ مانیں تو ان میں لغت بھی تغایر ہو جائے گا۔ صاحب قاموس اور بعض دیگر ائمہ لغت کے کلام سے ظاہر یہی ہوتا ہے۔ کہ عن الارض تعریف کا حصہ ہے۔ علامہ عصام الدین نے تو اس پر تصریح کرتے ہوئے

کہا کہ تعریف فعل میں خف شامل نہیں کیونکہ یہ ان اشیاء میں سے نہیں جو زمین میں پاؤں کو محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

سے: لفظ فعل کا مؤنث ہونا ان دو دلائل کی وجہ سے مخدوش ہے۔

۱۔ اس کی تصغیر بغیر تاکہ فعل آتی ہے۔ حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ جو مؤنث تاکہ سے خالی ہو اس کی تصغیر میں تاکہ آنا ضروری ہوگا تاکہ اس اسم کے مؤنث ہونے کا علم ہو سکے اور تصغیر کلمات کی اصل صورت حال سے آگاہ کر دیتی ہو شیخ ابن مالک نے یہی ضابطہ اس طرح بیان کیا ہے۔

”اس بات کا علم کہ اس کلمہ میں تاکہ مقدر ہے یا تو اس کلمہ کی طرف لوٹنے والی قریب ضمیر آگاہ کرے گی یا تصغیر۔“

۲۔ ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ سے مخی طلب کیا:

یا خیر من یحیی بنی آدم فرد۔ (اے وہ ذات جو تمام ان لوگوں سے بہتر ہے جو فعل میں چلتے ہیں)

یہاں لفظ فرد، فعل کی صفت ہے۔ حالانکہ مذکور ہے اگر لفظ فعل مؤنث ہوتا تو صفت بھی مؤنث ہوتی جاتی۔

ج: ان دلائل سے لفظ فعل کا مذکر ہونا ثابت نہیں ہوتا پہلی دلیل سے جو کچھ ثابت ہو چکا ہے وہ از قبیل شاذ ہے جو قابل توجہ نہیں۔ بہت سے الفاظ مؤنث ہیں مگر ان کی تصغیر شاذ ہو کر بغیر تاکہ آتی ہے۔ مثلاً درع، حرب، زود، ناب اور اس کی تصریح ابن شہام اور ماوردی نے کی ہے۔ علاوہ ازیں بعض ائمہ نے فعل کی تصغیر نعیلہ ہی بیان کی ہے۔

دوسری دلیل بھی قوی نہیں کیونکہ ابن اثیر نے صحابی کے اسی قول کے بارے لکھا

ہے کہ نعل کے مؤنث ہونے کے باوجود لفظ فرد مذکر کا صفت لانا اس لیے ہے کہ نعل کا مؤنث ہونا حقیقی نہیں بلکہ غیر حقیقی ہے۔

ابن اثیر کا موقف اور اس کا رد

مجھے ابن اثیر کا درج ذیل موقف ہمیشہ کھٹکتا تھا کہ مؤنث کی دو اقسام ہیں ایک یہ کہ اس میں تا ظاہر ہو۔ دوسری جس میں تا مقدر ہو۔ پہلی کی تین صورتیں ہیں :-
مؤنث المعنی مثلاً عائشہ۔ یہ ضرورت کے بغیر مذکر مستعمل نہیں ہوگی۔ مؤنث اللفظ مثلاً حمزہ ضرورت کے بغیر مؤنث نہیں ہوگی اور مالیس معناه مذکر حقیقہ (جس کا معنی حقیقہ مذکر نہ ہو) مثلاً خشبہ یہ لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہوگی۔ خشبہ واحدة۔ واضح رہے یہ تقسیم وہاں جاری ہو سکتی ہے جہاں مذکر و مؤنث میں امتیاز ہو۔ اگر امتیاز ہی نہیں مثلاً نخلۃ تو بہر حال مؤنث ہی مستعمل ہوگی۔ اسی لیے ان لوگوں کے استدلال کو وہم قرار دیا گیا ہے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور چوٹی کو مؤنث ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "قالت نخلۃ" سے استدلال کیا۔ دوسری قسم جس میں تا مقدر ہو مثلاً کتف، ید، نعل وغیرہ۔ اس قسم کا مدار سماع پر ہے۔ تا کے مقدر ہونے پر اس کلمہ کی تصغیر دلالت کرتی ہے مثلاً کتف سے کتیفۃ اور اس کے مؤنث ہونے کا علم تصغیر کے علاوہ عود ضمیر اور حذف تا عدد سے بھی ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی کلمہ عرب مؤنث استعمال کریں مگر اس کی تصغیر میں تا نہ آئے تو یہ شاذ ہوگا۔ اس طرح کے کچھ الفاظ کا تذکرہ ہم نے پہلے کر دیا ہے۔ یاد رہے انہی الفاظ میں سے لفظ "نعل" ہے۔

پھر میں نے علامہ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفراہنی کا شرح شامل میں نعل واحد کے تحت ابن اثیر کا یہ رد پڑھا کہ یہاں واحد کی جگہ واحدة کا لفظ آنا چاہیے۔

کیونکہ نعل مؤنث ہے اور جن لوگوں (ابن اثیر) نے اس کے مذکر ہونے کی توجیہ یہ کی ہے کہ نعل کے مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے ان پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ مؤنث حقیقی اور غیر حقیقی کے درمیان فرق اسناد فعل میں ہے نہ کہ عدد میں ابنا عشرۃ تمرات نہیں کہا جاسکتا۔ الحمد للہ اس رد نے میرے موقف کی تائید کر دی کہ لفظ نعل مؤنث حقیقی ہے) پھر علامہ ابن حجر نے حدیث مذکور کی شرح میں یہ کہہ کر بھی مجھے تقویت دی کہ ترمذی کے ایک نسخے میں نعل واحد ہے یہاں حاجت تاویل ہے اور اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ نعل مؤنث غیر حقیقی ہے۔ دوسرے مقام پر علامہ تفسیر الکافی میں نعل اور صورت نعل کے بیان میں کہتے ہیں کہ لفظ نعل کے مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے بتاویل ملبوس اس کا مذکر ہونا بھی صحیح ہوگا۔

لیکن آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ لفظ نعل کی صفت مذکر لانے کی علت اس کا مؤنث غیر حقیقی ہونا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث اسراء میں رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان الفاظ بطست من ذہب ممتلحکمة وایماناً (ایک سونے کی پیٹ لائی گئی جو حکمت و ایمان سے (بھری ہوئی) معمور تھی) کی تشریح میں لکھا کہ یہاں ممتل کا مذکر لانا لفظ طست کی وجہ سے نہیں کیونکہ وہ مؤنث ہے البتہ اس کے معنی انا کی وجہ سے ہے۔ یہ گفتگو بھی ابن اثیر کی تردید کر رہی ہے۔ اگر ابن اثیر کا اطلاق درست ہوتا تو حافظ عسقلانی وہی عذر پیش کر دیتے کہ یہ مؤنث غیر حقیقی ہے، طست کی انا کے ساتھ تاویل نہ کرتے اور ان کا یہ کہنا کہ لفظ طست کی صفت نہیں کیونکہ وہ مؤنث ہے واضح طور پر ابن اثیر کے اطلاق کی نفی ہے۔ باقی علامہ ابن حجر کے کلام میں کچھ ابہام تھا کہ انہوں نے مؤنث غیر حقیقی کو جنس علت قرار دیا لیکن حافظ کا کام میں ایسی کوئی بات ہی نہیں کیونکہ انہوں نے علت ہی کسی اور کو قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں زجارج کہتے ہیں کہ کلام عرب میں لفظ طلست اگرچہ اکثر طور پر مٹوث
مستعمل ہے مگر بعض اوقات بطور مذکر بھی آتا ہے تو اب لفظ حدیث میں تاویل کی
ضرورت ہی نہیں رہتی۔

قول ابن اثیر کا محل

البتہ اس طرح کے مقامات ان کے اطلاق کا محل بن سکتے ہیں جیسا کہ حضرت
قنادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا :
کیف کان نعل رسول اللہ حضور علیہ السلام کے نعلین کس طرح
صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے؟

یہاں حذف تا کی وجہ نعل کا مٹوث غیر حقیقی ہونا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ فاعل
اسم ظاہر مٹوث غیر حقیقی ہو تو فعل کا مٹوث و مذکر دونوں طرح لانا جائز ہوتا ہے جیسے
طلعت الشمس، طلع الشمس لیکن اسم ضمیر سو تو پھر فعل کا مٹوث ہی لانا ضروری
ہے۔ جیسے الشمس طلعت۔ حدیث مذکورہ میں تا کا حذف اسی قاعدہ پر ہے۔
سابقہ گفتگو میں علامہ عصام الدین اور ابن حجر نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا۔ قواعد
عربیہ کے مطابق واضح ہو گیا کہ لفظ نعل کی طرف بغیر تا کے بھی فعل کی نسبت بلا تاویل
جائز ہے اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو خیر ہی میں اضافہ ہے نقصان دہ نہیں۔
ایک محاورہ یہ بھی ہے انعلت الخیل (گھوڑے کو نعل پہنایا) حدیث میں
بھی ہے کہ غسانی لوگ گھوڑوں کو نعل پہناتے ہیں قاموس کے حوالے سے یہ پہلے بھی
بیان ہو چکا ہے اور اس پر آئندہ بھی گفتگو ہوگی۔

نعل کو خدا بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے کہا ہے

الناس مثل زمانهم قد الحذاء علی مثاله

وَكُذًا إِذَا أَفْسَدَ الزَّمَانُ جَرَى الْفُسَادُ عَلَى رِجَالِهِ
 لوگ اپنے اپنے معاشرے کے مطابق ہوتے ہیں جیسا کہ جوتا ایک دوسرے
 کی مانند اور جب زمانے میں فساد آجائے تو وہ لوگوں میں بھی سرایت کرتا ہے
 جوتا پہنے ہوئے شخص کو اٹھادی کہتے ہیں ایک شاعر نے کہا ہے کُلُّ الْحَذَّائِيَّةِ
 الْحَذَّاءُ فِي الْوَقْعِ۔

(پتھروں پر ننگے پاؤں چلنے والا یہی چاہتا ہے کہ اسے پورے پاؤں کا جوتا مل جائے۔
 حذو بحد و بروزن دعایدعو ہے۔

قَسَّ بِالتَّجَارِبِ أَغْفَالَ الْأُمُورِ كَمَا نَقِيسُ نَعْلًا بِنَعْلٍ حِينَ تَحْذُوهَا
 ر بھولی ہوئی اشیاء کو تجربات سے جان جیسے کہ ایک جوتے کو دوسرے کے برابر کیا
 جاتا ہے)

تَخَالَفَ الْحَذَّاءُ: ایک مشہور محدث کا نام بھی ہے۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کہ جوتا
 بناتے نہ تھے مگر بنانے والوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ بنانیوالوں کے پاس بیٹھتے تھے۔
 متعدد احادیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو خرافات سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

لِتَرْكِبْنَ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ تَمَّ سَابِقَ أَمْتِوْنَ كَيْ يَهْدِيَهُمْ
 حَذُّو النِّعْلَ بِالنِّعْلِ۔
 پیروی کرو گے۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً ہے

لِيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى مِثْرِي أُمَّتٍ بِرَبِّهِ بَعِينَةٍ وَهِيَ (حَال)
 عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذُّو أُمَّةٍ كَأُمَّةِ إِسْرَائِيلَ بِرَبِّهِ

النَّعْلَ بِالنِّعْلِ۔

۲۔ گمشدہ اونٹ کے بازے میں فرمایا:

لہا معہا هذا وھا وسقا وھا اس کے ساتھ اس کا خف اور پانی ہوتا ہے۔

یعنی اونٹ پانی نہ ملنے کے باوجود سفر کر سکتا ہے۔

۳۔ سخت بارش کے موقع پر گھر نماز کی اجازت ان الفاظ میں دی۔

اذا ابتلت النعال فالصلاة
فی الرجال
جب جوتے کچھڑ میں پھنس جانے کا
خطرہ ہو تو گھر نماز ادا کر لو۔

شیخ ابو محمد قاسم بن علی حریری نے "درۃ الغواص فی اوہام الخواص" میں کہا ہے کہ مذکورہ حدیث میں نعل کا معنی زمین کا سخت ہونا ہے۔ ثعلب نے ابو سلمہ کے حوالے سے فراء سے النعال کا معنی الارضون الصلاب (سخت زمین) نعل کیا ہے۔

قوم اذا اخضرت لعالم ، یقناہون تناہق الحمہ
(جب لوگوں کی ٹھیل زمینیں سرسبز ہوں تو وہ گدھوں کی طرح ہنہاتے ہیں)
ثعلب کے نزدیک معنی حدیث یہ ہوگا کہ زمین پر پھسلنے کا خطرہ ہو تو نماز گھر ادا کر لو۔

نعل کا معنی زوجہ کے بھی آتے ہیں۔ حریری نے مقامات میں لکھا۔

ان من لمس ظہر نعلہ ینتقض
وضوہ من فعلہ
جس نے زوجہ کی پشت کا لمس کیا
اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

فائدہ در استعمال کا

عربوں کے یہ محاورات ضرب امثل ہیں

کاد المتنعل ان یکوسن راکتا (صاحب نعل قریب ہے وہ سوار

ہو جائے)

کاد المحرلین ان یکون عبدًا (قریب ہے حرلین غلام بن جائے)
کاد الفقر ان یکون کفرًا (قریب ہے کہ بھوک و افلاس انسان کو
کافر بنا دے)

کاد البیان ان یکون مسحًا (قریب ہے کہ خطاب جادو کا کام دے)
کاد البخیل ان یکون کلبًا (قریب ہے بخیل لگ ہو جائے)
عن قریب آ رہا ہے کہ ان میں سے بعض محاورات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے کلام میں بھی ہیں۔

حمیری نے درالغواص اور مسعودی نے شرح المقامات میں مذکور ہر محاورے
پر حکایت نقل کی ہیں۔ ہم ان کا ذکر اس مبارک کتاب کے شایان شان نہیں سمجھتے۔
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے :

المتنعل بمنزلة الراكب (صاحب نعل سوار کی مانند ہے)
ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا :
المتنعل راكب (صاحب نعل سوار ہوتا ہے)

امام بخاری نے تاریخ، امام احمد نے مسند، حاکم نے مستدرک میں حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے، طبرانی نے کبیر میں حضرت عمران بن حصین اور اوسط میں حضرت
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا :

استكثروا من النعال فان نعال پہنا کرو۔ مرد جب تک نعل
الرجل لا يزال راكبًا مدام پہنتا ہے۔ سوار ہوتا ہے۔
متنعلًا۔

حدیث کاد المحلیم ان یکون نبیًا۔ (قریب ہے برہنہ بنی ہو جائے)

کو خطیب بغدادی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ کادۃ
النمیمۃ ان تکون سحرًا (قریب ہے چنل خوری جادو کا کام دے)۔ اسے شیخ
ابن لال نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کادۃ الفقدان یکون کفرًا
کادۃ الحبۃ ان یکون بسبق القدر (قریب ہے حسد ہانڈی تک لیجائے)
اسے امام ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے۔

میں چار بیٹوں کے کھوجانے پر نہ رویا مگر تو

ایک ضرب المثل زلت به القدم والنعل (مشکل مقام پر قدموں کا
ڈنگا جانا بھی ہے)

اس سلسلہ میں صاحب "تنبیہ الاخیار علی ما فی المناہات فی الاشعار"
نے ایک نہایت عجیب حکایت نقل کی ہے کہ جب بنو عباس غالب آگئے تو بنو امیہ
کے لوگ پس پردہ چلے گئے۔ بنو عباس نے انہیں امن دینے کا اعلان کیا تو ان
میں سے ایک جماعت مقام حیرہ پر جمع ہوئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی کہانی سنائی، ایک
نے کہا ہم میں سے ایک شخص کا چھوٹا بچہ اور حسین و جمیل بچی تھی۔ جب اس کے قتل کا
حکم ہوا تو اس نے بچی حیرہ کے ایک شخص کے سپرد کر دی۔ اس شخص کے چار بیٹے شیر
کی مانند تھے۔ بنو عباس کو جب بچی کا پتہ چلا تو انہوں نے اس شخص سے کہا تم بچی ہمارے
حوالے کر دو۔ اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کے بڑے بیٹے کو دزدوں
کے جزیرے میں پھینک دیا یہاں جو جاتا واپس نہ آتا۔ اس پردہ اپنے انکار پر قائم
رہا۔ پھر دوسرے بیٹے کو ڈال دیا اور پوچھا بچی تیرے پاس ہے مگر اس نے پھر
انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے تیسرے کو ڈال دیا اس نے کہا تم جو چاہو کرو مگر میں
مل سکتی۔ لہذا انہوں نے چوتھے بیٹے کو بھی ڈال دیا مگر اس نے لڑکی ان کے سپرد نہ

کی۔ ایک دن وہ شخص اس لڑکی کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ رو رہی تھی۔ رونے کی وجہ پوچھنے پر کہنے لگی میں ان بچوں کی ماں کو کنگھی کر رہی تھی تو اس نے مجھے اس کنگھی سے تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ شخص رو کر کہنے لگا۔ لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ۔

انت من هذا تبکین وانا تو اس ذرا سی تکلیف پر آنسو بہا رہی
لا ابکی من فقد الاولاد ہے اور میں چار بیٹوں کے کھو جانے
الاربعة۔ پر بھی نہیں رو رہی۔

پھر وہ آدمی سو گیا خواب میں اس بچی کے مقتول والد سے ملاقات ہوئی اس آدمی نے یہ اشعار پڑھے اور بتایا کہ میں نے اپنے بیٹوں کے کھو جانے پر صبر و صہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔

ویا صاحبی قامیت فی طلب العنا مواقف احوال بہا النعل زلت
لتعلم انی قد وفیت وقلما و فی من جمیع الناس حی لیت
راے میرے دوست ایسے مشکل مقامات پر وفاداری کا اندازہ خود کر۔ یہاں قدم
پھسل جاتے ہیں تاکہ تو جان لے کہ میں نے وفا کی ہے ورنہ فوت شدہ کے لئے کوئی
زندہ کم ہی وفا کرتا ہے۔

مقتول نے اس شخص کی وفاداری پر دعا دی اور کہا:

قد وئد غیضان للجزیرۃ عندھا بنوکم ہم بین سبب دلبوۃ
ود وئد اصل السر وکنز اذ فنتہ تجدد و قسم فی البنین مع ابنتی
اس جزیرے میں جاؤ۔ وہاں تمہارے کلم بیٹے درندوں کے درمیان محفوظ ہیں اور وہیں
میں نے ایک خزانہ دفن کیا تھا اسے بھی حاصل کر لو اور اسے میری بیٹی سمیت اپنے بیٹوں میں
تقسیم کر دو۔

وہ بیدار ہو کر جزیرہ میں گیا تو وہاں درندے ان لڑکوں کی حفاظت کر رہے تھے

اسے دیکھتے ہی وہ چلے گئے۔ انہوں نے وہ خزانہ حاصل کر کے بیٹوں میں تقسیم کیا۔
اور بڑے بیٹے کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا۔

یہ حکایت میں نے قاضی القضاۃ عز الدین احمد بن ابراہیم عسقلانی صلیبی سے
نقل کی ہے۔ یہ بڑی اہم کتاب ہے۔ اس پر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے حروف
ابجد کے مطابق اضافات بھی کئے ہیں۔

قبال لنعل معسنی

قبال قاف کے نیچے زیر بر وزن قبال جوتے کا وہ زمام جو پاؤں کے
درمیانی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان ہوتا ہے (قاموس) زنجیری کہتے
ہیں کسی شے کا وہ حصہ جو سامنے ہوا سے قبال اشی و قبلۃ کہا جاتا ہے۔ جب
جوتے میں زمام لگایا جائے تو کہا جاتا ہے۔ اقبل نعلہ۔ گذشتہ صفحات میں
یہ حدیث بیان کی گئی ہے قابلو النعال (جوتوں پر زمام لگا دو) بقول ابو عبیدہ
یہ قسمہ لگام کی طرح انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے بعض نے شرح حدیث ان
الفاظ میں کی ہے: کہ شراک کی فرع کو گانٹھ کی طرف لٹاؤ۔

صاحب "سبیل المہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد"

لفظ "قبال" کے بارے میں لکھتے ہیں، قاف کے نیچے کسرہ

وہ بھدری جس میں وہ قسمہ باندھا

السیر الذی یعقد فیہ

جاتا ہے جو درمیانی اور اس سے

الشمع الذی یکون بین

متصل انگلی کے درمیان ہوتا ہے۔

الاصبع الوسطی والقی تلیھا۔

بعض اہل لغت کے نزدیک اس سے مراد وہ قسمہ ہے جو دو انگلیوں کے درمیان

ہوتا ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے لفظ قبال، قبال العدم سے

بنا ہوا اور برتنے کے پہلے حصہ کو قبال کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشانی اور اونچی جگہ کو بھی قبال کہتے ہیں کیونکہ وہ دیکھنے والے کے سامنے ہوتی ہیں۔ زرخشری کی سابقہ گفتگو سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

طَلَقُوا النِّسَاءَ لِقَبْلِ عَدْتِهِنَّ عَدَّتْ كِيَّ امْدٍ بِطَلَاقٍ دُو
دوسری روایت میں "فِي قَبْلِ طَهْرِهِنَّ" ان کے طہر کی آمد پر کے الفاظ ہیں۔ ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی ان یضْحِي بِالْمُقَابِلَةِ۔ مقابلہ جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔ مقابلہ جانور اس کو کہتے ہیں جس کے کان کا ابتدائی حصہ اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ لٹکتا رہے۔

ابن عساکر کا رد

شیخ سراج بلقینی کہتے ہیں کہ ابن عساکر کی مذکورہ رائے قابل توجہ نہیں کیونکہ اشتقاق کے لیے معنی میں موافقت ضروری ہے حالانکہ جو قبال معنی "شی کے ابتدائی حصہ" ہے وہ بضم القاف ہے اور جو قبال بکسر القاف ہے اس کا استعمال "زمانہ اور وقت" کے لیے ہے۔ توجب معنی میں موافقت نہیں تو اشتقاق کیسے ہوگا۔

لفظ شراک کی تحقیق

شراک (دشمن کے نیچے زیر) نعل کے تسموں میں سے ایک تسمہ جو اس کے سامنے والے حصہ پر ہوتا ہے۔ یہ اس دوسرے معنی کے بھی قریب ہے کہ شراک نعل کا وہ باریک تسمہ ہوتا ہے جو پشتِ قدم پر ہوتا ہے۔ روایت صحیح میں سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد بیمار ہوئے تو آپ نے یہ شعر پڑھا :-

کل امرء مصبغ فی اہلہ و الموت ادتی من شرک النعلہ
 ہر شخص اپنے اہل میں اس حال میں صبح کرتا ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمہ
 سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے)

بخاری اور مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت

ہے :

الجنة اقرب الی احدکم من
 شرک النعلہ - والنار
 مثل ذلک -
 جنت تم میں سے ہر ایک کے جوتے
 کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔
 اسی طرح جہنم بھی۔

لفظ شمع کی تحقیق

قاموس کے مطابق شمع (کبرشین) اور قبال دونوں ہم معنی ہیں شمع النعل
 اور اقبل النعل، جوتے میں تسمہ لگوانے پر کہتے ہیں۔ اس کی جمع مشوعع ہے
 ابن عساکر اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں نعل کے تسموں میں سے تسمہ ہے۔

الذی یدخلہ المتنعل
 بین اصبعیہ و یدخل
 طرفہ فی الثقب الذی فی
 صدر النعل المشدود
 جسے صاحب نعل اپنی دو انگلیوں کے
 درمیان داخل کرتا ہے اور اس کے
 ایک سرے کو اس سوراخ میں داخل
 کرتا ہے جو صدر نعل کی لگام میں بندھا

ہوتا ہے۔

فی الزمام۔

زمام سے مراد وہ لگام ہے جس میں شمع باندھا جاتا ہے۔ امام نووی نے بھی

شرح مسلم میں یہی بات کہی ہے اور یہ رائے صاحب قاموس کے مخالف نہیں۔
البتہ صاحب سبل الہدی والرشاد کی رائے اس کے مخالف ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے
قبال کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ شیعہ اس کے علاوہ ہے۔ اب
کچھ روایات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں لفظ شیعہ آیا ہے۔

مجھے ممتاز رہت پسند نہیں

۱۔ ابن عساکر نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہا تھا۔ فانقطع شیعہ (آپ کا
تسمہ ٹوٹ گیا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جوتا مجھے عنایت کیجئے تاکہ درست
کردوں۔ آپ نے فرمایا:

هذه اثره ولا احب
یہ ممتاز رہنا ہے اور میں ممتاز رہنا
پسند نہیں کرتا۔

فضیلتِ خدمتِ اپنی جگہ مگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تواضع ایسا نہ
کرنے دیا تاکہ ساتھیوں میں امتیاز نہ ہو۔

اس بات کی تائید وہ واقعہ بھی کرتا ہے جو ایک سفر میں پیش آیا۔ کھانا پکانے
کا مرحلہ تھا۔ صحابہ نے مختلف ذمہ داریاں لیں۔ مثلاً کسی نے کہا میں آٹا گوندھتا ہوں۔
میں آگ جلاتا ہوں۔ میں پانی لاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنگل
سے لکڑیاں لاتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تکلیف نہ فرمائیں ہم خود لے
آتے ہیں۔ فرمایا:

قد علمت انکم تکفوننی
میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کرو گے
ولکن اکره ان اتمیز علیکم
لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم

فان الله يكره من عبده ان يراه متميزاً بين اصحابه -
 سے ممتاز رہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا دوستوں سے ممتاز ہونا پسند نہیں فرماتا۔

لفظ "اثرة" کی تحقیق

سابقہ حدیث میں لفظ اثرة (بمیزہ اور ثا دونوں پر زبر) آیا ہے۔ یہ اثریوثر سے جس کا معنی عطا کرنا ترجیح دینا اور کسی شے میں منفرد ہونا ہے۔ یہ ظلم کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔
 سترون بعدی اثرة تم میرے بعد دیکھو گے کہ تمہارے حقوق غصب ہوں گے۔

۲۔ امام بدر الدین عینی نے حدیث استخارہ میں حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ ذکر کیئے ہیں :

يسال احدكم رب حصى في شمع نخله -
 تم اپنے رب سے ہی مانگو حصى کہ جوتے کا تسمہ بھی۔

۳۔ محدث ابو یعلیٰ نے سند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سلوا الله كل شئ حصى الشمع فان الله ان لم ييسره لم ييسره -
 اللہ سے ہی مانگو حصى کہ تسمہ بھی کیونکہ وہ آسانی نہ فرمائے تو آسانی نہیں ہوتی

۴۔ امام ابن السنی "عمل اليوم والليلة" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

یسترجع احدکم فی کل شی
ہر شے میں انا للہ پڑھو جی کہ تمہ
حتی فی شمع لعلہ فانہا
ٹوٹنے پر بھی کیونکہ یہ مصائب میں سے ہے
من المصائب ۔

۵۔ ابن العربی نے الکامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا :

اذا انقطع شمع احدکم
جب تمہ ٹوٹ جائے تو انا للہ پڑھو
فلیسترجع فانہا من
کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔
المصائب ۔

چار اہم فوائد

- ۱۔ حضور علیہ السلام کی ہر نعل کی دو دو بھدریاں تھیں جیسا کہ اس پر عنقریب
احادیث آرہی ہیں۔ صرف ایک بھدری کا رواج امیر المومنین حضرت عثمان
بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے ہوا۔
- ۲۔ بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمام کو انگوٹھے
اور متصل انگلی کے درمیان اور دوسرے زمام کو درمیانی اور اس سے متصل
انگلی کے درمیان رکھتے اور ان دونوں کو اس تسمہ کے ساتھ جمع فرماتے
جو پشت قدم پر تھا جسے شراک کہا جاتا ہے۔ عنقریب ہم اس پر احادیث جمع
کریں گے کہ شراک بھی دو دو تھے۔

- ۳۔ بعض اہل علم نے قبال کی مذکورہ تعریف سے یہ کہتے ہوئے اختلاف کیا ہے
کہ اس میں دوسرے اقوال کے ساتھ تناقض ہے۔ اس کا جواب شیخ
عصام الدین نے یہ دیا ہے کہ زمام نعل اسی کو ہی کہتے ہیں جو درمیانی اور

اس سے متصل انگلیوں کے درمیان ہو خواہ پہنتے والا اسے ان دونوں کے
یا ان کے علاوہ دوسری دو انگلیوں کے درمیان رکھے۔

۴۔ امام ابن العربی نے فرمایا کہ نعل نبیاً علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لباس ہے۔
دوسرے لوگ اپنے اپنے علاقے کے مطابق زمین اور کیچر وغیرہ سے محفوظ
رہنے کے لیے دوسرا جوتا پہن سکتے ہیں۔



WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM

Nafse Islam

بابِ اوّل

احادیث مبارکہ

اور

تعلیم شرعیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM



اس باب میں نعلین مبارک کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کا تذکرہ اور ان میں وارد شدہ مشکل الفاظ کی تشریح کی جائے گی۔
 واضح رہے احادیث اس سلسلہ میں بہت ہیں مگر ہم ان میں سے بعض کو تبرک کے طور پر ذکر کر رہے ہیں۔

نعلین مبارک اور احادیث

۱۔ ابن عساکر، بخاری اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

کافت نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہا قبلاں۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کے دو زمام تھے۔

۲۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں:
 ان نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہما قبلاں
 نعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو زمام تھے۔

۳۔ ترمذی کی روایت اس طرح ہے:
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نعلہما قبلاں۔
 بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے لیے دو زمام تھے۔

اس کے بعد فرمایا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كان لنعل رسول الله صلى

الله عليه وسلم قبلان - نعل رسول صلى الله عليه وسلم كى دو

زمام تھے۔

۵۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

کیف كان نعل رسول الله صلى

الله عليه وسلم؟ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل

کیسے تھے؟ فرمایا آپ کے نعل کے

دو زمام تھے۔

قال لها قبلان -

”لها قبلان“ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ آپ کی نعل کے دو زمام بنائے

گئے تھے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ حضرت قتادہ کا سوال نعل کی ہیئت و کیفیت کے بارے

میں تھا کہ کیا نعل کے دو زمام تھے یا ایک؟

شیخ عصام الدین کہتے ہیں کہ سوال میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں اول یہ کہ کیا نعل

کے دو زمام تھے — دوسرا یہ کہ مطلقاً معرفت نعل مقصد ہو۔

واضح رہے جواب میں اسمیہ جملہ لایا گیا ہے تاکہ دوام پر دلالت ہو۔ سابقہ روایت

بخاری اس بات پر شاہد ہے کہ ہر نعل کے دو دو زمام تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جواب دیا ہے

کہ نعل کے تسمے تھے یا تو سائل کی مراد سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہا یا نعل کی وہ

مخصوص حالت بیان کر دی جس کے بارے میں سوال کیا جاسکتا تھا۔

۶۔ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

كان لنعل رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم قبلان مشفى شوكها حضور کے نعلین کے دو زمام تھے

تعالیٰ علیہ وسلم قبلان مشفی شوکھا اور ان پر دو تسمے تھے۔

حافظ عراقی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔
 مثنی: اسم مفعول ہے یہ لفظ ثنی بمعنی: شئی کو دو بنانا سے بنا ہے بعض کے
 نزدیک ثنی کا معنی شئی کو دوسری شئی کی طرف رد کرنا ہے۔ شیخ عصام نے دوسری رائے
 کو یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ یہ اس مقام کے مناسب نہیں اور ان دونوں معانی
 کو متقارب بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۷۔ امام ترمذی نے عیسیٰ بن طہمان کے حوالے سے روایت کیا کہ
 اخرج لنا انس بن مالك نعلين، ہمیں حضرت انس بن مالک نے دو
 جوداوين لهما قبالة۔ بے بال نعلین دکھائے جنکے دو زمام تھے
 اور پھر کہا کہ مجھے اس کے بعد حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 بیان کیا:

انهما كانتا نعلی النبی صلی یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نعلین ہیں۔

جوداوين، وہ جو تے جن پر بال نہ ہوں۔ نہایہ میں ہے ارض جرد اس زمین
 کو کہتے ہیں جس میں سبزہ نہ اُگے اس کا معنی شرح السنہ میں تخلیق کیا ہے یعنی آپ کے
 وہ نعلین پرانے تھے۔

حافظ عراقی، ترمذی اور بخاری نے مذکور روایت میں یہی الفاظ ذکر کیے ہیں:
 لهما قبالة یعنی نعلین میں ردہ ریول کا ثبوت ہے اور لفظ "لیس" کا ذکر
 نہیں حالانکہ ابوالشیخ نے اسی روایت میں "لیس لهما قبالة" ذکر کیا جس سے
 بدریوں کی نفی ہوتی ہے۔ اس بارے میں شارحین حدیث کی دو آراء ہیں:
 ۱۔ روایت ابوالشیخ میں کتابت کی غلطی ہے۔

۲۔ یہ لفظ لیس نہیں بلکہ لُشْنٌ (لفیم اللام، سکون سین) ہے۔ یہ لسن کی جمع

ہے جس کا معنی "نعل طویل" ہے۔ اب تمام روایات کا معنی یہ ہو گا کہ وہ نعلین لمبی تھیں اور ان میں دو دو بدریاں تھیں۔

باقی عیسیٰ بن طہمان کا یہ کہنا کہ اس کے بعد ثابت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ہیں "نہایت ہی احتیاط پر مبنی ہے۔ ممکن ہے انہوں نے حضرت انس کے پاس نعلین کی زیارت کی ہو مگر ان کی رسالت ناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کے بارے میں ان سے نہ سنا ہو۔ اس مجلس کے بعد حضرت ثابت نے انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ یہ نعلین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے "فحدثنی ثابت بعد انس" میں بعد کا مضاف الیہ اخراج نعلین قرار دیا ہے یعنی جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نعلین نکالے تو اس وقت انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول خدا کے ہیں۔ لیکن یہ رائے تب ہی درست ہو سکتی ہے جب اخراج کے ساتھ ہی یہ بیان ہو اور ابن طہمان بھی اسی مجلس میں ہوں حالانکہ روایت میں "عن انس" کے الفاظ ہیں جو واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے نہیں سنا۔ اور اگر انہوں نے اخراج نعلین کے بعد یہ کلمات حضرت انس سے سنے ہوتے تو وہ بلا واسطہ اسے روایت کرتے۔ درمیان میں حضرت ثابت کو نہ لاتے۔ حضرت ثابت کا درمیان میں لانا واضح کر رہا ہے کہ یہ اخراج نعلین کی مجلس نہ تھی بلکہ دوسری مجلس تھی۔ اسی لیے شیخ عصام نے تشریح حدیث میں بعد یہ مجلس کہا بعد یہ الاخراج نہیں کہا اور یہی درست ہے۔

۸۔ ابن عساکر نے بھی روایت حضرت عیسیٰ بن طہمان سے ان الفاظ میں بیان کی۔

اخرج الینا انس بن مالک ہمیں حضرت انس نے دو نعلین دکھائے

نعلین لبقبالین وھما لجر دوان جن کے دو زمام تھے اور ان دونوں پر

لیس علیہما شعر فرأینا انهما
 نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال وحدثنا ثابت عن انس بن
 مالک انهما نعل النبی صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بال نہ تھے۔ ہم نے محسوس کیا۔ حضور کے
 نعلین ہیں اور کہا کہ ہمیں ثابت نے
 حضرت انس کے حوالے سے بتایا کہ یہ
 دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 نعلین ہیں۔

۹۔ شیخ سراج بلقینی کی گفتگو

شیخ سراج بلقینی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے بیان
 کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے دو نعلین لائے جن پر دو دوبریا
 تھیں۔

فقال ثابت البنانی هذا
 نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ثابت بنانی نے بتایا کہ یہ نعلین
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وہم۔
 اے خود بخاری نے کتاب اللباس میں "باب قبالات فی نعل" کے تحت تخریج کیا

ہے۔

آگے چل کر سراج بلقینی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ان پانچ ابواب
 (باب ماذکر فی درع النبی، باب ماذکر فی عصا، باب ماذکر فی سیف، باب
 ماذکر فی ندرہ، باب ماذکر فی خاتمہ) کے تحت تخریج کیا ہے۔

۱۰۔ بخاری کی ایک ایت کے الفاظ یہ ہیں: عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس
 بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے ایسے نعلین لائے جن پر بال نہ تھے اور ان
 پر دو دوبریاں تھیں۔

فحدثنی ثابت البنانی بعد عن
النسب انهما فعلا النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔
مجھے بعد میں ثابت بنانی نے حضرت انس
کے حوالے سے بتایا کہ یہ حضور کے نعلین
ہیں۔

مذکورہ روایت بخاری تبارہ ہی ہے کہ روایت ۹ میں حضرت ثابت بنانی کا جو قول
ہل ذہا فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ اس موقعہ کا نہیں جب حضرت انس
نے نعلین نکالے تھے۔ بلکہ بعد کا ہے۔ چنانچہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ نے حضرت انس
سے نہیں سنا بلکہ انہوں نے ثابت سے اور ثابت نے حضرت انس سے سنا ہے۔ البتہ
خراج نعلین عیسیٰ نے حضرت انس سے بیان کیا ہے۔

حافظ منریؒ کو مغالطہ ہو گیا کیونکہ انہوں نے "اطراف الحدیث" میں عیسیٰ بن طہمان
کے حالات میں یہی حدیث اسی سند سے بیان کر کے کہا ہے: "یہ تقاضا کر رہی ہے کہ
عیسیٰ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس سے اخراج نعلین بیان کیا ہے حالانکہ
ایسا نہیں بلکہ اخراج نعلین کا تذکرہ حضرت انس سے عیسیٰ کا بلا واسطہ ثابت ہے۔

البتہ اس بات کا بیان کہ "یہ رسول خدا کے نعلین ہیں" ثابت کے واسطے سے ہے۔
صاحب اطراف نے ترجمہ عیسیٰ میں صرف اخراج کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ انہیں
دونوں کا ذکر کر کے فرق واضح کرنا چاہیے تھا۔

ابن عساکر نے اپنے جزء میں اپنی سند سے اس روایت کو جس طرح بیان کیا ہے
وہ بھی ہماری — تائید کرتا ہے، اسی طرح شیخ سراج کی گفتگو بھی ہماری اس
تنقید کو تقویت دیتی ہے جو ہم نے علامہ ابن حجر کے بعدیت کا معنی بیان کرتے ہوئے
کی تھی۔

۱۱۔ بخاری میں حضرت عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا ابو عبد الرحمن میں آپ کو ایسے چائلز کرتے دیکھتا

ہوں جو کوئی دوسرا نہیں کرتا فرمایا وہ کون سے ہیں؟ حضرت عبید نے کہا :
آپ کعبہ کے مینی جانب ستونوں کو مس کرتے ہیں۔

نعال بستیه پہنتے ہیں۔

زرد رنگ پسند کرتے ہیں۔

اہل مکہ طلوع چاند کے وقت حج کا احرام باندھتے ہیں مگر آپ یوم ترویہ کو احرام
باندھتے ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا

ارکان کا معاملہ یہ ہے :

فانی لم ار رسول صلی اللہ علیہ

وسلم یس من الارکات

الا الیمانین۔

نعال بستیه پہنتا اس لیے پسند کرتا ہوں۔

فانی رائت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم یلبس النعال

لیس فیہا شعر ویتوضا فیہا

زرد رنگ پسند کرنے کی وجہ یہ ہے :

رائت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یصبغ بہا

رہا احرام باندھنے کا مسئلہ

فانی لم ار رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یھل عتی تبعث

بہ راحلتہ۔ (النجار کا کتاب التوضیہ)

میں نے دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اس وقت احرام باندھتے جب

آپ کی سواری سفر کے لیے کھڑی ہوتی۔

۱۲۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حضرت عبید بن جریج سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا آپ تعالیٰ سبتیہ ہی پہنتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال
عليه وسلم يلبس النعال
التي ليس فيها شعر ويتوضأ
فيها فاني احب ان البسها
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے
نعلین پہنے دیکھا ہے جن پر بال نہ تھے
اور آپ انہی میں وضو فرما لیتے۔ میں
بھی انہیں پہننا پسند کرتا ہوں۔

نوٹ: اس روایت میں جو عبید بن جریج ہیں یہ مدنی بنو تمیم کے آزاد کردہ غلام اور ثقہ ہیں۔ ان سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حدیث روایت کی ہے۔ ان کے اور عبدالملک بن عبد العزیز بن جریج کی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں بعض لوگوں (جو اس فن میں درک نہیں رکھتے) کا یہ کہنا کہ مذکورہ روایت میں جو عبید بن جریج ہیں یہ عبدالملک بن جریج کے چچا ہیں ہرگز درست نہیں۔ اس بات کی نشاندہی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کی ہے۔ عبید بن جریج نے جو کہا ”آپ کے اصحاب میں سے کوئی نہیں“ اس سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حافظ فتح الباری میں کہتے ہیں کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کا صرف ان صحابہ سے انفرادی ہے جنہیں عبید بن جریج نے دیکھا۔ سبھی سے نہیں۔ ماذری کا قول یہ ہے

يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ لَا يَصْنَعُهُنَّ
غَيْرُكَ مَجْمُوعَةً وَأَنْ كَانَتْ
لِيَصْنَعُ بَعْضُهَا
ممکن ہے یہ مراد ہو کہ آپ کے علاوہ
جستماعی طور پر صحابہ نہیں کرتے تھے
اگرچہ ان میں سے بعض پر عمل کرتے تھے۔

لفظ سبتیہ کی تحقیق

السبتیہ (سین کے نیچے زیر اور یا مشدد) سبت کی طرف منصوب جس کا

معنی گائے کا وہ چمڑہ جسے کسی بھی شے سے رنگا گیا ہو یا وہ چمڑہ جسے لکیر کے پتوں سے رنگا گیا ہو۔ شیخ عصام کا کہنا یہ ہے کہ سبتیہ میں مصنوع مادہ (میٹریل) کی طرف نسبت ہے۔ ابو عمر کا قول ہے کہ ہر رنگا ہوا چمڑہ سبت ہے۔ بقول ابو زید سبت صرف گائے کے چمڑے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ رنگا ہوا ہو یا نہ۔ المحکم میں ہے بعض نے سبت کو گائے کے چمڑے کے ساتھ خاص کیا ہے چاہے وہ رنگا ہوا ہو یا نہ اور ابو زید کا قول بھی یہی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سبت وہ چمڑا ہے جس پر بال نہ ہوں۔

اذہری کی تہذیب اور دیگر کئی حضرات نے ایسا ہی کہا ہے۔ اس کا نام سبتیہ اس لیے ہے کہ اس سے بال محو کر دیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے سبت رأسہ (اس نے اپنا سر منڈوا لیا) اور سبت کا معنی کاٹنا بھی ہے اور اسی سے یوم السبت (ہفتہ کا دن) کیونکہ وہ روزے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور منقول ہے اس کا نام سبت اس لیے ہے کہ اس میں تخلیق منقطع ہوئی یعنی یوم جمعہ کو تخلیق مکمل اور جمع ہوئی۔ اس لیے اس کا نام جمعہ ہوا۔ اور ہفتہ کے روز منقطع ہوئی کیونکہ اس سے پہلے جمعہ کو مکمل ہو چکی تھی اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مسلسل جس میں شبیکہ یہ (ہاتھ کڑکڑ کر روایت کرنے کا تذکرہ) ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ہفتہ کے دن تخلیق فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد نے مستند میں اور امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت فرمایا یا درہے امام ابن حجر نے شرح ہمزہ میں دنوں کے بارے میں بڑی نفیس گفتگو کی ہے اور ہم اسے بیان کر رہے ہیں اور امام ہبلی وغیرہ نے اس قول کو "کہ خلق یوم ہفتہ کو ہوئی" یہود کی طرف منسوب کیا ہے۔

شرح ہمزہ میں امام ابن حجر کی گفتگو

امام ابن حجر نے ہمزہ کی شرح میں اس قول کے تحت کہ "ہفتہ کا دن مبارک دن ہے۔" فرمایا ہفتہ کا دن ہفتے کا آخری دن ہے اور بدھ چوتھا اور یہ بھی کہا گیا کہ ہفتہ پہلا دن ہے اور بدھ پانچواں ہے۔ شیخ کا اس قول کہ ہفتہ آخری دن ہے..... الخ کو لفظ "قیل" سے نقل کرنا عجیب ہے۔ حالانکہ اس پر حدیث صحیح وارد ہے۔ اور اسی پر اکثریت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے جیسا کہ روضہ نوذی میں ہے کہ: _____ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

خلق الله التربة يوم	اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی کو
السبت وخلق الجبال	پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار اور درختوں
يوم الاحد وخلق الشجر	کو پیر اور مکروہات منگل کو نور بدھ کو
يوم الاثنين وخلق المكروه	اور جمعرات کو جانوروں کو جبکہ آخر میں
يوم الثلاثاء وخلق النور	حضرت آدم کو جمعہ کے دن نماز عصر کے
يوم الاربعاء وبث فيها الدواب	بعد اس گھڑی میں پیدا کیا جو عصر اور
يوم الخميس وخلق آدم بعد	رات کے درمیان ہے۔

العصر من يوم الجمعة في
آخر الخلق في آخر الساعة
من النهار فيما بين العصر

الى الليل۔

امام اسنوی، امام بیہقی اور ابن عساکر نے اس قول کی تصویب کی کہ ہفتہ پہلا دن

ہے ایک اور مقام پر امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا دن اتوار ہے اور فرمایا کہ سوموار کو یوم الاثنین اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرا دن ہے مگر اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ دنوں کے ناموں کی توجیہ میں مناسبت کا قول ضعیف ہے۔ البتہ اتوار کے پہلے دن ہونے پر امام تفال کے قول سے تائید ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ حدیث سابق کے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں اور امام علی بن المدینی اور امام بخاری وغیرہ نے اس پر جرح کرتے ہوئے اسے حضرت کعب کا قول قرار دیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے انہی سے سنا لیکن بعض راویوں کو اشتباہ ہوا۔ لہذا اس کو مرفوع بیان کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حفظ رفع اور عدم حفظ میں تردد کی صورت نہیں حفظ حجت ہوتا ہے۔ ثقہ راوی کی حدیث صرف ظن کی بنا پر رد نہیں کی جاسکتی۔ اسی لیے امام مسلم نے ان محدثین کے قول سے اعراض کرتے ہوئے اس حدیث کے مرفوع ہونے پر اعتماد فرمایا اور اسے مسنداً روایت کیا۔ لہذا اس کو مرفوع ماننا اور قبول کرنا ضروری ہے اور ابن عساکر کا ہفتہ کو پہلا دن قرار دینا تو اس کی تائید ابن جریر نے بھی کی ہے۔ کیونکہ اس عالم کی تخلیق چھ روز میں مکمل ہوئی اور حضرت آدم کو جمعہ کے روز تخلیق کیا گیا۔ یہ تب صحیح ہوگا جب جمعہ بھی ان چھ دنوں میں شامل ہو حالانکہ یہ ثابت نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیق اشیاء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تخلیق آدم کو ساتویں دن میں قرار دیا اور وہ جمعہ ہے۔ اور یہ بات ثابت نہیں کہ ان کو آخری دن میں تخلیق فرمایا جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ عالم کو چھ دنوں میں تخلیق فرمایا اور ان کا آخری دن جمعرات ہے اور حضرت آدم کو اس کے بعد تخلیق فرمانے میں اشارہ تھا کہ تمام اشیاء کی تخلیق ان کے فائدے کے لیے ہے۔ اور حدیث سابق جو بحوالہ مسلم مذکور ہوئی وہ اس میں ظاہر ہے اور اس کی مؤید وہ صحیح خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جمعہ کی طرف رہنمائی کی اور یہود و نصاریٰ کو اس سے غافل رکھا۔

کیونکہ یہود کا اعتقاد تھا کہ ہفتہ کا پہلا دن اتوار ہے۔ جمعہ چھٹا دن ہوا تو انہوں نے
 ہفتہ کو لے لیا جو ساتواں دن بنتا تھا اور نصارے کے اعتقاد کے مطابق پہلا دن
 سوموار تھا تو انہوں نے اتوار کو لیا اور اس امت کے اعتقاد کے مطابق ہفتہ پہلا
 دن ہے تو اس لحاظ سے ساتواں آخری دن جمعہ کا ہے۔ اور ایام کے ناموں میں
 اشتقاق کا کوئی اعتبار نہیں کہ احد کے واحد سے مشتق ہونے کی وجہ سے اتوار کو یوم الاحد
 کہا جاتا ہے۔ لہذا اتوار پہلا دن ہوا۔ کیونکہ ان ناموں کے بارے میں یہ بات نہ تو اللہ
 نے بتائی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یہودیوں نے ان ایام کے یہ نام
 اپنے مذہب کے مطابق رکھے تو عربوں نے ان سے اسی طریقہ پر قبول کر لیے اور
 قرآن میں سوائے جمعہ اور ہفتہ کے کوئی نام بھی وارد نہیں اور یہ دونوں اسمائے عدد
 میں سے نہیں ہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہوں تو اس میں کوئی دلیل نہیں تھی کیونکہ عرب والے
 جمعرات کو الاربعاء کہا کرتے تھے اور ایسے ہی حضرت ابن عباسؓ نے اسے اخذ فرمایا اور
 اس قول میں ہو سکتا ہے کہ وہ منفرد ہوں کہ یوم عاشورہ محرم کا نوواں دن ہے۔ اور
 اس کا نوواں ان کا آٹھواں دن ہے اور اسی طرح یہ قول کہ ہفتہ کا دن مبارک ہے۔
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تخلیق کی ابتدا فرمائی جیسا کہ گزرا بخلاف یہودیوں کے نزدیک
 تخلیق کی ابتدا اتوار کو ہوئی۔ اور جمعہ کے دن اس سے فراغت ہوئی جبکہ ہفتہ کا روز
 آرام کا روز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی لیے ہفتہ کو ہم چھٹی کرتے ہیں جیسا کہ رب نے
 اس دن آرام کیا تھا۔ ہم بھی آرام کرتے ہیں۔ یہ ان کی بہالت اور بے وقوفی ہے اور
 اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد ان الفاظ میں فرمایا: وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ
 (ہمارے لیے تھکاوٹ نہیں ہے) یعنی اللہ تعالیٰ تھکاوٹ سے بالاتر ہے۔
 کیونکہ تھکاوٹ اُسی سے متصور ہوتی ہے جو کہ حاجت اور اسباب میں کسی غیر کا محتاج
 ہو۔ اور اللہ ان اشیاء سے پاک و بری ہے۔ کیونکہ اس کا فرمان عالی اِنَّمَا

أَمْرُنَا لَشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَا أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یعنی جب ہم کسی شے کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو حکم کرتے ہیں کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے) یعنی وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے اور اس کے ارادے سے پیچھے نہیں رہتی پس لفظ کُنْ یہ ارادہ سے ہی کنایہ ہے۔

(سبتہ) یہ مغرب میں ایک بہت بڑا شہر ہے جو بحر زقاق پر واقع ہے۔ اور قاضی ابوالفضل عیاض جو "الشفاء" اور "مشادق الانوار" جیسی بلند پایہ کتب کے مصنف ہیں اسی شہر کے رہنے والے ہیں اور یہیں کہا گیا کہ سبت کا نام سبت اسی لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا مطلب قطع کرنا و کاٹنا ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس شہر کا نام رکھنے میں جو حکمتیں ہیں میں نے اپنی کتاب "ازہار الریاض فی اخبار عیاض" میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے، جس سے نفس اور عقل دونوں مطمئن ہو جاتے ہیں اور شیخ ہروی کی کتاب "غریبین" میں ہے کہ فعل کا نام سبتیہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کو دباغت کے ساتھ نرم کر دیا گیا ہے۔ ایک بجا و رہے

سبتہ سبتہ (وہ تر اور نرم ہے)

ابن القیمین کی کتاب میں داؤدی سے مروی ہے کہ سبتیہ کا لفظ ایک بازار کے نام سبت کی وجہ سے ہے۔ مگر اس پر اعتراض ہو گا کہ پھر سین کے فتح کے ساتھ ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ مردود ہے۔ کیونکہ یہ تو کسرہ کے علاوہ نہیں آیا جیسا کہ ابھی ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیا۔ صاحب الملتہبی نے کہا کہ یہ سبت کی طرف منسوب ہے اور سبت وہ بوٹی ہے جس سے دباغت دی جاتی ہے۔ میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ یہ سبت ہے اور سین کے کسرہ کے ساتھ محفوظ ہے یہ سبت سین کے ضمہ کے ساتھ معروف نہیں اور میں نے قطرب نحوی کی کتاب میں بضم سین سبت دیکھا وہ بوٹی جو خطمی کے مشابہ ہو۔

کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے :

وارض بحار المد لجون قری السبت فیھا کوکن الکشیب
 وہ زمین جس میں اندھیرے میں لوگ حیران ہوتے ہیں وہاں تو سبت بوٹی کو
 ٹیلے کی مانند پائے گا، یعنی وہاں ہر چھوٹی چیز بڑی نظر آئے گی۔
 سبت کے معانی بیان کرتے ہوئے قطرب نے کہا :

حمدت یوم السبت اذ جاء محذی السبت
 علی نبات السبت المهمة للمستصعب
 رمی نے ہفتہ کے دن کی تعریف کی ہے کیونکہ سبتی جوتے والا آیا، سبت
 بوٹی پر اور محنتی ہی مشکلات میں کامیاب ہوتا ہے۔
 اس کے شارح القادری نے لکھا :

حمدت یوم السبت و وقعتا فی الزمن
 اذ جاء محذی السبت و السبت نعل یمتی
 علی نبات السبت نبت بارض المغرب
 والمهمة للمستصعب

رمی نے ہفتہ کے دن اس کے وقت میں تعریف کی کیونکہ سبت جوتے
 والا یعنی یمتی نعل والا آیا۔ اس بوٹی پر جو مغرب میں اُگتی ہے اور شکل
 پسند کو ہی منزل ملتی ہے،

شارح مغربی نے کہا

و السبت یوم عیداً و السبت نعل حندا
 و السبت نبت وجداً فی معہرا و سبب
 سبت مراد ہفتہ کا دن یوم عید ہے اور سبت بہت خوبصورت نعل اور سبت پٹلی کا
 نام بھی ہے جو معمر اور سبب میں اُگتی ہے،

شیخ عصام کی گفتگو اور اس کا رد

شیخ عصام اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیاق حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر اس سوال و جواب کے وقت سبتیہ جوتا پہنے ہوئے نہیں تھے لہذا ان سے اس کے ترک کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سوال کے وقت ترک، مطلق ترک کا تقاضا نہیں کرتا اور اگر بصورت منزل مان بھی لیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا ہو۔ مثلاً ان کے پاس موجود ہی نہ ہو۔

یا بایں طور بھی کہ یہاں ترک نہیں بلکہ ظاہر متبادر یہی ہے کہ وقت سوال آپ بستر پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ وقت جوتا پہننے کا نہیں ہوتا اور یہ بہت زیادہ واضح ہے اور آپ کا قول کہ "سبتیہ جوتا پہننے کو پسند کرتا ہوں" بقول شیخ عصام آپ نے واضح کر دیا کہ میں اس لیے پہنتا ہوں کہ یہ بالوں سے خالی ہے نہ کہ خصوصیت کی وجہ سے اور کہا کہ اس سے اس اعتراض کا بھی ازالہ ہو گیا کہ یہ سبتیہ جوتا صرف صاحب حیثیت اور امیر لوگوں کا جوتا ہے۔

شرح میں ہے کہ حدیث بخاری کا سیاق اس بات پر دال ہے کہ آپ سے سوال صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ سے یہی پوچھا گیا کہ تم یہ چار کام کرتے ہو حالانکہ باقی صحابہ نہیں کرتے اور ان چار میں سبتیہ کا پہننا بھی ہے اور بعض علماء نے عصام کے کلام کا رد کیا ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ یہ جوتا صاحب حیثیت اور مالدار لوگ پہنتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ نے اسے تحدیثِ نعمت کے طور پر استعمال کیا اور اس کی اجازت قرآن میں ہے (فاما بنعمة ربك فحدث) اور میرے نزدیک اس کی سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کے ساتھ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سمجھتے ہوئے محبت کرتے تھے نہ کہ اس وجہ سے کہ جو شیخ عصام نے بیان فرمائی اگرچہ بعض محققین کا بھی یہی خیال ہے اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے میرے والی توجیہ کی ہے۔ الامام العارف الربانی سید محمد بن یوسف السنوسی صاحب عقائد (عقیدہ اہل التوحید المخرج من ظلمات الجہل و ربقۃ التقلید المرغمة انف کل مبتدع عنہ) میں پھر میں نے دیکھا کہ یہی علت علامہ ابن حجر نے اس قول ابن عمرؓ کے کہ میں اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی وجہ سے پہننا پسند کرتا ہوں، کے تحت بیان کی اور جب حدیث کا سیاق و سباق اس چیز کا مقتضی ہے بلکہ اس میں صاف صراحت ہے تو اب کسی دوسری علت کی طرف دھیان دینے کی حاجت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

اور بعض ائمہ نے فرمایا سائل کا یہ کہنا کہ تمہارے دوست نہیں پہنتے محل نزاع ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ سائل نے ان لوگوں کے حوالے سے کہا جنہیں اس نے دیکھا اور اگر ہم تمام صحابہ کے بارے میں جان لیں تو وجہ یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ انہیں اس بارے میں کوئی شے نہ پہنچی ہو اور ابن عمرؓ سے محفوظ کرنے میں ممتاز ہوں۔ مذکورہ صاحب رائے تک وہ بات پہنچی ہی نہیں جسے ہم فتح الباری کے حوالے سے بیان کر چکے یا پھر وہ اس پر واقف تو تھے لیکن انہوں نے اس قول کو پسند نہ کیا یا پھر وہ اس قول میں عبد اللہ ابن عمرؓ کو منفرد خیال کرتے تھے اور شاید یہی بات ان کے نزدیک متعین ہو۔

بستیہ جوتا پہننا جائز ہے

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی مذکورہ روایت نعال بستیہ کی طہارت پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اکثر علماء کا قول کہ یہ دباغت شدہ چمڑے سے بنتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ پاک ہو اور اس کی دباغت صرف بالوں کے ازالے کا باعث ہو تو اب اشکال نہ رہا اور یہ بھی احتمال کہ اس کی طہارت، دباغت اور دھونے سے ہو جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے جو بھی ہو سبقتیہ جوتا ہر حال میں پہننا جائز اور روا ہے۔

محدث اندلس امام حافظ ابو عمر بن عبد البر نے ارشاد فرمایا کہ سوائے مقابر کے اس جوتے کو پہننے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور پھر یہی روایت ابن عمر نے ذکر کی۔

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا کیسا ہے؟

نیز فرمایا کہ ایک جماعت اسے قبرستان میں پہننے کو مکروہ کہتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو کہ قبرستان میں چل رہا تھا فرمایا اپنے جوتے اتار دو اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔ اگرچہ قبرستان میں کیوں نہ ہو اور ان کی دلیل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اذا وضع المیت فی قبرہ انہ یسمع قرع نعالمہم "جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ آدمیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاموال میں فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ جوتے اتار دے کیونکہ میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔ پس جب وہ اس چلنے والے شخص کو دیکھتا ہے تو سوالات کے جوابات دینے سے وہ اس شخص کی طرف مشغول ہو جاتا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ثابت قدم نہ رکھے اور بعض علماء نے قبرستان میں جوتے اتارنے کی حکمت یہ بیان کی کہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتارنے کا حکم دیا ہے لیے دیا ہو کہ اس سے ایذا اور تکلیف ہوتی ہے اور ابن حجر نے فرمایا: قبرستان میں جوتا پہننا مکروہ ہے۔

پہننے کی نہی میت کے اکرام و عزت کے لیے ہے۔

امام عینی نے شرح بخاری کے باب "المیت لسمع خفق النعال" کے تحت فوائد۔ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں قبرستان کے اندر جوتا پہن کر چلنے کا جواز ہے۔ اور اہل ظواہر اسے مکروہ جانتے ہیں اور یہی قول یزید بن زریع و امام احمد بن حنبل وغیرہ کا ہے۔ اور ابن حزم ظاہری نے المحلی میں کہا کہ کسی کے لیے قبرستان میں بستیہ جوتا (جس پر بال نہ ہوں) پہن کر چلنا جائز نہیں ہے اور اگر اس پر بال ہوں تو پھر جائز ہے اگر دونوں جوتوں میں سے ایک پر ہی بال ہوں اور دوسرے پر نہ ہوں تب بھی جائز ہے۔

المعنی میں ہے کہ۔ قبرستان میں آدمی کا جوتا اتار کر جانا مستحب ہے اور اس پر استدلال حدیث بشیر بن الخصاصیہ سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو قبرستان میں جوتے سمیت چلتے دیکھا تو فرمایا کہ افسوس اے جوتے والے اپنے جوتے اتار دے۔ (الطحاوی) اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اس کے کہن طور پر اور امام حاکم نے اسے روایت کرنے کے بعد ابن حزم کی طرح صحیح کہا۔ (الخصاصیہ) حضرت بشیر کی والدہ کا نام ہے اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک بشر بن نذیر اور کچھ نے ابن معبد بن شراحیل کہا ہے۔ اس بارے میں جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے اور یہی قول امام حسن بصری، ابن سیرین، بخفی، ثوری، ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور تابعین میں سے اور ان کے بعد کے فقہاء کا ہے۔ حضرت بشیر بن الخصاصیہ کی حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ نے جوتے اتارنے کا حکم قبور کے احترام کے لیے دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کے چلنے میں تکبر تھا۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قبرستان میں جوتے اتارنے

کا حکم فرمایا ہے تو یہ قبرستان میں جوتے سمیت چلنے کی کراہیت ظاہر کرنے کے لیے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوتوں میں ایسی گندگی ملاحظہ فرمائی جو قبرستان کو گنداکر دے گی تو تب جوتے اتارنے کا حکم فرمایا۔

امام خطابی نے فرمایا کہ قبرستان میں جوتوں سمیت چلنا امرِ اور متکبرین کا کام ہے۔ اس لیے یہ مکروہ ہے اور یہ پسند نہیں ہے۔ بہتر کام یہ ہے کہ قبرستان میں تواضع اور خشوع کی حالت میں جایا جائے۔

امام ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث میں سوائے قبور میں دخول کے واقعہ کوئی خاص حکم نہیں۔ یہ حدیث نہ تو اباحت کا تقاضا کرتی ہے اور نہ ہی تحریم کا بلکہ اس میں جوتے اتارنے کا حکم صرف احترام قبور کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ کیونکہ قبور کے ساتھ ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس صورت میں ان روایات سے غفلت ہے جن میں ہے کہ میت جوتوں کی آواز سن کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور فرشتوں کے سوالات کے جواب دینے کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ہاک ہو جائے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جوتوں کو اتار دوتا کہ صاحب قبر کو تکلیف نہ ہو۔ اس کو ابو عبیدہ ترمدی نے ذکر کیا ہے انتہی اور یہ جو کچھ بیان ہو ہے اگرچہ اس میں بعض مقامات پر تکرار بھی ہے لیکن ہمارے مطلوب بلکہ اس پر اضافے پر مشتمل ہیں۔

اور سائل کا یہ قول: آپ کو نہ ردِ جہ میں دیکھتا ہوں۔ احتمال ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہوں یا بال۔ قاضی عیاض نے پہلے کو مختار کہا ہے اور دیگر علماء نے دوسرے کو۔ پہلے معنی پر سنن ابو داؤد کی یہ روایت شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے ورس اور زعفران کے ساتھ رنگا کرتے تھے حتیٰ کہ عمامہ شریف بھی، اور دوسرے معنی پر بھی سنن کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو زرد

خضاب کیا کرتے تھے اور اکثر صحابہؓ اور تابعین زرد رنگ کا خضاب استعمال کرتے۔
شیخ عصام الدین نے حدیث عبد اللہ بن عباسؓ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا :

عنیکم بالبیاض من الثیاب تم پر سفید کپڑے ضروری ہیں اپنے لئے
لیلبسوا احیاءکم وکفوا کو یہ پہننا در اپنے مردوں کو ان سے
فیثا موتاکم فادعوا فیثا موتا کیونکہ تمہارے کپڑوں میں ہر
خیر ثیاب کو۔

کے تحت کہا کہ آپ نے خیر ثیابکم (تمام کپڑوں سے افضل) نہیں فرمایا بلکہ فرمایا :
من خیر ثیابکم (بہتر کپڑوں میں سے) تاکہ سفید کپڑوں کا زرد کپڑوں پر افضل ہونا
لازم نہ آئے اور زرد کی فضیلت تو ظاہر ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی تردید کرتے ہوئے
فرمایا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ زرد رنگ میں ہرگز کوئی فضیلت نہیں بلکہ زعفرانی اور زرد رنگ کا حرام ہونا
منقول ہے عصام نے حضرت ابن عمرؓ سے جو نقل کیا کہ انکو زرد رنگ محبوب تھا اس کا جو مفہوم بھی
لے لیں اس سے عصام کی رائے ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ہم اسے صحیح تسلیم بھی کریں تو صحابی
کا مذہب بھڑا جو ہمارے نزدیک حجت نہیں۔

اور ابن حجر کے اس رد کا دو طریقوں سے تعاقب کیا گیا ہے۔

پہلا : یہ ابن حجر کا اپنا کلام نہیں ہے بلکہ ابن عربی کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ
زرد لباس کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔

دوسرا : حضرت ابن عمرؓ سے جو کچھ منقول ہے اسے ان کا اپنا مذہب قرار دینا ممکن نہیں
ہے۔ کیونکہ جب ان سے زرد رنگ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ
لو یکن شیء احب الیہ من سے زیادہ کسی چیز کو پسند نہیں کرتے

الصفرة۔

تھے۔

ابوداؤد اور امام حافظ عبدالحق اور دیگر محدثین نے قیس بن تمیمی سے روایت کی:
رأيت رسول الله صلى الله عليه
وسلم وعليه ثوب اصفر
دیکھا کہ آپ پر زرد رنگ کے کپڑے

ہیں۔

اور ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل چیز ہی پسند فرماتے تھے۔ ہاں شیخ عصام کا کہنا کہ سفید کو اس پر فضیلت نہیں ہے۔ وہ قابل اعتراض ہے کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب رنگوں سے سفید رنگ زیادہ پسند ہے تو یہ ثبوت قطعی ہے کہ یہ رنگ افضل ہے اور زرد اور سبز کے بارے میں تردید ہے مگر ترجیح سبز کو ہوگی اور ابھی بعض حفاظ حدیث سے منقول ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک زرد تھی۔

جوتوں پر مسح جائز نہیں

ان کا فرمانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین میں وضو فرماتے تھے تو اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدموں کو نعلین شریفین میں دھوتے تھے۔ اور امام بخاری نے اسی لیے یہ باب قائم کیا۔ باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین۔ (نعلین میں پاؤں کا دھونا اور ان پر مسح نہ کرنا)
اور حضرت مغیرہؓ سے جوتوں پر مسح کے بارے میں ابوداؤد میں جو مرفوعاً حدیث مروی ہے۔ علماء کی ایک جماعت جس نے اسے ضعیف کہا ہے ان میں عبد الرحمن بن مہدی وغیرہ بھی ہیں اور امام ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں جو روایت ہے۔

فرش علی رجبہ الیمنی وفيها
النعل ثم مسحها بید یس
ید فوق القدم وید تحت النعل
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں پاؤں پر
پانی ڈالا حالانکہ اس پاؤں میں نعل تھی۔
پھر اس پر اس طرح مسح فرمایا کہ ایک ہاتھ نعل
کے اوپر اور دوسرا نعل کے نیچے کیا۔

اس میں نعل سے مراد مجازاً قدم ہے ورنہ یہ حدیث شاذ ہے۔ اس کا ایک راوی ہشام
بن سعد ہے۔ یہ تو منفرد ہونے کی حالت میں قابل احتجاج نہیں تو جب یہ دیگر ثقات
کی مخالفت کر رہا ہو تو پھر کس طرح قابل احتجاج ہوگا۔

علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ اپنے جوتوں پر
مسح کیا کرتے تھے اور نماز ادا کرتے اور حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے
کہ آپ وضو کرتے اور آپ کے پاؤں میں جوتے ہوتے۔ اپنے قدموں کے اوپر
ہاتھ سے مسح کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے (طحاوی
بزار)۔

حضرت رفاعہ بن رافع نے روایت کیا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس
بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور پاؤں پر مسح فرمایا۔

حدیث ابن عمرؓ کے جواب میں علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نفلی وضو میں
ایسا کرتے نہ کہ واجب وضو میں۔ اور حدیث رفاعہ بن رافع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ
یہاں موزوں پر مسح مراد ہے اور امام طحاوی نے جوتوں پر مسح کے عدم جواز پر اجماع
سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں جب موزے اتنے پھٹ جائیں کہ پاؤں ظاہر ہو
جائیں تو ان پر مسح جائز نہیں ہے۔ یہی معاملہ جوتوں کا ہے کیونکہ یہ بھی قدموں کو
ڈھانپتے نہیں ہیں۔

ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ امام طحاوی کا استدلال تو صحیح ہے لیکن اس

پر منقولہ اجماع محل نظر ہے۔

امام عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جمہور کا مذہب ہے اور قلیل لوگوں کی مخالفت اجماع کے لیے نقصان دہ نہیں اور جمہور کے نزدیک اجماع میں تو اتنا شرط نہیں ہے۔ اور امام طحاوی نے عبد الملک سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عطا سے پوچھا کہ کیا آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک صحابی سے بات پہنچی ہے کہ کسی نے جوتوں پر مسح کیا ہو۔ فرمایا نہیں۔

نعلین میں نماز پڑھنا

ابن عساکر نے نقل کیا کہ عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ہمارے پاس نعلین لے کر گئے جن میں دو قبال تھے تو مجھے حضرت ثابت بنانی نے بتایا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین شریفین ہیں (اور یہ حدیث ترمذی وغیرہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے)۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین مبارک میں نماز ادا فرمائی۔

حضرت سعید بن یزید الازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سوال کیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین میں نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ امام ابو الحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر بن حریث سے مروی ہے کہ

رأيت النبي صلى الله عليه وآله

وسلم يعصلي في نعلين محضوتين.

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

محضوف نعلین مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا۔

امام نسائی اور ترمذی اور حافظ ابو نعیم نے اسے تخریج کیا ہے۔ محضوفتین یہ خصف

جیسے جس کا معنی ایک شئی کو دوسری کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے۔ قاموس میں ہے :

خَصَفَ النَعْلَ خَرْزَهَا (جو تے کو سینا یا باندھنا) اور اس حدیث میں بمعنی پیوند لگانا ہے۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ اگرچہ اس حدیث میں ایک راوی مجہول ہے لیکن یہ دوسرے طریق سے صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل مبارکہ کو پیوند لگاتے تھے یعنی ایک حصہ کو دوسرے حصے پر رکھتے تھے تو اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کی نعل کے دو یا اس سے زیادہ حصے ہوتے تھے اور بعض شارحین شمائل نے کہا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ میں طاق پر طاق رکھا گیا تھا اور اس میں اس قول کا رد ہے کہ آپ کے نعل مبارکہ میں صرف ایک طاق تھا۔ اور عرب اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس کو طوک کا لباس تصور کرتے لیکن ان دونوں روایات میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ آپ کی ایک نعل ایک طاق والی تھی جبکہ دوسری دو طاق والی جیسا کہ اس پر روایات دلالت کرتی ہیں اور یہ اچھی تطبیق ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو نعل نہیں تھے بلکہ ایک وقت میں صرف ایک جوڑا تھا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے حدیث قتادہ کی شرح میں کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ آپ کے نعل مبارک صرف ایک طاق والے تھے اور یہی ممدوح ہے۔ کیونکہ یہ نرم ہوتے ہیں۔ اور ان کو حکمرانوں کے لیے خاص رکھتے ہیں لیکن اس میں نظر ہے اور اگر اس کو تسلیم کر ہی لیا جائے تو ابھی محضونین کے بارے میں آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طاق والا جوڑا تھا جبکہ دوسرا دو طاق والا۔ علاوہ ازیں آپ کے اعلیٰ صفات کا تقاضا ہے کہ حکمرانوں کے لباس کی مخالفت کریں۔ لہذا یہ چیز آپ کے حق میں قابل مدح کیے ہو سکتی ہے؟

انام احمد نے حضرت ابن الشیمز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا رَأَيْتُ نَعْلَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْضُوفَةً دَكَّ فِيهَا

تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ دیکھی جو کہ پیوند لگی ہوتی تھی ۔
جوتوں میں نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز پر بحث

حدیث عمرو بن حریث میں جوتوں میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اگر وہ پاک و صاف
ہوں اور اکمال میں ہے کہ جوتوں میں نماز کی رخصت ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا ہے جبکہ یہ علم ہو کہ جوتوں میں
نجاست نہیں ۔

بخاری ۔ مسلم ۔ احمد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی الجوتوں
علیہ و آلہ وسلم یصلی فی الجوتوں
نعلیہ ۔

شیخ ابی نے کہا اگرچہ یہ جائز ہے لیکن آج کل اس پر عمل نہ کیا جائے بالخصوص جامع
مسجد میں کیونکہ عوام کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے اس سے بڑے مفسد پیدا ہو سکتے
ہیں اور پھر ایسے موقع پر پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ جوتے پہن کر مسجد میں
داخل ہونے والے کو لوگوں نے قتل کر دیا ۔

اور وہ حکایت ہداج کبیر افترقی عرب کی ہے کہ وہ جب جامع زیتونیہ میں جوتے سمیت
داخل ہوا تو لوگوں نے کہا کہ جوتا اتار دو تو وہ کہنے لگا کہ میں تو سلطان کے دربار میں جوتے
سمیت جاتا ہوں تو یہاں کیوں اتار دوں ؟

شیخ ابی نے یہ بھی فرمایا کہ عوام چلتے وقت جوتوں کا خاص خیال نہیں رکھتے اور
گندگی سے پرہیز نہیں کرتے ۔ اس لیے جب مسجد میں داخل ہوں تو جوتا کسی شئی

میں چھپا کر داخل ہوں۔ اور "باب البول فی المسجد" کے تحت شیخ ابو محمد الزداری کے حوالے سے اس عمل کے ناپسند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے شیخ صالح ابو علی القروی کو بغیر جوتے چھپائے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو منع کیا اور فرمایا:

انکم ایھا الرھط اثمۃ تم ائدو پیشوا ہو لوگ تمہاری اقتدا
تقتدی بکم فلا تفعل۔ کرتے ہیں لہذا ایسا نہ کیا کرو۔

مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے خارج ہونے کا بہترین طریقہ

امام ابو عبد اللہ بن الحاج المالکی القسری الفاسی نزہی و مدفون منصر کی کتاب المدخل میں مسجد کی طرف آنے کی فضیلت بیان کی ہے کہ جب آدمی مسجد میں داخل ہو تو سنت کے مطابق جوتا اتار کر بائیں ہاتھ میں پکڑے تاکہ وہ اس بدعت سے بچ جائے جس میں آج کل کے بعض نام نہاد علماء گرفتار ہیں کہ ان میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جوتے کو دائیں ہاتھ میں اور اگر کوئی کتاب ان کے پاس ہو تو اس کو بائیں ہاتھ میں پکڑنے میں۔ پس جب سنت کے چاہنے والے ہیں اس سے جاہل ہوں تو پیچھے رہیں۔ حضرات کا کیا حال ہو گا؟ اور ان مکر وہ بات میں سے اللہ کے گھر میں داخل ہوتے وقت سنت کی مخالفت ہے اور اس میں بدعت کا ارتکاب۔ پس ان مکر وہ بات سے وہ بجا بدعت شروع کر رہا ہے اور اس میں سے لوگوں کی اقتدار ہے کہ لوگ اس کی دیکھا دیکھی ایسا کریں گے اور اس میں شگن ہے اور سب سے بڑا کام کتاب کو بائیں ہاتھ میں پکڑنا ہے۔ در مسجد میں جاتے ہوئے سنت کی نیت کرے اور جوتے کو قبلہ رخ نہ رکھے اور نہ اپنے پیچھے کیونکہ جو شخص اس کے پیچھے ہو گا اس کو تکلیف ہوگی اور نہ ہی دائیں طرف کیونکہ سنت ہے کہ بائیں سے دائیں پائیزگی کے لیے ہے۔

الوداؤد میں صراحت کے ساتھ اس کے بارے میں نہیں وارد ہے۔ اور بخاری
 و مسلم میں اس سے کم درجہ پر نہیں ہے اور وہ تھوک ہے حالانکہ وہ پاک ہے تو جوتے
 کا کیا حال ہوگا۔ جو راستہ کی گندگی سے کم ہی محفوظ ہوتا ہے لہذا اسے نماز پڑھتے
 ہوئے اپنی بائیں طرف رکھے۔ اگر بائیں طرف کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اپنے
 بائیں طرف بھی نہ رکھے کیونکہ اب اس شخص کے دائیں طرف ہوگا۔ اور اگر اس کو
 اپنے سامنے رکھتا ہے تو جب سجدہ کرے گا تو وہ اس کی ٹھوڑی اور گھٹنوں کے
 درمیان آئے گا تو اس کو نماز میں جانے جلانے سے باز رہے تو اس لیے مستحب یہ
 ہے کہ کوئی کپڑا یا بھیل وغیرہ جو جس میں جوتا ڈال کر رکھا جائے۔
جوتا کہاں رکھا جائے؟

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی۔

الذم لعلیک قد میلک فان
 خلعتہما فاجعلہما بین
 رجلیک ولا یجعلہما عن
 یمینک ولا عن یمن صاحبک
 ولا وراءک فتودی من خلفک
 جوتے اپنے پاؤں میں رکھو اور جب انکو
 اتار دو تو دونوں قدموں کے درمیان
 رکھو اور نہ اپنے دائیں طرف اور نہ ہی
 اپنے کسی ساتھی کے دائیں طرف رکھو
 اور نہ ہی اپنے پیچھے رکھو جو تمہارے
 پیچھے شخص ہے اس کو تلخیف ہوگی۔

ابن الحاج نے جو چھ کہا اس میں اس کے کچھ حصہ کی تائید ہے۔ امام ابو زرہ
 عراقی سے جب پوچھا گیا کہ مستعمل جوتے پہن کر آدمی مسجد میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ
 ان میں گندگی بھی نہ ہو تو کیا یہ احترام مسجد کی وجہ سے مکروہ ہوگا یا نہیں اور کیا نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں جوتوں سمیت نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے

فرمایا اگر تو معلوم ہو کہ جوتوں میں گندگی ہوگز نہیں اور وہ پاک و صاف ہیں تو پھر ان کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ نہیں اور اگر اس میں گندگی ہے تو اس کے ساتھ مسجد میں جانا حرام ہے جبکہ وہ نجاست تر ہو یا پھر وہ مسجد میں گیلی جگہ پر چل رہا ہو یا اگر وہ ننگے پاؤں ہو لیکن چلنے کے ساتھ جوتوں کی گندگی اتر کر مسجد میں گرے گی تو ان صورتوں میں مسجد میں چلنا حرام ہے اور اگر دونوں میں تری نہیں یا گندگی مسجد میں نہ گرے تو پھر ایسی حالت میں چلنا حرام نہیں ہوگا اور اس کا مکروہ ہونا محل نظر ہے کیونکہ کراہت کے لیے دلیل درکار ہے۔ یہ محض ظن و قیاس سے لاگو نہیں ہوتا اور مسجد کے لیے اگرچہ احترام و حرمت ہے لیکن یہ مسجد کے احترام کے منافی نہیں اور اگر نجاست کا صرف ظن ہو تو پھر غالب کی طرف رجوع ہوگا۔ نجاست کا ظن غالب ہے تو حکم نجاست پر اور اگر غالب گمان طہارت کا ہے تو پھر حکم طہارت پر ہوگا۔ نجاست تر ہو یا آدمی تر جگہ پر چلے اور اس کے جوتوں سے گندگی مسجد میں گرے تو اب اگرچہ نجاست خفیفہ نہیں مگر کراہت فردر ہے۔ یہ تمام حکم اس وقت ہے جبکہ گندگی کا صرف احتمال ہو اور اگر یقین ہو تو پھر مسجد میں یہ عمل قطعاً حرام ہوگا۔ اور باقی رہا حضور علیہ السلام کا جوتوں میں نماز پڑھنا تو ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت سعید بن یزید ابی سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتوں سمیت نماز پڑھی؟ تو انہوں نے فرمایا اں۔ اس سے ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ آپ کا معمول تھا۔ سنن ابی داؤد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو آپ نے اپنی بائیں طرف جوتا اتارا۔ واضح بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کے ساتھ نماز زیادہ تر مسجد میں ہوتی تھی اور پھر کچھ آگے چل کر ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے شرح ترمذی میں کہا

کہ صحابہ و تابعین کا جوتے سمیت نماز پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے یا مباح یا کہ مکروہ اور پھر والد گرامی نے اس پر بڑی شرح و بسط سے کلام فرمایا۔ اور کہا کہ ترجیح اس قول کو ہے کہ ان کا اتارنا اور پہننا برابر ہے جبکہ تحقیق یا ظن غالب ہو کہ وہ پاک و صاف ہے۔ (اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا لقیہ حصہ یوں ہے۔) جب صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نماز میں اپنے جوتے اتار دیے تو انہوں نے بھی جوتے اتار دیے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے۔ عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو جبرائیل نے خبر دی تھی کہ میرے جوتوں میں پستو کا خون لگا ہوا تھا اور بعض شوافع نے فرمایا کہ یہاں نہایت ہی تھوڑا خون تھا اور وہ معاف تھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست سے کامل طہارت کے پیش نظر جوتا اتار دیا اور بعض متاخرین مالکیہ نے کہا کہ یہاں کثیر خون پر محمول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں اس میں امام سحنون اور اس جماعت کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ اگر نماز میں نجاست یاد آجائے اور اسے جدا کر دینا ممکن ہو تو اسے جدا کر کے نماز کو جاری رکھا جائے۔

جوتے کو خود گانٹھنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل مبارک کو خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر میں معمول کیا تھا تو فرمایا آپ ایک کامل انسان تھے۔ اپنے کپڑوں کی صفائی کرتے۔ بکری کا دودھ دوہتے۔

اپنے کام خود کرتے اور امام احمد اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اپنے کپڑے
سیتے اور اپنے نعل مبارک کو خود گانٹھ لیتے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ
اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے اور دیگر اشخاص کی طرح اپنے گھر کے کام کرتے اور
ایک روایت میں ہے کہ آپ کے گھر کا زیادہ تر کام کپڑے سینے کا ہوتا تھا۔
ابن عساکر نے حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا :

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يركب الحمار
وحليبه وآله وسلم يركب الحمار
ويخسف النعل ويدق الثوب
ويلبس العوف ويقول من
رجب عن شئ فليس حسبي
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دراز گوش
پر سواری فرماتے اور اپنے نعل کو گانٹھ
دیتے اور ان کے کپڑے پھنتے اور فرماتے
تجسس بخیری سنت سے منہ پھراؤ مجھ

اس میں تواضع کی تعلیم، تائب کا ترک اور آدمی کا اپنا اور اپنے اہل خانہ کا کام خود کرنے کی رغبت
دلائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے امیر المؤمنین !
ان سرایک ان تلحق بصاحبك
فاخسف النعل واقصر الاصل
دکل دون الشيع -
اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے بزرگوں
رعفور علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کے
ساتھ ملاقات ہو تو جوتا خود گانٹھو،
امیدیں کم کر لو اور سیر ہو کر نہ کھاؤ۔

آپ نے فرمایا : اسٹلی !

ذودنی کلامات غیر ہذا
اور اس حدیث کو حافظ عراقی نے الفیۃ السیرۃ میں یوں نظم کیا۔
مجھے ان کے علاوہ بھی زادِ سفر عطا کرو۔

يُخَصِّفُ لَعْلَهُ يَرْقِعُ ثَوْبَهُ يَحْلِبُ شَاتَهُ وَلَنْ يَعْيِبَهُ

يُخْدَمُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ كَمَا يَقْطَعُ بِالسَّكِينِ لِحْمًا قَدَمًا

رجو تا گانٹھ لیتے ہیں کپڑا اسی لیتے ہیں، بکری دودھ لیتے ہیں اور گھریں ایل کے ساتھ ہاتھ بٹانے میں کبھی غار محسوس نہ فرمایا اور خشک گوشت کو چھری سے کاٹ کر استعمال فرماتے

آپ کے جسم کی نظافت

سابقہ اور حدیثِ امِ ترم سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے سر سے جوئیں تلاش فرمایا کرتے تھے اور فتح الباری میں اس کی تصریح ہے کہ "تفلی رأسہ" کا معنی جوئیں نکالنا ہے۔ لیکن ابن سبع اور بعض دیگر شارحین شفا نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں۔ اور جوئیں گندگی اور بدبو سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود انور اس سے پاک ہے۔ اور وہ اکثر طور پر پسینے سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ بلاشبہ پاک اور خوشبودار تھا۔

اور جس نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں جوئیں تھیں، اس نے آپ کی بے ادبی کی ہے اور حدیث "تفلی رأسہ" کے بارے میں علماء نے یہ کہا ہے کہ تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں جوئیں ہوں کیونکہ یہ تعلیم امت کے لیے بھی ہو سکتا ہے یا جو — میل وغیرہ وہاں ہو اس کا دور کرنا مراد ہے

قلت لفظ الوسخ وسخ فینبغی میں کہہ آہوں آپ کے بارے میں لفظ

ازالتما۔ "درسخ" نہایت ہی غلط ہے۔

لہذا اس کے احراز ضروری ہے۔

اور بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس میں جوئیں تو ہوتی تھیں
 مگر آپ کو تکلیف نہیں دیتی تھیں اور انہیں چننے کی وجہ تکلیف نہ تھی بلکہ نظافت تھی۔
 اور بعض نے یہ ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس سے سوائے طیب و
 پاک چیز کے کوئی چیز خارج نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 کپڑے میلے نہیں ہوتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس میں جوئیں
 پڑتی تھیں اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 مچھر کاٹا تھا۔ اور امام اندلسی نے صاحب شفا کے اس قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوئیں
 تلاش کرتے تھے کے تحت لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کے سبب جوئیں آپ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہیں دیتی تھیں۔

علامہ ابن ابرس کہتے ہیں کہ "یغلی ثوبہ" کا پہلا حرف مفتوح اور
 دوسرا ساکن ہے۔ فلی یغلی جیسے رمح یرمی اور بعض نے نقل کیا ہے آپ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی عزت و تکریم کی خاطر جوئیں آپ کو تکلیف دیتی تھیں اور اس قول کہ "آپ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوئیں تکلیف نہیں دیتی تھیں" میں دو معانی کا احتمال ہے۔
 اول یہ ہے کہ جوئیں بالکل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں ہوتی ہی نہیں تھیں۔
 دوم یہ کہ ہونے کے باوجود تکلیف نہیں دیتی تھیں اور اگر پہلا احتمال تسلیم کیا جائے تو
 پھر مصنف کی ذکر کردہ روایت اور روایت ام حرام کے درمیان تطبیق ضروری ہے۔
 اور میں یہ کہتا ہوں یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اگر یہ روایت ثابت ہے تو پھر بہر طور دوسرا
 احتمال ہوگا کیونکہ ان کے الفاظ ولم یکن العمل یوزیہ ہیں۔ اور اگر پہلا معنی
 رہے تو الفاظ یوں ہوتے کہ لم یکن الذباب یعلو ثوبہ ولا القمل بدنه

خصوصاً جبکہ اس کے خلاف صحیح طریق سے ثابت ہو چکا ہے تو اب احتمال اول کی گنجائش ہی نہیں رہی اور پھر دوسرے احتمال میں بھی بحث ہے کیونکہ اس میں تکلیف کی نہی کی گئی ہے۔ جبکہ یہی تکلیف دینا ان کی غذا ہے جو کہ ان کے لیے اللہ نے بدن میں پیدا فرمائی۔ اور جب غذا نہیں ہوگی تو حیوان زندہ نہیں رہ سکے گا (تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم قدس میں جوئیں ہوتی ہی نہیں تھیں) اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کا وجود ایک مدت تک ہو تو یہ اس کا متقاضی نہیں ہے کہ یہ اس کے متعلق ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تکلیف کے سوا کچھ نہیں ہے اور نفس کو تکلیف دیکھنے میں ہے جو مکروہ ہے اور یک گونہ تکلیف ہے۔

اور علامہ ابن ابرس کا یہ کہنا کہ کچھ لوگوں نے اسے نقل کیا ہے تو ان کا اشارہ اس طرف ہے جو شفاء الصدور اور تارخ ابن النجار میں سنداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیان ہوا ہے۔

کان لا یقع الذباب علی جسدہ
ولا یتابہ اصلاً۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اور
کپڑوں پر گر نہ بھی نہیں بیٹھتی تھی۔

موزے پہننے کی ممانعت

اور وہ حدیث جس میں فرمایا گیا اذ تخففت امتی بالخفاف
ذات المناقب الرجال والنساء وخصفوا العالم تخلی اللہ عنہم۔ یہ الجامع الصغیر
میں مذکور ہے اور حدیث پر علامہ محدث عصر سید اشع عبدالرؤف المناوی الشافعی
نے الجامع الصغیر کی شرح میں بہت اچھا کلام فرمایا میں نے ان سے قاہرہ میں ان
کے گھر ملاقات کی اور وہ میرے ہاں بھی تشریف لائے۔ اس شرح میں تمام شروحات کو
اکٹھا کر دیا ہے اور یہ شرح الجامع الصغیر کے لیے ایسی ہی ہے جیسی کہ جسم

کے لیے روح ان کا کلام یہ ہے اذا تخففت امتی بالخفاف ذات المناقب
یعنی جب میری امت رنگین یا سفید زینت والے موزے یا ایسے موزے جن کے
اوپر زینت کے طور پر کوکے ہوں گے۔ قاموس میں لقب الخف کا معنی موزے کو
پیوند لگانا ہے۔ (للرجال والنساء) مرد و عورت زینت کرنے میں برابر ہیں۔
رخصفوا نعالهم، قاعدہ کے مطابق خصف ہونا چاہیے تھا لیکن مذکر کو غلبہ
دیا گیا کیونکہ وہ اصل ہے۔ اس حدیث نے نشاندہی کر دی ہے کہ اس بدعت میں
مرد اور عورت دونوں مشترک ہوں گے۔ تخی الله عنهم (الله تبارک و تعالیٰ
ان کی حفاظت کو ترک کر دے گا)، اور جس سے حفاظت کا ذمہ اٹھائے وہ ہلاک ہو گا۔
اور خصف کا اصل معنی جوتے کو پیوند لگانا، سینا اور گانٹھنا وغیرہ ہے اور یہاں
سے ظاہر ہوا کہ ایسے موزے پہننے سے منع کیا جا رہا ہے کہ جن کو رنگ دے کر زینت
اور تکبر کے لیے استعمال کیا جائے۔

امام راعب نے کہا کہ الاخصف والخصیف الابرق من الطعام یعنی اخصف
الخصیف وہ بنجر کھانا ہوتا ہے جو دودھ وغیرہ سے کھجور کی بیٹی ہوئی ٹوکری میں بنایا جاتا ہے اور اس میں اسکی رنگت
ظاہری ہو جاتی ہے۔ المیزان میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ چار خصلتیں آل قاروان کی خصلتوں میں سے
ہیں۔ رنگین موزے پہننا، سرخ لباس پہننا، تلوار کے میان کو تکبر کی وجہ سے
لٹکانا اور تکبر کی وجہ سے اپنے خادم کے چہرے کو نہ دیکھنا۔ ممکن ہے حدیث
مذکورہ میں ایسے موزوں کے استعمال سے منع کیا گیا ہو اور اس میں مزین موزے
پہننے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ وبال اور مصیبت ہے۔ اور جو موزے اس سے فالی
ہوں وہ پہننے مباح بلکہ مندوب ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد موزے تھے۔
اور آپ کے صحابہؓ موزے سفر و حضر میں پہنتے تھے۔

ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ میں انگاروں یا تلوار کی دھار پر

پھلوں یا آگ کا جوتا پہنوں یہ میرے لیے زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں قبر کے اوپر
چھوں اور میرے لیے قبرستان اور بازار میں رفع حاجت کرنا ایک جیسا ہے۔

ابو داؤد نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ

اذا وطئ احدكم بنعله الاذى جب کسی کے جوتے کو گندگی لگ جائے

فان التراب له طهور۔ تو مٹی سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

واقطنی نے الافراد میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً

روایت کیا ہے اپنے جوتوں کو مساجد کے دروازے پر نگہداشت کرو۔ (خوب صاف
کرو)۔ حلیہ میں بھی یہ روایت ہے

الحافی احق یصدر الطريق ننگے پاؤں والا جوتے والے سے راستے

من الملتعل۔ میں چلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان فرمایا کہ جو تہبند نہ پائے
اس کے لیے پا جامہ اور جو جوتے نہ پائے اس کے لیے موزے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ
تمام احادیث اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پاک کے متعلق نہیں ہیں لیکن
ان میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور پائی جاتی ہے۔

ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم پہننے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا

دعنی انعلاب یا رسول اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے

تعلیم پہنانے دیجئے۔ آپ نے

چھوڑ دیا۔ جب وہ شخص فارغ ہو گیا

تو اللہ کے محبوب نے فرمایا اے اللہ اس شخص

نے میری خوشی چاہی تو بھی اس کو خوش رکھا۔

اس حدیث میں بکیر بن محمد متفرد ہے۔ لہذا یہ حدیث غریب ہے۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم
 تھے تو اچانک اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔
 اور واپس تشریف لانے میں دیر کی۔ ہم گھبرا گئے کہ ہمارے آقا کو کوئی تکلیف نہ پہنچ
 جائے۔ پس ہم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں
 تھا۔ پس میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ بنی نجار
 کے ایک باغ میں پہنچا اور اس کا دروازہ ڈھونڈنا شروع کیا تو اس کا کوئی دروازہ
 میں نے نہ پایا حتیٰ کہ میں نے ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو کہ باغ میں جاتی تھی تو سکر کر اس
 نالی کے ذریعے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کیا بات
 ہے؟ عرض کیا، آپ ہمارے درمیان تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے
 اور واپسی میں دیر لگائی۔ ہم گھبرا گئے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ پس ہم پریشانی
 کی حالت میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا۔ میں اس دیوار
 کے قریب پہنچا اور لوٹری کی طرح سکر کر اندر داخل ہوا۔ باقی حضرات میرے پیچھے ہی
 ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نعلین شریفین عطا کرتے ہوئے فرمایا اے
 ابو ہریرہ یہ میرے نعلین لیتے جاؤ اور اس دیوار کے باہر جو بھی تجھے سچے دل سے لا الہ
 الا اللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو تو مجھے سب سے پہلے حضرت

۱۔ مذکورہ راوی چونکہ ثقہ ہے۔ اس لیے اس کا متفرد ہونا حدیث کے لئے مضر
 نہیں ہے۔ (رضوی غفرلہ)

عمر رضی اللہ عنہ ملے اور کہا اے ابو ہریرہ یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور مجھے عطا فرما کر آپ نے بھیجا ہے کہ جو بھی خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں چت کر گیا۔ اور فرمایا کہ واپس لوٹ چلو۔ میں واپس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ گیا اور روتے ہوئے عرض گزار ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے آرہے تھے۔ اور مجھ پر آپ کی دہشت طاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تجھے کیا ہوا۔ عرض کیا مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور میں نے ان کو وہ خبر سنائی جو کہ آپ نے ارشاد فرمائی تھی تو انہوں نے میرے سینے پر مارا جس سے میں گر گیا اور مجھے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر کس چیز نے تجھے اس پر ابھارا ہے تو حضرت عمر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین شریفین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہتا ہو ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ تو حضرت عمر نے عرض کیا مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ و توکل کر کے عمل چھوڑ دیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دیں یعنی لوگوں کو یہ مت بتلائیں۔

نوٹ: بعض اہل لغت نے فرمایا کہ جب کوئی شخص روتا ہو آٹے اور اس کی آنکھوں میں آنسو نہ ہوں تو اسے "ابھش" کہا جاتا ہے اور اگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوں تو "اغورقت" کہا جاتا ہے اگر اس پر رقت طاری ہو، آنسو بہہ رہے ہوں اور ساتھ بلند آواز۔ بھی ہو تو اس کو "نومہ" کہتے ہیں اور اگر آنسو ہوں اور ساتھ چیخ و پکار بھی ہو تو اس کو "بکا" کہتے ہیں۔

فائدہ : میرے خیال میں اس بات کو بھی موافقاتِ عمر میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی نے آپ کی موافقات میں ذکر نہیں کیا۔ پھر ایک مدت کے بعد میں علامہ ابن حجر کے اس کلام سے آگاہ ہوا جو انہوں نے باب من جنس بالعلم تو ما دون قوم میں حدیث معاذ کے تحت فرمایا ہے اور وہ متقاضی ہے کہ اس کو موافقات میں شمار کیا جائے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذن لمعاذ فی التبشیر
فلقیہ عمر فقال لا تعجل ثم دخل فقال یا نبی اللہ انت
افضل رأیا ان الناس اذا سمعوا ذلک اکلوا علیہا قال فرد
رنبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو بشارت دینے کی اجازت
مرحمت فرمائی تو حضرت عمر نے فرمایا اے معاذ جلدی نہ کر پھر حضور کے
پاس جاؤ اور عرض کرو آپ بہتر جانتے ہیں کہ لوگ اس کو سن کر توکل کریں
گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو روک دیا۔

اس کے تحت ابن حجر نے لکھا کہ یہ موافقاتِ عمر میں سے ہے اور اس میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے
باب کے آخر میں حدیث ابو ہریرہ جو کہ مسلم میں ہے کے تحت فرمایا: حضرت معاذ کے
لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر توکل
کر لیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ کے قصہ کے بعد ہے تو یہ نہیں مصلحتاً ہے نہ کہ تحریم کے لیے
اور حدیث معاذ کے الفاظ یہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا ما من
احد شہدان لا الہ الا اللہ صدقاً من قبلہ الا حرمہ اللہ علی النار
جو کوئی بھی سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائیگی۔

وحی اور حضرت عمر کی رائے میں مطابقت

اور موافقات میں ایک حدیث وہ ہے جس کو امام بخاری نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

قال عمر وافقت ربي في ثلاث
مواضع : قلت يا رسول الله
صلى الله عليه وسلم لو اتخذت
من مقام ابراهيم مصلی
فنزلت واتخذوا من مقام
ابراهيم مصلی وآية الحجاب
اجتمع نساء النبي صلى الله
عليه وسلم في الغيرة عليه
فقلت لهن عسى رب ان
طلقكن ان يبدلهن ازواجاً
خيراً منكن فنزلت
هذه الآية -

حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے رب
نے میرے ساتھ تین مقامات پر
موافقت فرمائی۔ میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کاش آپ مقام ابراہیم کو مصلی بنا لے
تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی واتخذوا
من مقام ابراہیم مصلی۔
اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ اپنے
ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرماتے
کہ وہ اجنباب فرمائیں ہر نیک و بد
کے ساتھ کلام کرنے سے تو آیت حجاب

نازل ہوئی اور ازواج مطہرات شوہر پر بغیرت کرتی ہوئی اکٹھی ہوئیں تو
میں نے ان سب سے کہا کہ قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سب
کو طلاق دے دیں اور آپ کا رب آپ کو تم سے اچھی ازواج عطا فرمائے۔
تو انہی الفاظ کے ساتھ آیت کریمہ نازل ہو گئی۔

امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں، رشیم اور حجاج سے پہلی، امام نسائی نے

حمید سے پہلی اور دوسری موافقت نقل فرمائی۔ اور ابن ماجہ نے ہشیم سے پہلی موافقت اور امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں عمرو بن عون سے اور کتاب التفسیر میں بھی انہی سے نقل فرمائی اور کتاب۔۔۔ التفسیر میں عن یحییٰ بن حمید سے حجاب کا قصہ بیان فرمایا۔ اور موافقات عمر میں سے بدر کے قیدیوں کا معاملہ بھی ہے کہ ان کی رائے عدم فدیہ کی تھی تو آیہ کریمہ نازل ہوئی: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ۔ اور انہی موافقات میں سے منافقین پر جنازہ سے منع کرنا ہے۔ وَلَا تَصِلْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ۔ اور یہ دونوں موافقات بخاری میں مروی ہیں اور موافقات عمر میں سے شراب کی حرمت کا معاملہ بھی ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے حماد بن سلمہ کے طریق سے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے رب نے چار مقامات پر میری موافقت فرمائی۔ اس میں تین وہی ہیں جو بخاری کے حوالہ سے گزریں اور ایک یہ ہے کہ جب آیہ کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ اِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ ثُمَّ انشَاءً خَلَقْنَا آخر نازل ہوئی تو میں نے کہا تبارک اللہ احسن الخالقین تو یہ الفاظ اسی طرح قرآن میں نازل ہو گئے۔

اور انہی میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل شدہ الفاظ ہیں کہ جب آپ پر واقعہ افک میں الزام لگایا گیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کا نکاح آپ سے کس نے کیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کیا آپ گماضہ کرتے ہیں کہ آپ کا رب آپ سے دھوکا کرے گا! سُبْحٰنَہٗذَا بَہْتًا عَظِیْمًا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ اسی طرح قرآن میں نازل فرمادیے۔ اسے محب الطبری نے احکام میں بیان کیا۔

موافقاتِ عمرؓ کی کل تعداد

امام ابو بکر ابن العربی نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی کل موافقاتِ قرآنہ گیارہ^(۱) ہیں۔ اور امام عینی نے حدیث نزولِ آیہٴ حجاب کی شرح میں موافقات کا ذکر یوں کیا ہے۔

اول : آیۃ الحجاب

دوم : عسی ربما ان طلقکن ۔

سوم : واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ۔

چہارم : بدر کے قیدیوں کے بارے میں ۔

پنجم : منافقین (عبداللہ بن ابی) پر نماز پڑھنے سے ممانعت

(اور یہ دونوں صحیح مسلم میں مروی ہیں۔

ششم : سورۃ المومنون کی آیت لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔

ہفتم : تحریم الخمر

ہشتم : من کان عدوا للہ وملتکته ۔ (اسے زمنختری نے ذکر کیا)

اور ابو بکر ابن العربی نے کہا کہ کتاب البکیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ اللہ

نے تلاوت اور معنی کے لحاظ سے گیارہ مقامات پر موافقت فرمائی اور امام ترمذی نے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا حانزل بالناس امر قط فقالوا فیہ وقال

عمر فیہ الانزل القرآن علی نحو ما قال عمر۔ (جب بھی لوگوں اور حضرت

عمرؓ کے درمیان اختلاف ہوا تو حضرت عمرؓ نے جس کام میں جو کچھ بھی کہا انہی کے مطابق قرآن

نازل ہوا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی موافقات بالقرآن

بہت زیادہ ہیں اور ہم جن پر بذریعہ نقل واقف ہوئے ہیں ان کی تعداد پندرہ ہے۔
حافظ ابن الشیمہ نے ان موافقات کو یوں نظم کیا ہے:

آمد وافق الفلادوق من حکم الذکر • • • • • ثمانامن الآیات ضمت الی عشر
قیام بجانب سبع سی ربہ ولا • • • • • تصل وفی ان الصفا وفداء بدر
عداوة جبریل وحل النساء فی • • • • • لیال شہر الصوم مع حرمة الحشر
نساؤکم حرث وحکم کلالہ • • • • • ولاتسائوا خوف الاجابة بالشر
تبارک فی الخلق کادوا لیفتنوا • • • • • ثلاثة استیذ ان مملوک او حر
وفی آية المؤمنین وفی فلا • • • • • وربک فانظر مائدا الخبر من فخر

حضرت فاروق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام نے آٹھ آیات سے دس آیات
تک موافقت کی :- حکم مجاب

اور عسائی ربہ ولا تصلی اور ان الصفا، بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور
آیہ کریمہ عداوة جبریل اور ماہ رمضان کی راتوں میں عورتوں کے پاس جانے کی حلت
اور شراب کی حرمت بھی عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اور کلالہ کے بارے میں -
آپ سے سوال اس لئے نہ کرنا کہیں شے حرام نہ ہو جائے -

تبارک اللہ احسن الخالقین اور کادوا لیفتنوا - تین اوقات میں مملوک
اور آزاد کا اجازت لینا اور آیہ المؤمنین میں اور آیہ فلا وربک میں

امام سیوطی اور موافقاتِ عمر

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے موافقاتِ عمر کو نظم کیا اور اس کا نام "اقتطاف
الثر فی موافقاتِ عمر رکھا۔

يا إلهي والحادثات تكثر • عن الذي وافق فيه عمر
 وما رى أنزل في الكتاب • موافقا لرأيه الصواب
 خذ ما سألت منه في آيات • منظومة ما من من شتات
 ففي المقام و إلهي بدر • وآيتي تظهر و ستر
 وذكر جبريل لأهل القدر • وآيتين أنزل في الحر
 وآية الصيام في حل الرقت • وقوله نساء كم حرت بيت
 وقوله لا يؤمنون حتى • يحكموك لئلا يقتل أفتي
 وآية فيها لبدر أوبه • ولا تصل آية في التوبة
 وآية في النور هذا بيان • وآية فيها به الاستيذان
 وفي ختام آية للمؤمنين • ببارك الله محفظ المتقين
 وثلة من صفات السابقين • وفي سورة آية المنافقين
 وعدد وامن ذلك نسخ الرسم • لآية قد أنزلت في الرجم
 وقال قوم هو في التوراة قد • نبره كعب عليه فوجد
 وفي الأذان المذكور للرسول • رأته في خير موصول
 وفي القرآن جاء بالتحقيق • ما هو من موافق الصديق
 كقوله هو الذي يصلي • علكم اعظم به من فضل
 وقوله في آية المجادلة • لا تجسد الآلة في الخلة
 نظمت ما رأته منقولا • والحمد لله على ما أوى

اسے مجھ سے سوال کرنے والے ایسے بہت سے حادثات و واقعات ہیں جن میں حضرت عمر کی موافقت ہوئی اور کتاب اللہ میں آیات آپ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں جو تو نے مجھ سے سوال کیا اس کا جواب شعروں میں منظوم جو کہ آٹھ مختلف جگہوں میں بکھری ہوئی ہیں اور آیت حجاب اور بدر کے قیدیوں میں آیت نظاہر اور ستر اور یہاں حضرت جبرائیل سے دشمنی کا ذکر تھا اور دو آیات شراب کی حرمت میں نازل ہوئیں اور ماہ صیام کی راتوں میں بیویوں سے ہمبستری کرنا اور آیت کریمہ نساء کم حوث لکھو اور آیت کریمہ لا یومنون حتی یحکموک میں جب کہ آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اور منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کرنے پر جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے۔ اور سورہ نور میں آیت کریمہ ہذا بہتان عظیم اور اس میں آیت استیذان (اجازت سے کسی کے گھر جانا) اور آیت مومنین کا آخر یعنی تبارک اللہ احسن المخالقین اور صفات سابقین کا ایک حصہ اور آیت المنافقین میں اسی طرح اور ان میں آیت رجم بھی ہے جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ آیت توراۃ میں موجود ہے۔ اس پر حضرت ابی بن کعب نے تنبیہ کی اور اذان میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اسے حدیث متصل دیکھا۔ بلاشبہ قرآن میں ایسی ہی حضرت ابوبکر صدیق کی موافقت میں بھی آیات نازل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہوالذی یصلی علیکم۔ یہ بھی بہت بڑا فضل ہے۔ اور آیت مجادلہ — اور میں نے منقول کو نظم کر دیا اور اس پر اللہ کی ہی حمد ہے اور وہی اس کا حقدار ہے۔

ایک جو تاپہن کر چلنے کی ممانعت

امام ترمذی نے باب ماجاء فی کراہۃ المشی بمنعل واحد کے تحت حضرت ابوہریرہ

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا یمشی احدکم فی نعل واحد لینعلہما جسیعاً او ینخلہما جسیعاً دم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا تو دونوں پہنے یا پھر دونوں اتار دے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں باب الرخصہ بھی ہے۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

ربما مشی صلی اللہ علیہ وآلہ بعض اوقات بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ومسلم فی نعل واحدۃ ایک جوتا پہن کر چلتے تھے۔

قاسم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک جوتے میں چلتی تھیں۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ اصح ہے۔ اور اسی طرح سفیان الثوری وغیرہ نے عبد الرحمن بن قاسم سے موقوفاً بیان کیا۔ یہی اصح ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نہی ان یمشی الرجل فی نعل واحدۃ او خف واحد۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا۔

بخاری نے الادب المفرد میں نسائی نے حضرت ابوہریرہ اور طبرانی نے حضرت شداد بن اوس سے مرفوعاً روایت کیا۔

اذا انقطع شسع احدکم فلا یمشی فی الاخری حتی یصلحها جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو جب تک اس کو صحیح نہ کر لے اس وقت تک دوسرے جوتے میں نہ چلے۔

شمال ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوتے میں چلنے سے منع فرمایا۔ تو دونوں جوتے پہن لے
یاد دونوں آثار دے۔

قولہ "فی نعل واحدۃ" یہ مونث استعمال ہوا ہے۔ لہذا کوئی اشکال نہیں
ہے اور مذکر بھی مردی ہے۔ اور اس کا بیان ابتدائے کتاب میں گزر چکا ہے۔ اور
بعض نے "لا یمشی" کو خبر واقع موقع نہیں پر حمل کیا ہے تاکہ مطلق نہی پر کیونکہ
فعل مرفوع ہے اور اس پر محمول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں لا یمشی
کی بجائے لا یمشین (بالنون الموبکہ) وارد ہوا ہے اور عصام نے یہ کہتے
ہوئے اس کے عکس کہا ہے کہ بعض نسخوں میں لا یمشی کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ
لا یمشین کو بصورت خبر نہیں کے موقع میں حمل کیا جائے تاکہ نہی پر۔

علامہ ابن حجر قول اول کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ دوسری روایت
میں یمشی یہ خبر معنی نہیں ہے اور نہی کی علت میں فرمایا کہ یہ مکروہ ہے کہ اس میں
مشکل ہے اور یہ وقار کے خلاف ہے اور اس طرح چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور
اس طرح لوگوں کے اس کو مذاق کر کے گناہ میں واقع ہونے کا احتمال ہے۔ اور
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ لوگوں
کو گناہوں میں پڑنے سے بچانے کی کوشش کریں۔ اس لیے آپ نے فرمایا: نماز
میں جب وضو فاسد ہو جائے تو نمازی اپنے ناک پر ہاتھ رکھ کر نماز سے واپس لوٹ
جائے تاکہ دوسرے لوگ گمان کریں کہ اس کی نکیس پھوٹ پڑی ہے تاکہ وہ اس کو
مذاق کر کے گناہ گارتہ ہوں۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا (ایک جوتے میں چلنے سے
اس لیے منع فرمایا کہ یہ شیاطین کا چلنا ہے اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا کہ اس
طرح چلنے میں مشقت اور تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔
کیونکہ جوتے والا پاؤں دوسرے پاؤں سے اونچا ہو گا اور اس طرح پھسل جانے کا

خطرہ ہوگا لیکن یہ تمام اس وقت ہے جب ضرورت نہ ہو۔ ورنہ کراہت نہ ہوگی۔
اور اس پر وہ روایت شاہد ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات
ایک جوتے میں چلے۔

اور موزہ اور مدراس جوتے کی ہی مثل ہیں۔ اس کی تفصیل امام ابو سلیمان
المخطابی کی معالم السنن میں ہے۔

صاحب سبل العدی والرشاد نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں وارد ہے کہ آپ ایک جوتے میں بعض اوقات چلے۔ جبکہ اس سے منع بھی فرمایا
ہے تو یہ چلنا صرف بیان جواز یا پھر ضرورت کے تحت ہوگا۔

ابن عبد البر نے التمہید میں فرمایا: بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل
مبارک کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو جب تک اس کو صحیح نہ فرماتے ایک ہی نعل مبارک میں چلتے۔
طبرانی کی روایت جس کی سند کو امام بیہقی نے حسن کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ	جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
علیہ وسلم اذا القطع شمع	نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو آپ
نعلہ مشی فی نعل واحد	ایک نعل میں چلتے اور جب تک اس کی

والاخری فی یدہ حتی یجد

اصلاح نہ فرمالتے دوسرا جوتا

آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔

تشعہا۔
اور وہ حدیث کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے جب تک دوسرے
کی اصلاح نہ کرے تو بعض محدثین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مفہوم اس کے
علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس صورت کے علاوہ جواز کا اذن ہے۔ بلکہ یہ تو اغلب کا
بیان ہے یا یہ مفہوم موافق کے اعتبار سے ادنیٰ پر اعلیٰ کے لیے تنبیہ ہے۔ کیونکہ جب

حاجت کے باوجود منع ہے تو عدم حاجت کے وقت منع بطریق اولیٰ ہے۔ اور پھر یہ معنی ترمذی کی اس روایت کے متعارض نہیں ہے کہ آپ بعض اوقات ایک نعل میں چلتے تھے۔ کیونکہ وہاں نہی کا محل غیر ضرورت ہے۔ جیسا کہ ابن حجر کے کلام سے صریحاً گزرا ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے اپنی دوسری کتاب میں فرمایا ہے کہ نہی اس شخص کے لیے صحیح ہے کہ جس کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نعل میں چلنا صرف بیان جواز کے لیے ہے۔ اور ہم نے وہ حدیث پہلے ذکر کر دی ہے جس کی طرف علامہ ابن حجر نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ایک جوتے میں چلنے سے نہی سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس پر ہمیشگی کرے۔ اور اگر کسی کا جوتا ٹوٹ جائے تو وہ اگر مجبوری کی حالت میں ایک دو قدم ایک جوتے میں چلے تو یہ مکروہ اور ممنوع نہیں ہوگا۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت میں قلیل کام کی اجازت ہے۔ کثیر کی نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ نماز میں کُل قلیل تو معاف ہے۔ جبکہ کُل کثیر معاف نہیں ہے۔ اور حافظ القسطلانی نے شرح شمائل ترمذی میں فرمایا کہ حدیث نبی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایک نعل میں نہیں چلے۔ اور اس میں جامع ترمذی کی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو بعض احادیث میں وارد ہے کہ ایک انصاری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ان سے بہتر جو کہ ایک جوتے میں چلتے ہیں تو وہ اس قلیل سے نہیں ہے۔ جیسا کہ حافظ زین العزاقی نے فرمایا کہ یہاں فرد سے مراد ایک جوتا نہیں بلکہ ایسا جوتا مراد ہے جس پر پیوند نہ ہو۔ جس کا ایک طاق ہو۔ اور عرب ایسے جوتے کو اچھا تصور کرتے ہیں۔ تو جس نے ان کے درمیان تعارض بیان کیا یہ اس کا وہم ہے۔ اور حدیث میں چلنے کا ذکر ہے تو اب ایک جوتے میں کھڑا ہونا اور بیٹھنا منع نہیں ہے جیسا

کہ بعض اسلاف نے فرمایا اور زیادہ تر علماء اس طرف ہیں کہ ہر حالت میں مکروہ ہے۔ تاکہ دونوں پاؤں میں اعتدال رہے۔ اور وہ جو بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ ایک جوتے میں چلتے تھے تو یہ کسی عذریہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گزرا۔ اور امام ابن سیرین کا قول کہ اس میں کوئی حرج نہیں تو بہت سارے علماء نے فرمایا کہ اس کی تردید صریح سنت سے ہوتی ہے۔ اور نہی کی علت ابھی گزری ہے اور امام بیہقی نے فرمایا کہ نہی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قباحت و شہرت اور لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھیں گی جو منع ہے۔ ایسے لباس سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ مثلاً ہے۔ امام خطابی نے بھی یہی فرمایا :

امام نووی نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں جوتے اکٹھے پہننے مندوب ہیں واجب نہیں ہیں۔ لیکن ہم ابن حزم کے قول کے مطابق منع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حلال نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔ کہ یہاں حلال سے مراد دونوں طرفوں کا برابر ہونا ہے۔

اہل ظواہر کی مخالفت اجماع سے مانع نہیں

امام نووی کئی مقامات پر اجماع کا حکم کرتے ہیں۔ جبکہ اہل ظواہر اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ تو اس میں علامہ ابن حجر نے ان کی طرف سے عذر پیش کیا کہ امام نووی کے نزدیک اہل ظواہر کی مخالفت کا اعتبار نہیں یا پھر امام نووی ان کے اختلاف سے واقف نہیں ہوتے۔ اور جامع ترمذی کے آخر میں شارح الخمر پر چوتھی مرتبہ قتل کرنے کے بارے میں جو حدیث ہے اس پر عمل نہ ہونے پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں اہل ظواہر کا اختلاف ہے۔ تو یہ اسی بناء پر ہے کہ اہل ظواہر کا اختلاف اجماع کے قاذح نہیں ہے۔

اور جو نووی نے شارب الخمر کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے تو یہ قول باطل ہے۔
 کیونکہ صحابہ اور ان کے بعد والوں کا اجماع اس کے مخالف ہے اور حدیث وارد شدہ
 منسوخ ہے۔ یا اس حدیث کی وجہ سے نہیں ہے کہ کسی مسلمان کا قتل کرنا حلال
 نہیں سوائے تین چیزوں کے اور یا اجماع اس کے منسوخ ہونے پر دال ہے۔
 آپ نے دیکھ لیا کہ امام نووی اہل ظواہر کی مخالفت پر آگاہ ہونے کے باوجود اعتبار
 نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی ناسخ حدیث جابر
 اور قبیصہ بن زہیب ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
امره بقتل من شرب فی	حکم کرنے کے بعد آپ کے پاس
الوالجة اتی برجل من شرب	ایسا شخص لایا گیا جس نے چومتی
فیہا فضربہا ولعولقتلہا	مرتبہ شراب پی تھی۔ تو آپ نے اس
	کو قتل نہیں کیا بلکہ درے مارے۔

اور فقہاء محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ اہل ظواہر کو اختلاف
 و اجماع میں کوئی حیثیت نہیں دی جائے گی۔ اور یہ قول امام اسفرائینی، امام جوینی،
 ابوبکر الرازی اور ابن ابی ہریرۃ کا ہے اور امام ابن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں
 فرمایا کہ داود ظاہری کو اجماع و اختلاف میں گنا جائے گا یا کہ نہیں۔ اس میں ہمارا اور
 دوسروں کا اختلاف ہے۔ اور عہدِ علماء کا مذہب یہ ہے کہ قیاس کے منکر اور اس
 کی نفی کرنے والا شخص اجتہاد کی منزل کو نہیں پاسکتا۔ اور جب توجہ جان گیا جو ہم نے
 بیان کیا تو یقیناً تیرے لیے ظاہر ہو گیا کہ امام ابن حجر کا پہلا اعتراف ہی صحیح ہے کہ امام
 نووی اہل ظواہر کے اختلاف کا اعتبار نہیں کرتے۔

اور ابن حجر کا دوسرا قول کہ شاید نووی اہل ظواہر کے اختلاف پر آگاہ

نہ ہو سکے محل نظر ہے دلیٰ یعنی امام غزالی نے اختلاف اہل ظواہر کو جانتے ہوئے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ ابن قتیبہ نے ان کی اتباع میں امام بغوی اور امام خطابی نے کہا کہ ایک آستین سے بازو باہر رکھنا اور دوسرے کو داخل رکھنا یہ بھی منع ہے۔ اور اسی طرح ایک کندھے کے اوپر چادر ڈالنا منع ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے اس کا تعقب کیا ہے کہ یہ دونوں کام شریعہ اور خلیفہ لوگوں کی عادات میں سے ہیں۔ جبکہ علماء نے تصریح کی۔ پس انہیں کراہت کی وجہ نہیں ہے۔

اور یہ گفتگو نماز کے علاوہ ہے۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو اس میں دوسرا عمل تو مطلقاً مکروہ ہے۔ اور پہلا تو ایسے شخص کے لیے جو اس میں خلل انداز نہیں ہوتا مکروہ نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ کام بلا شک مکروہ اور وہ بھی تحریمی ہے۔ اور شیخ عصام نے فرمایا کہ یہ بھی اس صورت کو بھی شامل ہوگی جب کوئی ایک جوتا اور ایک موزہ پہن کر چلے تو ابن حجر نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ سابقہ تمام علل کہ ایک پاؤں کا ممتاز ہونا اور اس میں چلنا شیطان کی چال ہے اور مثلاً اور دشواری ہے، واضح کر رہے ہیں کہ بظاہر اس میں کوئی چیز بھی کراہت کی مقتضی نہیں ہے۔

اور اس پر تعقب یہ کیا گیا ہے کہ سابقہ علل میں یہ بھی تو ہے کہ وقار کے مخالف ہے۔ اور ایک جوتے کا اتار کر چلنے سے ایک پاؤں دوسرے سے اونچا ہوگا۔ اور اس سے پھسلنے کا خوف رہے گا اور یہ تمام چیزیں اس کی کراہت پر دلالت کر رہی ہیں جو الحاق کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لینعلہما۔ اسمیں ضمیر قدسین کی طرف راجح ہے۔ اگرچہ ان کا ذکر نہیں البتہ دلالت سیاق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "حتی تو رات بالمحجاب" میں سورج کا لفظاً ذکر نہیں مگر دلالت ہے۔

امام نووی نے اس کا بالضم ضبط فرمایا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ النعل
الدابة۔ جبکہ اس کو نعل لگوائے جائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :
ان غسان تنعل خيلها۔ اہل غسان اپنے گھوڑوں کو نعل
پہاتے ہیں۔

دیگر حضرات نے اس کو لفتح الیاء اور لفتح العین پڑھا ہے جیسا فرح اور
کہا جاتا ہے نعل وانتعل یعنی اس نے جوتا پہنایا پھر نعل منع کی طرح بمعنی
انتعل ہے۔

جیسا کہ قاموس میں ہے اور امام زین الدین العراقي نے امام نووی کا رد کیا
ہے کہ اہل لغت نے نعل کو لفتح العین اور بکسر العین پڑھا ہے۔ یعنی نعل نعل
یعنی انتعل اسی لیس النعل لیکن اہل لغت نے یہ بھی کہا ہے النعل رجلہ
البسھا النعل۔ اور امام ابن حجر نے فرمایا: حاصل یہ ہے کہ (لینعلہما)
میں ضمیر اگر قدین کی طرف لوٹتی ہے تو اس کو بالفتح اور بالضم دونوں اور اگر
نعلین کی طرف ہے تو پھر فتح ہی ہوگا۔ امام زین الدین العراقي نے شرح ترمذی
میں فرمایا پھر یہی ہے "قوله لیحفہما" احفارسے۔ یہ بغیر جوتوں یا
موزوں کے ننگے پاؤں کو کہتے ہیں۔ اسی سے الحفارسے۔ جس کا معنی جوتے
اور موزے کے بغیر چلنے کے ہیں۔ تو اس وقت یہ مجازاً متعدی ہوگا اور اصل
میں لیحف بہما تھا پس جار کو اختصار کی خاطر حذف کر دیا گیا۔ یا متعدی کو متضمن
ہے تو اس صورت میں حذف نہیں ہوگا۔

شیخ عصام الدین نے احفا اور حفا کا ذکر کرنے کے بعد کہا یہ مشکل ہے۔
کیونکہ اس میں متعدی ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے البتہ حذف وایصال کی صورت
ہو سکتی ہے۔ لیحف بہا جینعا اور بعض نسخوں میں لیحفہما کی جگہ لیخلعہما

(دونوں کو اکٹھے اتار دے) ہے۔ تو اس صورت میں ضمیر تعلین کی طرف ہوگی تاکہ قدین کی طرف۔

اور میں کہتا ہوں کہ قدین کی طرف راجع کرنا بھی درست ہو سکتا ہے۔ یعنی یہاں مضامین حذف مان لیا جائے۔ فلیخلعہ تعلیہما۔

ابوداؤد نے مراسیل میں ایک صحابی سے روایت کیا:
 اذا وجد احدکم عقرباً و تم میں سے جب کوئی نماز کی حالت
 هو یصلی فلیقتلہا بنعلہ میں بچھو دیکھے تو اس کو اپنے بائیں
 الیسری۔ جوتے سے مارے۔

ترمذی میں حضرت جابر سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
 وسلم نفی ان یا کل یعنی الرجل فرمایا یہ کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے
 بشمالہ اویشی فی فعل واحدہ۔ کھائے یا ایک جوتے میں چلے۔

(امی الرجل) یہ راوی کا کلام ہے اور شیخ عصام نے کہا کہ مرد کا ذکر اصل
 اور اشرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں عورت بھی مرد ہی کی مثل ہے
 اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں رجل سے بطور مجاز شخص ہے تو یہ بچے پر بھی صادق
 آتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس کے افراد میں سے ہے اور الفاظ بخاری میں اسپر دلالت
 بھی ہے۔

وقولہ بشمالہ (بایاں ہاتھ) پس بائیں ہاتھ کے ساتھ بغیر کسی ضرورت کے
 کھانا مکروہ ہے۔ مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ کراہت تنزیہیہ ہے۔ اور
 شوافع نے اس کو حلال قرار دیا ہے۔ بعض مالکیہ، حنابلہ اور بعض شوافع نے اس کو حرام
 کہا ہے۔ اور اس پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ جو مسلم میں ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راٰی رجلاً یا کل بشمالہ فقال له کل بیمنک فقال لا استطیع فقال لا استطعت فما دفعها الیہ بعد ذلک .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا میں طاقت نہیں رکھتا فرمایا تو طاقت نہ رکھے تو اس کے بعد وہ شخص کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ کو منہ تک نہ لیجاسکا۔

اور مجھے مصری حنابلہ نے بتایا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک معروف کراہیت ہے تحریم نہیں۔ علاوہ انہیں حدیث مسلم سے حرمت پر استدلال کو بعض ائمہ نے پسند بھی نہیں کیا۔ و قوله (او ہمیشی فی فعل واحدۃ) یہاں لفظ "او" تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں۔ یعنی ان دونوں آہوں سے علیحدہ علیحدہ منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ولا قطعہنہم اثماً او کفوراً۔ شیخ عصام نے فرمایا کہ جس نے لفظ "او" کو شک کے لیے قرار دیا اس کا قول کمزور ہے کیونکہ اس سے حضرت جابر کی روایت جس میں اس سے منع فرمایا گیا ہے بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شک سے حکم ثابت نہیں ہوتا تو اس قول کی طرف قطعاً التفات نہیں کرنا چاہیے اور یہاں لفظ "او" واؤ کے معنی میں بھی نہیں۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ اس کو واؤ کے معنی میں لیا جائے تو بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ اس سے یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں اس وقت منع ہوں گے جب اکٹھے ہوں گے حالانکہ یہ ایسے نہیں ہے۔

جوتا پہننے کا سنون طریقہ

ابن ایشع حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلین
 علیہ وسلم اذا لبس نعلیه
 بدأ بالیمنی واذا خلع خلع
 الیسری۔
 جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین
 پہنتے تو دائیں پاؤں سے شروع
 فرماتے اور جب اتارتے تو بائیں
 پاؤں سے اتارتے۔
 ترمذی میں باب ما جاء بای رجل یبدأ اذا انتعل کے تحت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم قال اذا انتعل احدکم
 فلیبدأ بالیمین واذا انتزع
 فلیبدأ بالشمال فلتکن الیمین
 اولھما تنعل واخرھما تنزع۔
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے
 تو دائیں پاؤں سے شروع کرے
 اور جب کوئی اتارے تو بائیں پاؤں
 کا پہلے اتارے۔ پس، دائیں پاؤں
 کو جوتا پہننے میں اول رکھو اور اتارنے
 میں آخر میں

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شامل ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم
 میں سے جب بھی کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے اور اتارنے سے پہلے
 بائیں پاؤں سے شروع کرے۔ پس جوتا پہننے میں دائیں کو پہلے اور اتارنے
 میں دائیں کو آخر میں رکھو۔ اور آپ کا یہ ارشاد ”فلیبدأ بالیمین“ سے دائیں
 جانب اور ”بالشمال“ سے جانب الیسا مراد ہے اور اس کی علت علماء نے یہ بیان
 کی ہے کہ پہننا آدمی کی عزت و تکریم سے ہے اور اتارنا تنقیص اور امانت کے باب
 سے ہے تو جو کام بھی عزت و تکریم والا ہو اس کو دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔

اور اسی سے ہے ہر وہ شے جس سے زیب و زینت مقصد ہو مگر اس میں گندگی کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔ اس کو تو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے اور اتارنے میں تنقیص اور اہانت ہے اور یہ کمال کی ضد ہے تو اس کے لیے بائیں طرف کو پہلے کرنا چاہیے۔ مثلاً مسجد سے نکلنا اور بیت الخلاء میں داخل ہونا، بازار جانا اور استنجاء کے لیے پتھروں کا استعمال، شرمگاہ کا چھونا، ناک صاف کرنا اور اس طرح گندی کسی بھی چیز کو چھونا وغیرہ، کپڑا، موزہ، شلوار یہ سب جوتا پہننے کی طرح ہے۔

امام ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ حکم ارشادی ہے۔ شرعی نہیں۔ یہ بات باطل باطل ہے۔ اور سنت اور ائمہ کے کلام کے خلاف اور بعض نے اس کلام پر یوں تعاقب کیا ہے۔

اس بارے میں حکیم ترمذی کا یہ قول بہتر ہے کہ عام اشیاء کا دایاں اللہ کو محبوب ہے۔ اہل جنت قیامت کے دن عرش کی دائیں طرف ہوں گے اور سعادتمندوں کو دائیں ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ نیکیاں میزان کے دائیں پلڑے میں رکھی جائیں گی تو جب دائیں کو تقدیم کا حق ہے تو پھر اتارنے میں اس کو آخر میں رکھا جائے گا تاکہ اسے حق حاصل رہے۔ اور علامہ ابن حجر نے کہا ارشاد نبوی "وآخرھا تسنوع" میں مستقل نائدہ ہے۔ کیونکہ دونوں کو مقدم کرنے کے حکم میں یہ تقاضا نہیں کہ اتارنے میں ضرور اس کو مؤخر کرے کیونکہ دونوں کو اکٹھا جوتے سے نکالنا جاسکتا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ یہ کلمہ تاکید کے لیے ہے۔ اس میں اگرچہ نائدہ نہیں۔

لیکن یہ ان کا دہم ہے۔ اسی طرح مذکورہ معنی کے علاوہ ایسا معنی کرنا سوائے تکلف کے کچھ نہیں۔ اگرچہ جو اس کو تاکید سے خارج کرے اور یہ علامہ عصام پر تعریف ہے در یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تاکید حکم ہو سکتا ہے کیونکہ نفوس آسان کام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یا پھر دائیں کو مقدم کرنا لوگوں کی عادت میں سے ہے۔ گویا کہ بائیں کی

تقدیم کو چھوڑنا ضروری ہے اور علامہ ابن حجر نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 طہارت میں دائیں کی تقدیم کو پسند کرتے اور جب بالوں میں کنگھی کرتے تو بھی دائیں
 طرف سے شروع فرماتے اور جب نعلین پہنتے تب بھی دائیں کو مقدم کرتے گویا
 کہ راوی کو باقی حدیث یاد نہیں رہی جیسا کہ مکمل طور پر یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔
 کہ ہر معاملے میں دائیں کو مقدم فرماتے۔

امام بخاری نے کتاب الوضوء، باب الصلوٰۃ، باب اطعمہ اور باب اللباس میں
 مسلم نے باب الطہارۃ میں، امام ابو داؤد نے باب اللباس میں، اور ترمذی نے باب
 الصلوٰۃ کے آخر میں ذکر کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شامل میں، نسائی نے باب الطہارۃ
 میں اور باب الزینۃ میں ابن ماجہ نے باب الطہارۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
 مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی جس کا معنی یہ ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں
یجلبہ المتین فی تنعلہ و	کو پسند فرماتے تھے نعلین پہنتے
ترجلہ و طہورہ و فی شانہ	میں طہارت میں کنگھی کرنے میں
کلہ۔	اور اپنے ہر کام میں۔

اسی طرح اسے امام احمد نے بھی روایت کیا اور بخاری نے اکثر و فی شافہما کلمہ
 میں واؤ کو ساقط کر دیا۔

لفظ "المتین" مشترک ہے اس کے معنی دائیں سے شروع کرنا کسی
 شے کو دائیں سے استعمال کرنا تبرک اور دائیں کا قصد کرنے کے ہیں لیکن
 یہاں قرینہ موجود ہے کہ یہاں اس سے مراد پہلا معنی ہے

ترمذی کی روایت میں ما استطاع (جو استطاعت رکھتا ہو) کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح بخاری کے باب الصلوٰۃ میں ہے "یعنی جب تک وہ دائیں کی تقدیم پر قادر ہے" کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ اگر دائیں کو کوئی عارضہ لاحق ہو تو پھر بائیں سے شروع کرنے میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ وہ تکریم و عزت کا فعل ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن حجر نے فتح الباری میں اسے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث میں یہ فائدہ ہے کہ دائیں پر مداومت کرے جب تک کوئی مانع نہ ہو۔ گویا علامہ ابن حجر نے شیخ عصام پر تعرض کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ ما استطاع سے مراد دائیں کے اختیار کرنے میں تاکید ہے اور اس کے ترک نہ کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ عرف عام ہے اور یہ وارد نہیں ہوا کہ آپ نے ضرورت یا عدم قدرت کی وجہ سے یا ارادۃً اس کو ترک کیا ہو اور یہ تمام کلام اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ ما استطاع میں ما مصدریہ ظرفیہ ہے جیسا کہ ایسے مقامات پر شائع ہے اور بعض حضرات نے اس کو یہاں موصول ہونا بھی جائز رکھا ہے۔

الفاظ حدیث "کان یعجبه التیمن" سے مراد امور شریفہ ہیں جیسا کہ آ رہا ہے۔ فتح الباری میں کہا کہ اس کی حکمت یہ بیان ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ دائیں کو اس لیے پسند فرماتے کہ اس میں نیک فالی ہے کیونکہ اسی التیمن جنت والوں کو کہتے ہیں۔ اور حکیم ترمذی کا کلام اس سلسلہ میں گزر چکا ہے۔
وقولہ ما فی تنعلہ (نعل پہنتے ہیں) ترجمہ (بالوں میں کنگھی کرنے میں اور بالوں میں تیل لگانے میں اس کو صاحب فتح الباری نے بیان کیا اور علامہ عینی نے اس پر تعاقب کیا کہ یہ لفظ ترجمہ تیل لگانے پر دال نہیں کیونکہ کسی اہل لغت نے اس کا یہ معنی بیان نہیں کیا اور ترجمہ (بالوں کو سنوارنا) ہے وہ چاہے ہر

کے ہوں یا داڑھی کے اور المرحل (بکسر المیم) ہے کنگھی اور اسی طرح المشرح (بکسر المیم) جیسا کہ غریبین میں بیان کیا گیا اور نہایہ (ابن الاثیر) کی عبارت ابن حجر کے کلام کو تقویت دیتی ہے کہ بالوں کے سنوارنے اور ان کو خوبصورت بنانے کو الترحیل والتزجیل کہتے ہیں۔ اور زمخشری نے کہا رطل الشعر کا معنی آدمی کا اپنے بالوں کو کنگھی کرنا ہے اور المصباح میں ہے کہ یہ لفظ بالوں کے کنگھی کرنے کے بارے میں آتا ہے خواہ بال آدمی کے اپنے ہوں اور یا کسی اور کے، اور لفظ ترحیل اس وقت آتا ہے جبکہ اپنے بالوں میں کنگھی کی جائے اور المشارق میں ہے کہ رطل الشعر سے مراد آدمی کا اپنے بالوں میں کنگھی کرنا اور انکو کھولنا ہے اور یہ تمام گفتگو علامہ عینی کی تائید کر رہی ہے۔ اور المشارق میں جوہری سے ہے کہ الترحیل سے مراد بالوں کا تر کرنا پھر کنگھی کرنا شاید ابن حجر نے یہ کلام دیکھا مگر دوسروں نے یہ کلام نہ دیکھا۔ صحاح اور مختار الصحاح میں ترحیل شعر کا معنی گھنکر یا لے بال بنانا اور ان میں کنگھی کرنا اور ان کو کھول کر لٹکانا لکھا ہے۔ ابن حجر نے کہا کہ یہ کنگھی وغیرہ کرنا لفظ انت کے باب سے ہے اور حدیث ابو داؤد میں ہے:

من كان له شعر فليكرمه. بسب سبى كسب باس ہوں پس وہ

ان کا اکرام کرے۔

اور وہ حدیث جس میں اس سے نہیں وارد ہے تو اس میں مبالغہ سے (ہر وقت کنگھی

کرنا) نہیں فرمائی گئی ہے۔

علاوہ ازیں کبھی یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فتح ترحیل فی میں لکھنے پر دلالت التزاماً ہے جو مسلمہ نہیں لیکن امام زین الدین العراقي نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور وہ شمالی ترمذی میں ہے۔

بالوں کو ہر وقت کنگھی کرنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے:
 نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر روز
 کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر یہ
 الاغبا۔ کہ چھوڑ کر کی جائے۔

یعنی کبھی کی جائے اور کبھی نہ کی جائے۔ اور غب غین مکسورہ ہے اور اس کا
 اصل اونٹ کا ایک، یا نی پیر وار دھونا اور ایک دن نہ ہونا ہے پھر یہ لفظ ہر اس کام
 کے لیے استعمال ہونے لگا جو کبھی کیا جائے اور کبھی چھوڑ دیا جائے۔ یا ایک دن کیا
 جائے اور ایک دن ترک کر دیا جائے۔ تو اس پہی سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت بالوں
 کو آدمی کنگھی ہی نہ کرتا رہے۔ کیونکہ یہ زیب و زیبائش میں مبالغہ ہے اور یہ عورتوں
 کا کام ہے۔

ابن العربی نے فرمایا:

حوالاتہ تصنع وترکہ ہمہ وقت کنگھی کرنا تصنع ہے اور

تدنی و اغبابہ سنۃ۔ اسے بالکل ترک کر دینا گندگی اور

کبھی کرنا کبھی ترک کرنا سنت ہے۔

ایک صحابی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقفہ کے ساتھ
 بالوں میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ یعنی آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کنگھی کرنے
 میں مبالغہ سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ایک دن کنگھی کرتے اور کسی دن چھوڑ دیتے۔
 اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس میں ایک
 شخص مجہول ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ علامہ عصام نے اس کا جواب دیتے ہوئے

فرمایا کہ یہ شخص مجہول نہیں بلکہ معروف ہے کیونکہ ہمیں یہ علم ہو گیا کہ یہ اصحاب رسول میں سے ہے اور صحابی کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں ہے۔

اور امام ترمذی نے الترجیل پر لفظ الترجیل کو فوقیت دی ہے کیونکہ اس کا زیادہ استعمال ہے اور بعض حضرات کا یہ قول کہ الترجیل مشترک ہے یعنی کنگھی کرنا اور بالوں کو گھنگھریالے بنانے میں امام عصام نے اس کا رد کیا ہے کیونکہ ابواب حدیث سے ان کا مترادف ہونا معلوم ہوتا ہے اور لفظ الترجیل خود بھی کنگھی کرنے اور آدمی کے پیدل چلنے میں مشترک ہے۔

فائدہ : بالوں کو لٹکانے اور ان میں کنگھی کرنے کو ترجیل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں بالوں کا جڑوں سے انزال اور ارسال ہے اور یہ امام راغب کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے کہ "ترجل الرجل" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ سواری سے نیچے اترے یا جب سورج دیواروں سے نیچے اترے تو کہا جاتا ہے کہ ترجل النہار اور رجل شعرہ گویا اس نے اپنے بال پاؤں کی طرف نیچے کیے۔ حافظ ابو زرعہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی شریف کی نظافت اور اس میں کنگھی کرنے میں کسی دوسرے شخص سے مدد نہیں لیتے تھے بلکہ بذات خود اپنے ہاتھ سے داڑھی شریف کی ستھرائی وغیرہ فرماتے تھے بخلاف سر بالخصوص اس کے پچھلے حصہ کے اس میں بعض اوقات ازواج مطہرات سے مدد لیتے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراقہ
وآلہ وسلم یکثر الدھن رأسہ	میں تیل کثرت سے لگایا کرتے تھے اور
وتسریح لحيته ویکثر القناع	داڑھی میں کنگھی فرمایا کرتے اور اپنے
کان ثوبہ ثوب زیات۔	سراقہ میں پر عملہ وغیرہ کو تیل سے بچانے

کے لیے کپڑا دکھا کرتے تھے۔ اور آپ کا
نیچے والا کپڑا خوب چکنا ہو جاتا تھا۔

الدھن : بالفتح رتل کا استعمال کرنا اور الدھن (بالضم) وہ تیل وغیرہ جو لگایا
جاتا ہے اس کی جمع دھان ادھن بروزن افتعل تیل کی مالش کرنا (المصباح) اور
تسریح لحیۃ کا عطف دھن پر ہے۔ رأس پر نہیں جیسا کہ بعض حضرات کو وہم
ہوا۔

نیکثر القناع "یہاں مضاف حذف ہے اور رجال کی طرح ہے اور یہ وہ کپڑا ہے
جو کہ آدمی تیل لگانے کے بعد سر پر رکھتا ہے تاکہ علامہ وغیرہ تیل سے بچا رہے۔
"کان ثوبہ" میں یہی کپڑا مراد ہے۔

"ثوب زیات" تیل نیچے والا "یا تیل بناتے والا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے
لیکن اکثر احادیث کے سیاق کی جس چیز پر دلالت ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر قمیص کا
وہ حصہ مراد ہے جو کہ گردن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ اس پر تیل کثرت کی وجہ سے لگ
جاتا ہے اور اس روایت کو ابن سعد نے طبقات میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے :

یکثر القناع حتی یری حاشیۃ
ثوبہ کانہ ثوب زیات۔
آپ اکثر طور پر علامہ کے نیچے کپڑا رکھتے
حتی کہ کپڑے کا کنارہ خوب چکنا دکھائی

دیتا۔

علامہ ابن حجر نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے
کہ آپ اپنے بالوں کو خوب تیل لگاتے پس جو حصہ کپڑوں کا آپ کے سر کے ساتھ
لگتا تھا وہ تیل سے شرابور ہو جاتا تھا۔

امام زین العراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد

ہیں۔

۱۔ ان شواہد میں سے ایک روایت خلیعات میں مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یکثر دهن راسه
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر
اقدس میں تیل لگایا کرتے اور پانی کے
ساتھ اپنی وارڈھی کو سنوارتے۔

دوسری روایت میں امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید سے بیان فرمایا:

کان لا یفارق مصلاة سواک
ومشطه وکان یکثر تسریع
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ مسواک
اور کنگھی سے خالی نہیں ہوتا اور آپ
اکثر لحيہ مبارک میں کنگھی فرمایا کرتے تھے

اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں اور یہاں کثرت سے تیل لگانے سے
مراد یہ ہے کہ کبھی لگاتے کبھی چھوڑ دیتے اس کی دلیل حدیث سابق ہے جس میں
کنگھی کرنے میں مبالغہ سے نہی فرمائی گئی ہے۔ اس سے امام جزری کا یہ قول بھی واضح
ہو گیا کہ ربیع بن صبیح کی روایت منکر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ کپڑوں کو صاف رکھتے تھے اور نہایت کے اعتبار
سے حسین ترین تھے اور آپ نے فرمایا اپنے کپڑوں کو بہتر بناؤ تاکہ تم لوگوں میں محبوب بن
جاؤ۔ اور کسی کے کپڑے آپ میلے دیکھتے تو فرماتے کیا تمہارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں
جس سے ان کو دھولیں۔

یاد رہے کہ بعض اوقات آپ کے کپڑوں قمیص کے حاشیہ یعنی کالر وغیرہ تیل
لگ جاتا تھا جسے آپ دھو ڈالتے اور پھر اس روایت میں ربیع بن صبیح منفرد بھی
نہیں ہے بلکہ اس کے تابع اور بھی ہیں۔ ابن سعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سر بند

علیہ وآلہ وسلم یکثر التمتع باندھتے تھے یہاں تک کہ آپ کا کپڑا
بشوب حتیٰ کان ثوبہ ثوب تیل سے تر ہوتا تھا۔
زیات او دھان۔

راوی حدیث ربیع بن صبیح

راوی حدیث ربیع بن صبیح عابد زاہد شخص تھے لیکن جیسا کہ امام نسائی نے کہا یہ
مترک الحدیث ہے۔ دارقطنی اور امام احمد نے کہا کہ منکر الحدیث ہے لہذا مذکورہ
حدیث معلول ہے۔ بلکہ امام جزری تو اسے تصحیح المصابیح وغیرہ میں منکر روایات میں
شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ عراقی نے اس کے ضعف پر حرم کیا اور شرح العمام
میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ جوشیح جزری نے تصحیح المصابیح میں ذکر کیا ہے کہ ربیع
بن صبیح عابد آدمی تھا لیکن ضعیف الحدیث ہے اور اس کے لیے مناکیر ہیں اور انہی احادیث
میں سے یہ حدیث ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر
علیہ وسلم یکثر دھن واسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر
اوقات اپنے سراقہ میں تیل لگایا کرتے
تھے۔

اگرچہ شارح نے اس پر تعاقب کیا کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابل قبول ہے کیونکہ یہ روایت
منکر ہے۔ مگر امام بغوی نے اس کو المصابیح اور شرح السنۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس
کو ضعیف نہیں کہا اور ترمذی نے نوادر الاصول میں اس کو بغیر تضعیف کے بیان
کیا ہے۔

اس سند میں ابان جوینزید کا والد ہے اکثر نحویوں اور محدثین کے نزدیک صحاب
کے وزن پر غیر منصرف ہے بعض نے اسے منصرف کہتے ہوئے مبالغہ کیا اور کہا کہ جس

نے اس کو غیر منصرف مانا وہ گدھا ہے اور بعض نے اس کے الٹ کہا اور کہا کہ جو اسے منصرف کہتا ہے وہ گدھا ہے اور ابن خطیب الدہشتہ نے اپنی کتاب "تحفة الادب فی مشکل الاسماء والنسب" میں کہا اہل لغت کے ہاں ابان کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں جنہیں امام نووی نے نقل کیا ہے اور منصرف ٹانے میں ابن مالک نے خطا کی۔ ابو ہریرہ کے قول "بعثت ابان میں اور اس بارے میں ہم نے کچھ کلام تہذیب المطالع میں کیا ہے اور اس کے لیے شرح تنقیح القرانی کا مطالعہ کیجئے۔

انہوں نے دونوں وجہوں پر سیر حاصل کلام فرمانے کے بعد غیر منصرف کو رائج مانا ہے۔ "وہ طوراً" کرمانی نے طا کو بالفتح پڑھنے سے منع کیا ہے جبکہ امام عینی، امام عصام، امام ابن حجر وغیرہ نے اس کو جائز رکھا اور یہی حق ہے۔ اور امام ابو داؤد نے مسلم بن ابراہیم عن شعبہ سے وسواک (مسواک) کا لفظ بھی اضافہ کیا ہے اور لفظ "فی شانہ کلہ" امام تقی الدین نے فرمایا کہ یہ عام مخصوص البعض ہے کیونکہ بیت الخلاء میں داخل ہونا یا مسجد سے باہر آنا وغیرہ میں آپ یا میں قدم پہلے رکھتے۔

امام ابن حجر نے فرمایا لفظ "کلہ" نشان کی تاکید جو تعمیم پر دال ہے کیونکہ تاکید مجاز کا تصور رفع کر دیتی ہے ممکن ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ حقیقت شان یہ ہے کہ وہ کام مقصود ہو اور جس میں بایاں مستحب ہے وہ افعال مقصودہ میں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یا تو وہ متروک ہو گیا یا پھر غیر مقصود اور یہ تمام کلام تب ہے جبکہ داؤد کا اثبات کیا جائے۔ اور اگر داؤد کو ساقط کر دیا جائے

اور اس طرح پڑھا جائے (فی شانہ کلہ) تو پھر یہ "یعجبہ" کے متعلق ہو گا نہ کہ العین کے۔ ترجمہ یہ ہو گا کہ آپ پسند فرماتے تھے ہر کام میں کہ اسے دائیں سے شروع فرمائیں یعنی اس کو سفر و حضر فراغت و مشغولیت میں کبھی بھی ترک نہیں فرماتے۔ اور کرمانی نے اسے مانا مگر امام عینی نے اس پر اعتراض کیا کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ

آپ ہر حال میں صرف مذکورہ بالا تین اشیاء میں ہی دائیں کی تقدیم کو پسند فرماتے تھے۔
 لانکہ آپ ہر حال میں تمام کاموں میں دائیں کو ہی پسند فرماتے تھے۔ اس حدیث
 شان کو مؤکد کیا گیا ہے اور یہاں لفظ شان حال کے معنی میں ہے یعنی ہر حالت
 میں آپ دائیں کو فضیلت دیتے تھے۔

صاحب فتح الباری نے کہا کہ "شابہ" سے مراد یہ ہے کہ آپ تمام کاموں
 کو دائیں سے شروع فرماتے۔ کپڑے پہنتے ہوئے، شلوار، موزہ پہنتے ہوئے،
 مسجد میں داخل ہوتے وقت اور امام کے دائیں طرف نماز ادا کرنا اور مسجد کی دائیں طرف
 نماز پڑھنا، کھانے پینے، حجامت کروانے، ناخن اتروانے، مونچھیں کاٹنے، بغل
 کے بال اکھاڑنے، سرمند ڈوانے، بیت الخلاء سے نکلنے۔ یعنی ہر کام دائیں سے
 شروع کرتے سوائے ان کاموں کے کہ جن میں بائیں کی تقدیم یہ دلیل ہے۔ مثلاً
 بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا، کپڑے اور
 شلوار اتارنا وغیرہ۔ ان تمام کاموں میں بایاں کی تقدیم مستحب ہے کیونکہ ان کا تعلق بائیں
 ازالہ سے ہے۔

امام نووی نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہے کہ وہ کام جو عزت و کرم میں سے ہے وہ
 تو دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے ورنہ بائیں ہاتھ سے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ سرمند ڈوانا
 ازالہ میں سے ہے پس اس کو بائیں ہاتھ سے شروع کرنا چاہیے کیونکہ اس سے زینت
 حاصل کی جاتی ہے اور اس میں دائیں سے شروع کرنا ثابت بھی ہے۔

امام طیبی نے فرمایا "فی شانہ کلہ" یہ "فی تنعلہ" اعادہ عامل کے
 ساتھ بدل کے طور پر ہے گویا کہ تنعل پاؤں کے متعلق ہے اور کنگھی کرنا سر سے
 متعلق ہے۔ رہی طہارت قویہ تو تمام عبادات کے دروازے کی چابی ہے۔ گویا
 فی شانہ کلہ کے ذریعے تمام اعضاء کا ذکر کر دیا گیا تو بدل الكل من الكل ہے۔

پھر امام ابن حجر نے کہا کہ مسلم کی روایت میں : " فی شانہ کلمہ " کے کلمات فی تنعلہ سے پہلے ہیں تو یہ بدل البعض من الكل ہوا۔ اسی طرح برماوی نے بھی کہا۔ لیکن علامہ عینی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ امام طیبی کا کلام بخاری کی روایت پر نہیں بلکہ مسلم کی روایت پر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں :

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يحب التيمن في شانہ کلمہ فی تنعلہ و ترجلہ۔

فتح الباری باب الوضوء میں کہا کہ یہ جو کچھ بھی گذرے یہ ظاہر سیاق و سباق کے مطابق تھا جو کہ یہاں وارد ہوا لیکن مصنف (امام بخاری) نے باب الاطعمہ میں عبد اللہ بن مبارک عن شعبہ سے بیان فرمایا کہ اشعث اپنے شیخ سے کبھی تو اس روایت کو اختصار سے بیان کرتا ہے اور فقط اتنا ہی کہتا ہے " فی شانہ کلمہ " اور کبھی اس کے ساتھ " فی تنعلہ " بھی بیان کر دیتا۔

اور امام اسماعیلی نے غندر عن شعبہ عن عائشہ سے اسی طرح بیان کیا کہ کبھی تو اجمالاً بیان کیا اور کبھی تفصیلاً پس اصل حدیث یہ ہے جس میں تنعل کے الفاظ ہیں۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام مسلم نے ابوالاحوص اور ابن ماجہ نے ابن علیہ اور وہ دونوں اشعث سے " فی شانہ کلمہ " کے بغیر بیان فرماتے ہیں۔ اگر یہ روایت فی شانہ کلمہ کے الفاظ پر ہی ختم ہو تو یہ روایت باہمی ہوگی۔

امام نووی نے فرمایا وضو میں دائیں کی تقدیم پر علماء کا اجماع ہے اور مخالف کے خلاف یہ مذکورہ حدیث سند ہے کہ اس نے فضیلت فوت کر دی۔ البتہ وضو ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا یہاں علماء سے مراد علماء اہل سنت ہیں کیونکہ شیعہ تو اسے

واجب کہتے ہیں اور علماء شیعہ میں سے شیخ مرتضیٰ نے یہ غلطی کی ہے کہ انہوں نے اس کی نسبت امام شافعی کی طرف کی یہ گمان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ترتیب مانتے ہیں جو تقدیم کو لازم ہے لیکن یہ بات وہ ہاتھوں کے بارے میں نہیں کہتے اور نہ ہی پاؤں کے بارے میں کیونکہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ایک ہی عضو ہیں کیونکہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو قرآن میں ایک ہی لفظ میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان پر پانی کے مستعمل ہونے میں مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب پانی ایک سے دوسرے ہاتھ پر منتقل کر دیا جائے گا جبکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک پانی عضو کے ساتھ ہے مستعمل نہیں ہوگا۔

عمرانی نے ابیان میں کہا کہ وجوب کا قول شیعہ فقہا کا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ شیعہ حضرات سے اس میں تصحیف واقع ہوئی ہے اور امام رافعی کے کلام سے گمان ہوتا ہے کہ امام احمد بھی وجوب کے قائل ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ امام موفق ابن قدامہ حنبلی نے المغنی میں فرمایا کہ اس کے عدم وجوب میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اور مذکورہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دائیں کو بائیں طرف پر شرف حاصل ہے۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام کے اور مسجد میں دائیں جانب نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح کھانے پینے میں دایاں ہاتھ بہتر ہے۔ جبکہ بائیں سے کھانا منع کیا گیا ہے۔

دوا، اسم فوائد :

مسجد حرام میں سب سے افضل مقام ابراہیم ہے

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے :

خیر المسجد الحرام المقام مسجد حرام میں سب سے افضل جگہ مقام

ثم میا من المسجد ابراہیم اور مسجد کا دایاں حصہ ہے۔

اور حضرت سعید بن مسیب مسجد کی دائیں جانب نماز پڑھتے تھے۔

امام حسن بصری اور امام ابن سیرین سے بھی اسی طرح مروی ہے امام ابو اسحاق

نے "الثواب" میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی روایت کیا:

الرحمة تنزل علی الامام ثم اللہ کی رحمت پہلے امام پر نازل ہوتی

علی من عن یمنہ الاول فالاول ہے اور اس کے بعد اس پر جو امام

کی دائیں طرف پہلا شخص ہوتا ہے پھر

اس کے ساتھ والے پر۔

طواف کرنے والے کا کعبہ کو بائیں طرف رکھنے کی حکمت

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جب ہر مقام پر دائیں طرف

سے شروع ہونا مطلوب و پسندیدہ ہے تو پھر کعبہ کا طواف کرنے والا کعبہ کو اپنی بائیں

طرف کیوں کرتا ہے۔ لوگوں نے متعدد جوابات دیے ہیں

۱۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن رشید الفہری المغربی نے اپنے سفر نامہ "ملاء العیبه

بما جمع بطول الغیبه فی الوجه الوجیہ الی الحرمین مکة و طیبہ"

میں بیان فرمایا کہ کعبہ معظمہ امام اور طواف کرنے والا مقتدی کی مثل ہے اور مقتدی

اگر اکیلا ہو تو وہ امام کی دائیں طرف ہی کھڑا ہوتا ہے نہ کہ بائیں طرف تو اب امام مقتدی

کی بائیں طرف ہوا۔

۲۔ امام قرانی نے فرمایا کہ کعبہ کی دونوں اطراف انسان کی دونوں طرفوں یعنی دائیں

اور بائیں کی مثل ہیں۔ حجر اسود کعبہ کی دائیں طرف اور کعبہ کا دروازہ کعبہ کا چہرہ ہے۔

اگر طواف کرنے والا کعبہ کو اپنی بائیں جانب کے بجائے دائیں طرف کرے تو کعبہ کے چہرے سے اعراض لازم آتا ہے اور جب اسے اپنی بائیں جانب رکھے گا تو کعبہ کے چہرے کی طرف توجہ ہوگی اور چہرے سے اعراض ادب کے خلاف ہوتا ہے۔ اور بیت اللہ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

۳۔ اور یہ تو زبانی زود خاص و عام ہے کہ دل بائیں طرف ہوتا ہے تو اس مناسبت سے کعبہ کے ساتھ طواف کرنے والے کی اس جانب کا متصل ہونا مناسب ہے۔ ۴۔ اس بارے میں میں نے نہایت ہی نفیس کلام امام شاطبی کی کتاب "الاشادات والافادات" میں دیکھا اور اسے انہوں نے قریب گزرے ہوئے شیخ الخطیب الاستاذ ابو عبد اللہ محمد بن مرزوق التلمسانی کی طرف منسوب کہا ہے۔

شاطبی لکھتے ہیں کہ ہمیں خبر دی الاستاذ ابو عبد اللہ البغنی نے انہیں الاستاذ الخطیب ابو عبد اللہ محمد بن مرزوق نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا جبکہ ہم طواف کعبہ کر رہے تھے کہ طواف کے وقت کعبہ کو بائیں جانب کیوں کیا جاتا ہے؟ جبکہ دائیں جانب افضل ہے تو آپ نے فوراً جواب دیا دل انسان کی بائیں طرف ہی تو ہوتا ہے۔ پس اس جانب کو کعبہ کی طرف کر دیا تاکہ یہ توجہ میں زیادہ قریب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَجَعَلَ أَفْئِدَتَهُمِ النَّاسِ

پس لوگوں کے دل بنا جو اس کی

تَهْوِي إِلَيْهِمْ۔

طرف مائل ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ اہل طب کے نزدیک دل کا حقیقی مقام سینہ کے درمیان ہے نہ کہ دائیں طرف اور نہ ہی بائیں طرف اور پھر اس کے سر کو دائیں طرف معمولی سا مائل کر دیا گیا ہے یا پھر بائیں طرف مائل کر دیا گیا ہے۔ اس پر خاموشی ہو گئی۔ پھر میں یہ مسئلہ طبیب عارف ابو عبد اللہ الشقوری کے پاس لے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو

کچھ تو نے استاذ سے کہا وہ حق ہے مگر میرے نزدیک اس کی دو حکمتیں ہیں۔
۱۔ دائیں جانب کا بائیں پر قوی ہونا مسلم ہے اور کعبہ کا طواف گول چکر کی صورت
میں ہوتا ہے تو جانب قوی کو دور ہونا چاہیے اور کمزور کو قریب لہذا دائیں کو
قوی ہونے کی وجہ سے دور اور بائیں کو کمزور ہونے کی وجہ سے قریب رکھا گیا

۲۔ قلب کی جانب محل روح سے متصل ہے جو کہ منبع ہے اور اسی سے بڑی شراب
الابھر سارے جسم کی طرف جاری ہوتی ہے اور اسی طرح پر نفس کی حرکت بھی
بائیں طرف شمار کی جاتی ہے اور جسم میں سب سے زیادہ مکرم چیز روح ہے پس
اس کو کعبہ معطر کے سامنے رکھ دیا تاکہ جو مکرم اور اشرف ہے وہ کعبہ کے سامنے
ہو جائے۔ اور یہ گفتگو نہایت ہی احسن ہے۔

امام شافعی کا پہلا جواب مولانا عصام الدین کی تعلیل کی تائید کرتا ہے کہ جوتا
پہنتے ہوئے دائیں سے شروع کریں اور اتارتے ہوئے بائیں طرف سے۔ اس
پر علامہ ابن حجر نے تعاقب کیا تھا لیکن وہ امعان نظر اور تامل کرنے سے ساقط ہو
جاتا ہے۔

بعض ائمہ مالکیہ کے طہارت میں دائیں کی بائیں پر تقدیم کے حکم میں کلام کو پوچھ دیکھا کہ
یہ ہاتھوں اور پاؤں میں ہے کیونکہ دائیں میں حسی قوت ہے لہذا اس کو شرعی فضیلت
بنا دیا گیا اور تقدیم یہ ہے جس کے لیے فضیلت ہے بخلاف کانوں اور رخسار کے
کہ ان میں اختصاص نہیں ہے اور میں نے مغرب میں ایک کتاب دیکھی جس کے مؤلف
کو میں نہیں جانتا اس میں مذکورہ بات کے خلاف لکھتے ہوئے کہا کہ انسان کے ہر وہ
دو اعضاء جو کہ ایک جیسے ہیں ان میں دایاں فضیلت والا ہے مگر آنکھ کے سوا کیونکہ
بائیں آنکھ دائیں سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ لیکن یہ مناسب بات نہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت شدا بن اوس اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ
 قال رسول الله صلى الله عليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا
 وآله وسلم خالفوا اليهود فانهم یہود کی مخالفت کرو وہ جو توں اور
 لا يصلون في نعالهم ولا خفافهم موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔
 اسے امام بیہقی نے سنن میں اور امام حاکم نے شدا سے اسی طرح مرفوعاً روایت
 کیا اور ابن حبان نے صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ "خالفوا اليهود والنصارى"
 روایت کیا۔ ابن مردودہ نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد خذوا زينتكم عند كل مسجد
 کی تفسیر میں فرمایا:

صلوا في نعالكم۔ جو توں میں نماز پڑھو۔
 امام طبرانی نے کبیر میں حضرت شدا بن اوس سے مرفوعاً بیان فرمایا:
 صلوا في نعالكم ولا تشبهوا جو توں میں نماز پڑھو اور یہود کی
 بالیہود۔ مشابہت نہ کرو۔

علاء بن حجر وغیرہ نے اپنی بعض کتب میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
 آلہ وسلم انصار کے کچھ بزرگوں کے پاس سے گزرے جن کی وارٹھیاں سفید تھیں تو
 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انصار ان کو سرخ یا زرد خضاب کرو اور
 اہل کتاب کی مخالفت کرو انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو پاچاے پہنتے ہیں، تہبند
 نہیں باندھتے تو فرمایا کہ تم پاچاے بھی پہنو اور تہبند بھی بنو ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند
 صحیح ہے اور اس میں ایک ثقہ راوی ہے پر کلام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ مضر نہیں ہے۔
 اور ایک روایت میں جس کی سند ضعیف ہے کہ شرک پاچاے پہنتے ہیں اور تہبند
 نہیں باندھتے تو آپ نے فرمایا کہ پاچاے پہنو اور تہبند بھی۔ عرض کی گئی کہ وہ ننگے

رہتے ہیں جوتے نہیں پہنتے تو آپ نے فرمایا تم ننگے بھی رہو اور جوتے بھی پہنو اور شیطان کے دوستوں کی جہاں تک ہو سکے مخالفت کرو۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت مروی ہے : آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا

انتعلوا وتحفوا وخالفوا اهل
الكتاب
جوتے اور مونے پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب اللباس میں امام مسلم، امام نسائی، ترمذی نے کتاب الصلوٰۃ میں ابوسلمہ سعید بن یزید الازدی سے روایت کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم سمیت نماز ادا فرمائی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ اور امام بخاری نے اس پر باب باندھا باب الصلوٰۃ فی النعال (جوتوں میں نماز ادا کرنا)۔ امام ابن بطلال وغیرہ نے فرمایا یہ اس صورت پر محمول ہے جب ان کے ساتھ کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ امام ابن دمیق العید نے فرمایا کہ یہ صرف رخصت ہے مستحبات میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ نماز کے مطلوب میں داخل نہیں۔ اگرچہ جوتا پہننا زینت میں سے ہے مگر اس کا ہر وقت زمین کے ساتھ لگنا جس میں بہت ساری نجاستیں ہوتی ہیں۔ اس کی متعارض ہے اور جب تحسین کی مصلحت کی رعایت اور ازالہ نجاست کی رعایت میں تعارض پیدا ہو جائے تو پھر دوسری کو ترجیح دیجائے گی کیونکہ یہ دفع المفسد کے باب میں سے ہے اور دوسرا یہ کہ یہ تمام مصالح کا جمع کرنا ہے اور اس کو سوائے کسی واضح دلیل کے رد نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ جوتوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں تحقیق حضرت علامہ زکریا الکوثری نے فرمائی کہ
آپ کا رسالہ "کشف الرووس ولبس النعال فی الصلوٰۃ" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اور امام مجر نے فرمایا کہ یہ جو وارد ہوا ہے یہ استحباب کو چاہتا ہے۔ پھر ابو داؤد
وحاکم کی سابقہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہود کی مخالفت کا حکم ہے۔ تو آپ یہود
کی مخالفت کی وجہ سے مستحب ہوگا۔

اور جس نے جو قول میں نماز پڑھنا زینت میں سے کہا ہے تو اس نے اس
کو مذکورہ بالا آیت : خذوا زینتکم ، (الایہ) کی تفسیر سے اخذ کیا ہے تو
یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔ اس کو امام ابن عدی نے کامل میں اور
ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ابو ہریرہ سے اور امام عقیلی نے اس کو حضرت
انس سے روایت کیا ہے۔

اور ابو داؤد نے حضرت عمر بن شعیب سے ، انہوں نے اپنے باپ اور
انہوں نے دادا سے روایت کی :

روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم یصلی حافیا و کونینہ باؤں اور جوتے سمیت نماز
متنعلا۔ پڑھتے دیکھا۔

اور یہ بلا کراہت جواز پر دلالت کر رہی ہے۔
امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض حضرات سے نقل فرمایا کہ جوتے سمیت
نماز بہتر ہے۔

اور مسجد میں جوتے سمیت چلنے کا جواز حدیث سے مستنبط ہے اور اس کے
متعلق پچھلے صفحات میں گفتگو گزر چکی ہے۔

ابن ابی خثیمہ نے حضرت اوس بن ادس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا :

اقت عند رسول اللہ صلی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف کے پاس نصف ماہ تک قیام کیا۔

شعر فرایتہ یصلی وعلیہ
نعلان متقابلان۔
میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم پاک و صاف جوتوں میں نماز
پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا :
کان لنعل رسول اللہ علیہ
والہ وسلم قبالان وابی بکر
وعمر رضی اللہ عنہما و
اول من عقد عقدا واحدا
عثمان رضی اللہ عنہ۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
نعلین پاک کے دو زمام تھے اور حضرت
ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے نعلین
کے بھی دو زمام تھے اور جس نے سب سے
پہلے جوتے کو ایک زمام سے باندھا
وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

اسے امام طبرانی نے ثقبہ راویوں سے اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے
روایت کیا۔

امام ابن حجر نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ بات واضح
ہو گئی کہ ایک زمام کے ساتھ جوتا پہننا جائز ہے۔ اگرچہ آپ سے پہلے دو زمام
والے جوتے تھے اور ایک زمام والا جوتا مکروہ نہیں ہے۔

نعلین متقدس کے دو زمام

امام نسائی نے حضرت عمرو بن اوس سے روایت کیا :

کان لنعل رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم
قبالان ونعل ابی بکر
قبالان۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
ابوبکر صدیق کے نعلین کے دو زمام
تھے۔

اور ابن شاذان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :
 كانت نعل رسول الله صلى بنى اكرم صلى الله عليه وسلم كنعين
 الله عليه وآله وسلم دوزنام تھے اور سب پہلے جس نے
 بزمامین و اول من شمع ایک زمام والا جوتا پہنا وہ حضرت
 عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن عساکر اور ابوالحسن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
 کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کے دوزنام تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت ہے۔

حارث بن اسامہ نے زیاد سے روایت کیا کہ ہم ایک بزرگ کے پاس گئے
 جنہیں مہاجر کہا جاتا تھا اور میرے جوتے کے دوزنام تھے اور میں نے اس کو
 اس کی شہرت کی وجہ سے پہنتا ترک کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے اس کے بارے
 میں پوچھا تو میں نے کہا کہ میں نے اس کی شہرت کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ تو
 انہوں نے کہا :

لا تترك فان نعل رسول ایسا مت کر دیکو نہ نبی اکرم صلی
 الله صلى الله عليه وسلم الله عليه وسلم كنعين الیہ ہم
 كانت هكذا۔ (دوزنام والے) تھے۔

ابوالحسن بن الضحاک نے عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کی دوزنام تھیں اور اس کے دو لمبے
 تھے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے قوی سند کے ساتھ روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے دوزنام تھے۔

ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی نعلین پاک دو زماموں والی تھیں۔



WWW.NAFSEISLAM.COM

Nafse Islam

تَحَات

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

تمہ اول

زرد رنگ کی فضیلت : بعض حفاظ حدیث نے صراحت کی ہے :

ان نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت صفراء
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین
زرد رنگ کی تھیں۔

رہا معاملہ اس حدیث کا جس میں ہے :

من لبس نعلًا اصفر قل ھمہ جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا
اس کے غم کم ہو جائیں گے۔

تو ابن ابی حاتم نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ (واللہ اعلم)

تاہم صاحب المطالع اور دیگر حضرات نے حضرت ابن عباس رضی
سے روایت کیا ہے کہ جس نے زرد رنگ کے جوتے پہن کر کوئی کام شروع کیا
تو اس کا وہ کام پورا ہوگا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی حاجت زرد رنگ کے چمڑے کے
ذریعے حل ہوئی تھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرد رنگ کا جوتا استعمال کیا جائے۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ زرد خضاب پسندیدہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اس رنگ کی تعریف "تسوالنا ظہرین" الفاظ کے ساتھ فرمائی ہے۔
اور ابن حجر عسقلانی نے اسی معنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی سند
سے کہ جس میں مجہول راوی ہیں بیان کیا کہ

ان من لبس نعلًا صفراء لم یزل یری سرورًا مادام
جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا
تو جب تک وہ اس جوتے
کو پہنے رہے گا، سرور و
خوش رہے گا

اور بعض ائمہ نے کامل طور پر اس قسم کے سوال جواب پر گفتگو کی ہے، میں اس میں سے کچھ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس میں فوائد ہیں اور اس سوال کی صورت یوں ہے کہ امام ابو بکر نقاش نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت: **بَقْرَةَ صَفَرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسْرُّ النَّاطِرِينَ**، کہا کہ اس میں مصال کیا ہے؟

حضرت عطاء حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ خوش و خرم رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک سے ثابت ہے۔

امام ابو بکر نقاش نے کہا کہ میں نے اس سند کے راوی ابو عذرا کے بارے میں ابو عبد الرحمن کسائی سے مصر میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ غیر معروف ہے اور یہ حدیث اسی سے مروی ہے۔

ابو بکر نقاش نے اپنی تفسیر میں کہا کہ میرا گمان ہے کہ ابو العذرہ۔ فضل بن الربیع الدسدی ہے اور امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا:

فضل بن ربیع عن ابن جریر عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ

عنہما قال:

من لبس نعلًا صفرًا لم	جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا
یزل ينظرني سرور ثم	وہ ہمیشہ خوشی و مسرت دیکھے گا۔
قرأ بقرة صفرًا فاقع	پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: بَقْرَةَ
لونها تسر الناظرين۔	صَفَرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسْرُّ
	النَّاطِرِينَ ۔

امام عقیلی نے کہا کہ اس حدیث کا متابعت کوئی نہیں۔

زبیر بن عوام و ابن بکار اور یحییٰ بن کثیر نے کہا کہ !

ایاکو و لبس النعال السود کالے جوتے پہننے سے بچو کیونکہ

فانھا تورث الهم۔ یہ غم پیدا کرتے ہیں۔

اور ابن زبیر نے کہا کہ ان سے نسیان کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

عبدالعزیز بن خطاب نے حسین بن علی الفہری سے انہوں نے فضل بن

الربیع سے انہوں نے ابن جریج عن عطاء بن عباس سے روایت کی :

من لبس نعلًا صفرًا لم جس نے زرد رنگ کے جوتے پہنے

یزل ينظرني سرور مادام وہ جب تک ان کو پاؤں میں رکھے گا

لا بسھا۔ خوشی و مرت دیکھے گا۔

اور پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی : بقرة صفراء فاقه لونها

تسر الناظرين۔

اور یہ جو امام عقیلی سے گزرا ہے کہ اس کی حدیث کا کوئی متابعت نہیں ہے۔

تو اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ زرد جوتا پہنا جائز ہے اور بالخصوص جبکہ حضرت

زبیر اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور امام یحییٰ بن ابی کثیر اور مصر و شام کے

قضاة حضرات وغیرہم بلکہ تمام جہان والے اسے پہنتے تھے۔

اور ابن جوزی کا تلبیس ابلیس میں یہ کہنا کہ ان کا پہننا مکروہ ہے تو یہ غیر قابل

کے لیے ہے۔ ابن جوزی کے کلام کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

ظاہر یہی ہے کہ زرد جوتے پہننے سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے

اس قول : بقرة صفراء فاقه لونها تسر الناظرين۔ سے

دلیل صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں ضمیر گائے کی طرف ہے نہ کہ جوتوں کی طرف۔

رہا اس دلیل کا بطلان تو مستدل نے زرد رنگت کو خوشی کی علت بنایا ہے۔
 کہ زرد رنگ سے دل خوشی حاصل کرتا ہے اور یہ زرد رنگ کے جوتے میں بھی ہے
 اور اس علت کا ایک اور طریقے سے رد کیا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس گائے کو کسی
 اور رنگ میں پیدا کرتا وہ دیکھنے والوں کو ویسی ہی بھلی اور خوبصورت معلوم ہوتی۔ تو
 معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کو لذت کا حاصل ہونا اس رنگ سے نہیں بلکہ مطلقاً
 گائے کے دیکھنے سے ہے تو اس دلیل کے بطلان کے بعد اس پر حکم کرنا اچھا نہیں۔
 اور امام سخاوی کی مقاصد الحسنہ میں ہے۔

من لبس نعلا صفراء قل جس نے زرد جوتا پہنا اس کے غم
 کم ہوں گے۔

اس کو عقلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
 موقوف روایت کیا لیکن قل ہمہ کی جگہ یہ الفاظ ہیں:
 لم یزل مسرورا مادام لبھا جب تک زرد رنگ کے جوتے پہنے
 گا خوش رہے گا۔

ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا
 تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث موضوع ہے اور زحشری نے کثاف میں اس کو
 حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

اور زرد رنگ کے خضاب کے بارے میں ہم پیچھے مفصل بیان کر آئے ہیں

تتمہ ثانیہ

نعلین مبارک کس چمڑے کی تھیں؟ ابوالشیخ نے حضرت ابوذر رضی اللہ

عنه سے روایت کیا

ان نعلہ علیہ السلام کانت من جلود البقر۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک گائے کے چمڑے کی تھیں۔
 اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے گائے کے چمڑے کی نعلین پہنی ہوئی تھیں۔
 اور حارث بن اسامہ نے حمید سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اعرابی سے سنا اس نے کہا :

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ نعلان من بقر۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے گائے کے چمڑے کی نعلین پہنی ہوئی تھیں۔

تتمہ ثالثہ

نعلین مبارکہ کی ہیئت :

امام حافظ عراقی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارکہ منحصرہ اور ملسنہ تھیں۔ اس کو امام ابوالشیخ نے یزید بن ابی زیاد کی سند سے بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کی زیارت کی وہ ملسنہ اور منحصرہ تھیں۔
 اور ابن سعد نے طبقات میں بشام بن عروہ سے روایت کیا کہ میں نے نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ منحصرہ، معقبہ اور ملسنہ تھیں۔ اس کے دو زبام تھے۔

(الملخصہ) وہ نعل جس کی کمر تپی ہو یا وہ نعل جن کے پہلو کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ باریک ہو جائیں۔

(الملسنت) من النعال۔ صحاح وغیرہ میں ہے کہ ملسنہ وہ جوتا ہے جو زبان کی

طرح لمبا اور نرم ہو اور نہایہ میں ہے کہ وہ جوتا جس کا اگلا حصہ زبان کی طرح نوکدار ہو اور ابو الحسن بن ضحاک نے اسماعیل بن امیہ سے روایت کی:

كانت نعل رسول الله صلى
الله عليه وسلم منحصرته
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل
مبارک منحصرہ تھی اور اس کے دو
مقبلة لما قبلان۔ زمام تھے۔

ابو ایشیح نے ثابت بن یزید سے روایت کی کہ مجھے اس شخص نے خبر دی کہ جس
نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دیکھے ہوئے تھے کہ

لما قبلان معقبین۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین
میں دو زمام تھے۔ اور ایڑیاں چوڑی تھیں۔

ابن سعد نے حضرت جابر سے روایت کی کہ محمد بن علی نے بنی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی نعلین پاک میرے لیے نکالی:

فأراني معقبة مثل المحصرية
لما قبلان۔ میں نے دیکھا انکی ایڑیاں چوڑی کمر تلی
اور دو زمام تھے۔

مسدد نے معمر سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ مجھے ایک
شخص نے بیان کیا کہ میں نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین دیکھیں جو
معقبة لما قبلان۔ جن کی ایڑی چوڑی اور دو زمام تھے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہمام سے کہ ہشام بن عروہ نے صلت بن دینار
کی نعلین دیکھیں۔ اس کے دو زمام تھے۔ تو ہشام نے کہا:

عندنا نعل رسول الله صلى
الله عليه وسلم معقبة منحصره
ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نعلین ہیں جن کی ایڑی چوڑی کمر تلی
اور ان کے حصہ نوں دو زمام تھے۔

ملنہ۔

حافظ عراقی نے فرمایا کہ یزید بن ابی زیادہ کی حدیث میں عقب کا ذکر نہیں ہے اور ہشام بن عروہ نے کہا کہ اس نعل کا عقب تھا تو ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ یزید بن ابی زیادہ نے مطلق عقب نہیں کہا بلکہ انہوں نے کہا کہ اس کا علیحدہ عقب نہیں تھا لیکن ہشام نے کہا ہے کہ اس نعل کا عقب اس کے ساتھ تھا جس سے تسمے باندھے جاتے تھے۔ یا پھر اس کا پچھلا حصہ اس کے ساتھ ہی تھا۔

اس میں کوئی تعارض نہیں جیسا کہ آگے ساتویں تتمہ میں بیان ہوگا۔

تتمہ رابعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین پہنا کرتے تھے اور بعض اوقات ننگے پاؤں بھی چلتے۔ بالخصوص جب عبادت کے لیے جاتے تھے تو اضعا اور زیارتی ثواب کی نیت سے جیسا کہ حافظ عراقی نے الفیۃ السیرۃ میں بیان فرمایا ہے۔

بیشی مع المسلمین والارسلہ فی حالۃ من غیر ما لفہ
 دآپ مسلمانوں اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ ہر حال میں چلنا پسند کرتے تھے
 یرد ف خلفہ علی الحمار علی اکاف خیر ذی استکبار
 اپنے پیچھے سواری پر کسی کو سوار فرمالتے اور بغیر کسی تکلف کے پلان پر ہی بیٹھ جاتے،

بیشی بلا نعل ولا خف الی عیادۃ المریضی حولہ الملاء
 اپنے صحابہ کے ساتھ جب عیادت مریض کے لیے جاتے تو بعض اوقات ننگے پاؤں ہوتے،

اور ابن الاطرابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت کیا :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی
علیہ وسلم یصلی حافیا و
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی
سمیت اور بغیر تعلین کے نماز
مستغلا ۔
پڑھا کرتے تھے ۔

اور یہ روایت ابوداؤد کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں
اور اس کے یہی مذکورہ الفاظ تھے ۔

اور مجھے یہ حدیث بھی گزری کہ موزے اور جوتے پہنو اور جہاں تک
بو کے شیطان کے دوستوں کی مخالفت کرو ۔ اور یہ روایت ضعیف ہے جیسا
ہم نے اس جگہ بیان کر دیا تھا ۔

اور ایک ضعیف حدیث میں ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن ابی حاتم
سے مرفوعاً روایت کیا ہے

تمعدوا واخشوا و
استقبلوا وامشوا حفاۃ ۔
معد بن عدنان کی طرح سختیاں بھیلو
قبلہ رخ رہا کرو اور ننگے پاؤں چلو ۔
امام ابن حجر نے فرمایا ۔ تمعدوا یعنی اپنی زندگی سختی و غربت ، کھانے
پینے اور پہننے میں معد بن عدنان کی طرح گذارو ۔

واستقبلوا : اور قبلہ رخ رہو تو قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے ۔
اگرچہ آدمی نماز میں نہ ہو ۔

وامشوا حفاۃ : علامہ ابن حجر نے کہا یہ لفظ اور اس جیسے دیگر الفاظ جو کہ
دوسری احادیث میں آئے ہیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں چلنا بہتر ہے تو
یہ الفاظ علی الاطلاق نہیں ہیں ۔ ہاں علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ صحابہ کرام و حضورؐ
اور اس کے بعد کیسے ننگے پاؤں مسجد کی طرف جاتے ۔

اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تو یہ تواضع کے لیے اور پاؤں کو گندگی سے محفوظ رہنے کا امکان ہو پھر تو یہ سنت ہے وگرنہ نہیں۔

اور اس کی تائید ہمارے علماء کا یہ قول ہے کہ کعبہ شریف کی حدود میں ننگے پاؤں داخل ہونا سنت ہے اگر پاؤں گندگی سے آلودہ نہ ہوں۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوتے اور بعض اوقات اس کے اوپر کپڑا (کاٹھی) ڈال کر۔ اونٹ اور غمر پر بھی اسی طرح اور بعض اوقات نعلین سمیت چلتے اور کبھی بغیر نعلین کے اور کبھی بغیر چادر کے اور کبھی چادر سمیت چلتے۔

اور ایک ضعیف حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں : البذاذۃ من الایمان شکۃ
حال ہونا ایمان میں سے ہے اور اس کی شاہد ایک صحیح حدیث ہے جس کے الفاظ
اس طرح ہیں :

من ترک الباس تواضعا للہ	جس نے اللہ کے سامنے عاجزی اور
وہو یقدر علیہ دعاہ اللہ	تواضع کرتے ہوئے لباس ترک کر دیا
یوم القیامۃ علی رؤس الاشهاد	حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ
حتی ینخیرہ من اہل الجنة	اس کو قیامت کے روز اعلانیہ اختیار
شاء یربھا۔	دیگا کہ جنت کے جس حلقے کو تو چاہے

زیب تن کر لے۔

اور یہ حدیث حسن ہے۔

اور ایک اور حدیث حسن میں وارد ہے :

ان اللہ تعالیٰ یحب ان یری	اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے
اثر نعمتہ علی عبده۔	پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔

اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں اظہار
تواضع ہے جبکہ دوسرے میں اظہار نعمت ہے۔

افضل عمل کون سا ہے؟

اور اگر کہا جائے کہ ان دونوں میں افضل عمل کون سا ہے؟
تو میں کہوں گا کہ بعض اوقات ایک افضل ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرا۔
کہ کہیں تواضع کا اظہار پسندیدہ ہوتا ہے اور کبھی اظہار نعمت و شکر۔

اور شرح شمائل ترمذی میں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جیسا کہ گذرا
کپڑوں کی سادگی اور ہیئت میں سادگی ہونی چاہیے۔ یہ عمل اس چیز کے منافی نہیں کہ
کہ اظہار نعمت کے طور پر لباس اچھا پہنے جب کہ متاخرین صوفیاء اور سلف صالحین
نے اس پر عمل بھی کیا ہے کیونکہ جب ائمہ اسلاف نے لوگوں کو زینت اور اچھے کپڑے
پہن کر فخر و غرور کرتے دیکھا تو انہوں نے ان کپڑوں کو حقارت سے دیکھا جن کو حق تعالیٰ
بھی حقیر جانتا ہے جس کو غافل لوگوں نے عظمت دیا ہے۔ اور اب ان کے دل سخت
ہو گئے اور وہ اس کے اصل معانی بھول گئے اور اب انہوں نے اس لباس کو دنیا
کمانے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس لیے اب حکم الٹ ہو گیا۔

لہذا اب ان کی مخالفت اسلاف کی اتباع ہوگی۔ یہی وجہ ہے عارف باللہ سیدی ابوالحسن شاذلی
قدس سرہ العزیز نے اس بوسیدہ کپڑے پہننے والے کو جس نے آپ کے اچھے کپڑوں پر اعتراض کیا تھا
فرمایا الحمد للہ لیکن تیری یہ کیا حالت ہے کہ تو دنیا مانگتا پھرتا ہے۔

اس کی مؤید یہ صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الله جميل يحب الجمال و يشك الله تعالى جميل ہے اور جمال کو

فی رواية نظيف يحب النظافة پسند کرتا ہے۔ اور دوسری روایت

ہے کہ لطیف ہے اور زلفا فت کو پسند کرتا ہے۔

حضرت مالک بن عوف سے اصحاب سنن نے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ نسائی کی روایت کے مطابق مجھ پر پرانا کپڑا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا کونسا مال؟ عرض کیا ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے بصورت اولاد اور بکریاں دی ہیں۔ فرمایا۔ پس اس کے نعمت کو استعمال کر کے اضافہ کرو اور سنن میں ہے:

ان الله يحب ان يرضى اثر الله پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

اور وہ اس کی نعمت پر جمال باطن کی صورت میں شکر یہ ادا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے بس تقویٰ کو خیر فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ قول و فعل اور صورت میں جمال کو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح ان میں قباحت کو ناپسند کرتا ہے اور اس مقام پر دو طرح کے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

ایک وہ قوم جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس نے ہر چیز کو خوبصورت اور اچھا بنھ دیا انہوں نے بے شمار احکام خداوندی کو معطل کرتے ہوئے حدود وغیرہ کو ختم کر دیا اور دوسرا گروہ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صورت کی خوبصورتی اور حسن کی مذمت فرمائی ہے۔ منافقین کے بارے میں فرمایا:

واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم
اور جب تو انکی عرف دیکھے تو تجھ کو
ان کے اجسام اچھے لگیں۔

اور مسلم میں روایت ہے:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اقوالکم و انما ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔
 اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور باتوں
 کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے
 دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف
 دیکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ریشم اور سونا دونوں کا پہننا حرام فرمایا ہے جبکہ وہ زینت اور
 خوبصورتی میں سے ہیں اور حدیث شریف فرماتا کہ
 البذاذۃ من الایمان
 شکستہ حال ہونا ایمان میں سے ہے۔
 اور اللہ تعالیٰ نے لباس اور کھانے میں اسراف کی مذمت فرمائی۔ حالانکہ یہ بھی جہاں
 میں سے ہے۔

اعتدال کی راہ

جہاں اس سورت میں محمود و پسندیدہ ہوگا جبکہ وہ شریعت کی اطاعت و
 فرمانبرداری پر معاون ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف دنوں
 کے لیے قیمتی لباس پہنتے اسی طرح جہاد کے لیے جنگ کے ہتھیار پہنا کرتے۔
 ریشم اور گھوڑا استعمال کرتے کیونکہ یہ سب دین کی نصرت کے لیے تھے اور یہ محمود
 ہیں لیکن وہ جمال مذموم ہوگا جو دنیا اور تکبر کے لیے کیا جائے اور جو ان دونوں سے
 خالی ہو وہ ان دونوں مقصدوں سے خالی ہوگا اور حدیث البذاذۃ من الایمان کو امام
 احمد نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

تکبر کب ہوگا؟

مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل الجنة من كان فی قلبه مثقال حبۃ من کبر
فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنة ونعله حسنة فقال ان الله تعالى جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس

جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا اچھا ہو تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کے مقابل ہونا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ لفظ جمیل حدیث صحیح میں وارد ہے اور اسی طرح الاسماء الحسنیٰ کی حدیث میں بھی آیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کلام ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ جمیل کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور بعض علماء نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

وقوله غمط الناس: مسلم کے نسخوں میں ط کے ساتھ آیا ہے جیسا کہ ابو داؤد میں بھی اور بعض نے صاد کے ساتھ شخص الناس نقل کیا ہے جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ نے لیکن دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے (کسی کو حقیر جاننا) اور وہ روایت کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند فرماتا ہے، سخی ہے اور سخاوت کو پسند فرماتا ہے، لطیف ہے لطافت کو پسند فرماتا ہے تو اسے امام ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور حدیث کہ

اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند فرماتا ہے اور شدت اور سختی کو ناپسند فرماتا ہے تو اس کو بھیقی نے ابو سعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو پسند فرماتا ہے، لطیف ہے اور لطافت کو پسند فرماتا ہے، کریم ہے کریم کو پسند فرماتا ہے، جواد ہے اور جود کو پسند فرماتا ہے۔ پس اپنے ارد گرد کو صاف رکھو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ خطیب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بیان کیا ہے :

ان الاسلام نظیف
فنظفوا فانه لا یدخل
الجنة الا نظیف۔
اسلام نظیف ہے پس اپنے آپ کو
پاکیزہ رکھو۔ کیونکہ پاکیزہ کے علاوہ
کوئی شخص جنت میں داخل نہیں
ہو سکتا۔

۵۔ بیٹھ کر بات کرتے ہوئے جوتا اتارنا

امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے
ان النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اذا جلس یحدث
یخلع نعلیہ۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب
بیٹھ کر بات فرماتے لگتے تو نعلین
اتار لیتے۔

اور امام بزار نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت بیان فرمائی :
اذا جلستم فاخلعوا نعالکم
فتستريح اقدامکم۔
جب تم بیٹھنے لگو تو جوتے اتار لیا۔
کر و کیونکہ یہ تمہارے پاؤں کی
راحت کا سبب ہے۔
(بزار ص ۳۶ کشف الاستار)

۶۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود صاحب النعلین ہیں

اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین، بستر اور مسواک اٹھانے والے تھے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین پہناتے تھے جب آپ کھڑے ہوتے اور جب آپ بیٹھتے تو آپ کی نعلین مبارکہ کو اپنی آستینوں میں محفوظ کر لیتے۔

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں:

کان عبد اللہ بن مسعود	جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
رضی اللہ عنہ یقوم اذا جلس	بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و	کھڑے ہو جاتے اور آپ کے نعلین
آلہ وسلم ینزع نعلیہ من	مبارک پاؤں سے اتارتے
رجلیہ یدخلہما فی	اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے
زراعیہ فاذا قام البسہ	اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ایاہما یمشی بالعصا امامہ	کھڑے ہوتے تو نعلین پہناتے
حتی یدخل الحجرتہ۔	اور آپ کے ساتھ عصا پکڑ کر
	چلتے یہاں تک کہ آپ حجرہ مبارک
	میں داخل ہو جاتے۔

اور ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں۔ روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفش بردار اور دیگر اشیاء سنبھالنے والے اٹھانے والے تھے اور ابن حجر نے اس حدیث "الیس منکم صاحب النعلین"

کلام کرتے ہوئے کہا، یہاں صاحب النعلین سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود ہی ہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت میں لگے رہتے تھے۔ حقیقتاً صاحب النعلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چونکہ انہیں اٹھانے کا شرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملتا تھا اس لیے مجازاً ان کو صاحب النعلین کہا جاتا ہے۔

۷۔ امام احمد نے زہد اور امام ابوالقاسم بن عساکر نے زیاد بن سعد سے روایت کیا۔

کان النبی صلی اللہ علیہ
رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اس
وآلہ وسلم یکرہ ان یطلع
بات کو ناپسند فرماتے کہ پاؤں کا
من نعلیہ شی عن قدمیہ
کوئی حصہ جوتے سے باہر رہے۔

۸۔ حدیث ضعیف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

امرت بالنعلین والخاتم۔
حکم دیا گیا ہے کہ میں نعلین اور انگوٹھی
پہنوں۔

اسے شیرازی نے "القاب" میں ابن عدی نے کامل میں خطیب نے تاریخ بغداد اور ضیاء المقدسی نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

۹۔ الوفا میں حضرت عائشہ کی سند سے روایت ہے:

قالت ما رفع رسول اللہ
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کبھی بھی صبح کا کھانا وغیرہ رات کے
قطع العشاء والعشاء لغدا
لیے اور رات کا کھانا صبح کے لیے
ولا اتخذ من شیء زوجین
نہیں رکھا اور نہ ہی کسی چیز کا جوڑا
ولا قمیصین ولا ردائین
رکھا۔ نہ تو دو چادریں نہ دو تہبند

ولا ازارین ولا زوجین من اور نہ ہی دو جوڑے نعلین کے ایک
النعال۔ وقت میں رکھے۔

اور بعض ائمہ نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ابن حجر المصنی کا کلام
بھی اسی کا مؤید ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی
موزے اور نعلین کے جوڑے تھے اور متعدد لوگوں سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے جمعہ کے لیے دو کپڑے تھے اور دوسرے جمعہ تک ان کو لپیٹ
کر رکھتے تھے۔

ادریہ روایت اس کے معارض اور مخالف ہے کہ آپ کے پاس کپڑوں کا صرف
ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ اور اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ اکثر اوقات کا معاملہ
ہے یا پھر نفی کرنے والے نے اپنے علم کے مطابق نفی کی ہے تو پھر یہ کسی دوسرے
کی روایت جس میں زیادہ کپڑے ہونے کا اثبات ہے منافی ہے اور طبرانی کی حدیث
کپڑا لپیٹنے کے مندوب ہونے پر صریح ہے۔

اطووا ثیابکم ترجع الیہا اپنے کپڑے لپیٹو تاکہ ان کی جان
ارواحہما۔ میں جان آئے۔

اور بعض شوافع نے تصریح کی ہے کہ کپڑے کو لپیٹ کر رکھنا مندوب ہے۔
اور حافظ نور الدین علی بن ابی بکر المصنی نے روایت طبرانی ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

اطووا ثیابکم ترجع الیہا اپنے کپڑوں کو لپیٹ کر رکھو تاکہ ان کے

ارواحہما فان الشیطان اذا بعد اور پہننے سے پہلے تاکہ ان

وجد ثوباً مطویاً لم یلبسہ و کی جان میں جان آئے۔ بیشک شیطان

اذا وجد ثوباً منشوراً لبسہ پیسے ہوئے کپڑے دیکھتا ہے تو ان

کو نہیں پہنتا جب کھلے ہوئے کپڑے

دیکھتا ہے تو ان کو پہنتا ہے۔

اور اہیثمی نے کہا کہ اس میں فلاں راوی وضاع ہے تو یہ حدیث موضوع ہے یا پھر سخت ضعیف ہے اور ایسی احادیث سے سنت ثابت نہیں ہوتی۔

۱۰۔ امام طبرانی نے حضرت ضیاء بنت زبیر سے روایت کی :

کان لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نعل یقال
لہا منحصرۃ۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک
نعل مبارک تھی جس کا نام منحصرہ تھا۔

۱۱۔ امام طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا :

قال حمل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نعلہ بالسبابة من
ید الیسری۔
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی
نعلین کو بائیں ہاتھ کی سبابة
سے اٹھاتے تھے۔

۱۲۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے صاحب النعلین بھی ہے۔
اور آپ کا یہ وصف انجیل میں ہے اور اسی میں صاحب المدرعہ والعمامہ کے نام سے
بھی پکارا گیا ہے۔ مدرعہ کا مطلب صاحب تاج و تلوار ہے اور دوسروں نے کہا کہ
اس کا معنی صاحب نعلین ہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۱۳۔ کھڑے ہو کر جوتا پہننا

جوتا پہننے کے بارے میں جو داروہ ہے لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں۔ حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ان ینعل الرجل
قائماً۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع
فرمایا۔

میرا خیال تھا کہ یہ روایت سنن ابی داؤد میں ہے پھر میں نے سنن ابوداؤد کی طرف مراجعت کی تو اس میں تھی۔

امام ترمذی نے باب باندھا ہے باب ماجاء فی کراہۃ ان یتنعل الرجل وهو قائم رباب اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننا منع ہے، اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:

نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتنعل الرجل
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔
قائمًا۔

اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس روایت کو عبد اللہ بن عمرو الرقی نے معمر بن قتادہ عن انس سے روایت کیا اور یہ دونوں احادیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اور حارث بن بہان محدثین کے نزدیک ثقہ حافظ نہیں ہے اور قتادہ کی روایت حضرت انس سے کی اصل ہم نہیں جانتے۔ حضرت انس سے روایت ہے:

نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتنعل
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر جوتا
الرجل وهو قائم۔
پہنے۔

امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ امام محمد بن اسمعیل (بخاری) نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی معمر بن عمار بن ابی عمار عن ابی ہریرۃ والی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی حدیث کو ضیاء المقدسی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

امام ابوسلیمان النخعی نے معالم السنن میں فرمایا شاید کھڑے ہو کر منع اس لیے کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر جوتے پہننا آسان ہے۔ بہت دفعہ کھڑے ہو کر پہننے کی صورت میں جوتا لٹا ہو جاتا ہے۔ اس لیے بیٹھنے کی تلقین کی اور اس میں ہاتھ سے مدد لینا بھی آسان ہے۔ (واللہ اعلم)

اور ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا :
 کان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم یتنعل
 قاعدًا وقائمًا۔
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے
 اور بیٹھ کر دونوں طریقوں سے نعلین
 پہنتے۔

احادیث میں تعارض نہیں کیونکہ یہ بیان جواز کے لیے ہو گا یا بمطابق شرح السنۃ
 کے اس لیے ہو گا کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے نہی ایسے جوتے کے لیے ہو گی جس
 میں ماتھ کی مدد درکار ہو اور جو جوتا ماتھ کی مدد کے بغیر پہنا جا سکے اس میں کھڑے
 ہو کر پہننے سے ممانعت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)
 ۱۴۔ کھانا کھاتے وقت جوتا اتارنا

ارشاد نبوی ہے :

اخلعوا نعالکم عند الطعام
 فانہا سنۃ جمیلۃ۔
 کھانا کھاتے وقت جوتے اتار لیا
 کرو کیونکہ یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔

اسے امام حاکم نے مستدرک میں مرفوعاً روایت کیا اور مستدرک اور طبرانی نے
 اوسط میں اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً
 بیان فرمایا :

اذا اکلتم الطعام فاخلعوا
 نعالکم فانہ اروح لاقدامکم
 جب تم کھانا کھانے لگو تو اپنے
 جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے
 قدموں کے لیے راحت کا سبب ہے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جب کھانا کھا جائے تو جوتے اتار لیا کرو کیونکہ
 یہ تمہارے قدموں کے لیے آرام دہ ہے۔ اور دارمی نے بھی حضرت انس سے روایت
 کیا۔

اذا قرب احدکم الی طعامه تم میں سے جب کوئی کھانے کے
وفی رجله نعلان فلینزع قریب آئے اور اس کے پاؤں میں
نعلیه فانہ اروح للقدمین۔ جوتے ہوں تو چاہیے کہ وہ انہیں
اتارے کیونکہ یہ قدموں کے لیے آرام

ہے۔

یہ الفاظ بزار کے ہیں۔

۱۵۔ چیز خریدتے وقت عمدہ اور نئی خریدنا

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت
کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
اذا اشتريت نعلًا فاستجدھا کہ جب تم جوتا خریدو تو نیا اور معیاری
واذا اشتريت ثوبًا فاستجدھا۔ جوتا خریدو اور جب کپڑا خریدو تو نیا
اور اچھا کپڑا خریدو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:
واذا اشتريت دابة — جب تم جانور خریدو تو عمدہ جانور
فاستفرھھا واذا كانت چھانٹ کر خریدو اور جب کسی قسم
عندک کریمۃ قوم فاکرمھھا۔ کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس
کی عزت کرو۔

۱۶۔ کانپیر کی طرف ننگے پاؤں چلنا

امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنہما سے تاریخ بغداد میں روایت کیا :

اذا تسارعتم الى الخیر فامشوا
حفاة فان الله یضاعف اجرہ
من المتعجل۔
جب کار خیر کی طرف جلدی ہو تو ننگے
پاؤں چل پڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس
کا ثواب جوتے پہننے والوں سے
زیادہ عطا فرمائے گا۔

تلی کے بڑھنے کا علاج

حافظ ابن جوزی نے فرمایا کہ جو شخص جوتا پہننے میں دائیں پاؤں کو اول اور
اتارنے میں بائیں کو اول رکھے گا اس سے وہ تلی بڑھنے کے مرض سے امن میں رہے
گا اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے کہا کہ سورۃ الممتحنہ لکھ کر اگر تلی بڑھنے والا مریض
دھو کر پی لے تو اسے اس مرض سے شفا ہو جائے گی۔

موزوں پر مسح

المخف (موزہ) اس کی جمع کتاب کے وزن پر خفاف ہے اور خف البعیر
کی جمع اخفاف ہے جیسا کہ قفل کی جمع افعال۔ صحیح روایت کے مطابق حضرت مغیرہ
بن شعبہ سے ثابت ہے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ امام ترمذی شمائل میں باب
ما جاء فی خف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت دو
حدیثیں لائے ہیں۔

۱۔ حضرت بربیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان النجاشی اھدی للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ نجاشی نے اللہ کے محبوب صلی اللہ

اللہ علیہ وآلہ وسلم خفین
اسودین ساذجین فلبسہما
ثم لوضا وسمہ علیہما۔
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں
تحفہ دو سیاہ رنگ کے موزے
بھیجے تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے پہن کر وضو فرمایا اور ان
پر مسح کیا۔

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

اھدی دحیہ للنبی صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم خفین
فلبسہما وقال اسرائیل
عن جابر عن عامر وجبة
فلبسہما حتی تتخرقا
لا یدری النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اذکاھما
ام لا۔
حضرت دحیہ کلبی نے نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو
موزے تحفہ پیش کیے۔ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے انہیں پہنا اور اسرائیل
جابر سے اور جابر عامر سے روایت
کرتے ہیں کہ موزوں کے ساتھ جبہ
بھی تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ دونوں
بوسیدہ ہو کر چٹ گئے اور آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحقیق نہیں فرمائی
کہ یہ دونوں مذبوح جانور کی کھال کے
تھے یا غیر مذبوح جانور کی کھال کے۔

طبرانی نے حضرت دحیہ سے روایت کیا کہ

اھدیت لوسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جبة صوف وخفین
یہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں بہ بہ طور پر ادنیٰ جبہ اور دو موزے

فلسفہ ماحشی تخرقا ولم یسأل
اذکیان ام لا۔

پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
موزوں کو پہنا حتیٰ کہ وہ دونوں بھٹ
گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
نہیں پوچھا کہ یہ مذبوح جانور کی کھال
کے ہیں یا غیر مذبوح کی کھال کے

اس کی سند کے تمام راوی ماسوائے عنبسہ بن سعید کے ثقہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ
و حارث بن ابی اسامہ و دارقطنی نے افراد میں اور امام احمد و ابو داؤد و ترمذی نے
سنن میں حسن کہا اور ابن سعد و ابوالشیح نے عبد اللہ بن الخطیب عن ابیہ سے روایت
کی کہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو سیاہ رنگ کے سادہ
موزے تحفہ بھیجے۔ پس آپ — ر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو پہنا اور
ان پر بوقت وضو مسح کیا۔
اب ہم روایت شمائل ترمذی کے متعلق کچھ گفتگو کرتے ہیں:

تحقیق نجاشی

نجاشی نون کے نیچے درج ہے۔ اور یہی زیادہ فصیح ہے۔ (القاموس) لیکن
نون پر فترہ پڑھنا — فصیح ہے اور یہی زبانِ نزدِ خاص و عام ہے۔ اور اس
کے آخر میں (ی) مخففہ اور مشدودہ دونوں طریقوں سے ہے لیکن مخففہ زیادہ فصیح
ہے جیسا کہ المغرب نے ثقہ علماء سے بیان کیا اور اسی کو امام فارابی نے اختیار کیا۔
اور صاحب التکملة نے تشدید کے ساتھ لکھا ہے۔ امام ہر دی سے دونوں طریقے
مروی ہیں۔ العضام نے کہا کہ نجاشی بکسر نون معنی نافذ کرنے کے ہیں۔ گویا کہ ان
کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ ان کا حکم نافذ ہوا۔ اس کی آخری (ی) مخففہ یا نسبی

نہیں بلکہ اصلی ہے اور حمیم پر شد پڑھنا غلط ہے۔ بیسا کہ امام عینی اور دیگر کئی علماء نے لکھا اور بخاشی کا نام "اصحہ" صادر کے ساتھ ہے اور سین کے ساتھ تخریف ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔ اس کے بعد (ح) اور اس کے بعد میم ہے۔ بعض نے "ح" سے پہلے میم "کو لکھا ہے۔ یعنی اصحہ — اور یہ حبشہ کے بادشاہ تھے۔ بعض نے ان کا نام مکحول بن صبیصہ لکھا ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا۔ لیکن بعض حضرات ان کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے اور یہ اختلاف صحابی کی تخریف پر مبنی ہے۔ اور مذہب محققین یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی لیکن اس مسئلہ کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ نبوت کے ساتویں سال ایمان لائے جیسا کہ امام مغلطائی نے بیان فرمایا اور نویں سال ان کی وفات ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور بارہ بار پڑھی اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز میں شرکت کی۔

اور امام عینی نے کہا اصحہ کے الف پر فتح اور صادر ساکن ہے۔ عربی میں اس کا معنی عطیہ ہے اور پھر کہا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید سے صحیح یعنی بغیر الف کے اور اسمعیلی نے کہا کہ عبد الصمد کی روایت میں اصحہ ہے۔ الف اور خا۔ لیکن یہ غلط ہے اور کرمانی نے نقل کیا کہ بعض نسخوں میں محمد بن سنان کی روایت میں یہ نام اصحبہ ہے۔ یعنی میم کے بدلے با ہے۔ اور المحب الطبری نے اپنی کتاب الاحکام میں کہا کہ بخاشی تشدید الیا اور تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور تخفیف صحیح ہے۔ اور لغات کی صحیح ترین کتب جن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، میں یا مخففہ ہی ہے۔ امام نووی نے اسماء مبہمہ بحرف الجیم کے تحت یہ نام اصحہ لکھ کر بیان کیا کہ امام بخاری نے اس کا نام سلیمہ (بضم سین) نقل فرمایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام حازم ہے۔

دقوله اهدی الہدای سے ہے اور یہ لام اور الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ ارسال کیا۔ سازجین، ذال پر فتحہ یا کسرہ اور ان دونوں کے امام عصام نے تین معانی ذکر کیے ہیں۔

اول بغیر نقش و نگار کے یعنی سادہ دوم بالوں سے خالی جیسا کہ نعلین کی صفت میں پیچھے گزر چکا ہے اور یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں معانی مختلف دیگر حضرات سے بھی مروی ہے سوم کہ جو کسی دوسرے رنگ سے نہ رنگا گیا ہو۔ اور امام ابن حجر نے بھی انہی تینوں احتمالات کا اتباع کیا ہے۔ بقول ان کے یہ معنی ان کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ حافظ ابو زرعہ نے کہا کہ ان دونوں کی سیاہی کو کسی اور رنگ کے ساتھ اختلاط نہیں کیا گیا تھا اور کہا کہ یہ لفظ عرف عام میں اکثر ایسے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور میں نے کتب خشت میں اس کو اسی معنی میں نہیں پایا اور نہ ہی مصنفین غریب الحدیث نے اس لفظ کو اپنی تصنیفات میں لکھا ہے اور یہ جو امام عصام نے کہا کہ تیسرا معنی میرا ہی بیان کردہ اور کسی کا نہیں حالانکہ یہ وہی معنی ہے جیسے ان سے پہلے حافظ ابو زرعہ نے بیان کیا شاید عصام اس کے کلام پر مطلع نہ ہوئے ہوں۔ ورنہ اس معنی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے۔

فلبسہما: اس میں فاء تفرعیمہ ہے یا تعقیب کے لیے یعنی ملنے کے بعد فوراً انکو پہن لیا جیسا کہ فاضل العصام نے اشارہ کیا ہے اور ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے انکی اتباع کی ہے کہ ہدیہ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ ہدیہ وصول ہونے کے بعد اس میں تصرف کرے، اسے استعمال میں لائے کیونکہ اس میں ہدیہ بھیجنے والے کے لیے تالیف قلب ہے اور یہ تب ہے جب اس میں ہدیہ بھیجنے والے کی تالیف قلب وغیرہ ہو ورنہ نہیں اور بعض علماء نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے اس کو صرف

تالیف قلب کے ساتھ مقید کرنے پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے پہنچنے کے فوراً بعد ہدیہ میں ایسا تصرف چاہیے جس سے قبولیت کا اظہار ہو اور اگر اس کے استعمال کا موقع ہو تو تب استعمال میں لانا جائز ہے۔ اور یہ ہدیہ بھیجنے والے اور جس کو بھیجا جا رہا ہے ان دونوں کے درمیان پیار و محبت کی دلیل ہے۔

اس میں تالیف کے علاوہ بھی فوائد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً دینے والے کی اصلاح، اس کے دل کی شکستگی کو دور کرنا۔ اس کے شرکاء دفع کرنا۔ اس لیے قبول کرنا کہ لوگوں کی مشکلات میں اس سے سفارش کی جاسکے یا اس کے علاوہ کئی مقاصد ہو سکتے ہیں۔

غور و فکر کے بعد اب معلوم ہو چکا کہ ابن حجر کا سابقہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ معلوم ہوا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے اگرچہ وہ اہل کتاب کی جانب سے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ بخاشی نے موزوں کا ہدیہ جب بھیجا تھا تو وہ اس وقت کافر تھا۔ جیسا کہ ابن العربی نے بیان کیا اور زین الدین العراقي نے نقل کرنے کے بعد اسے قائم رکھا۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ کفار سے ہدیہ قبولی کرنا عدم قبول کا ناسخ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا جیسا کہ عصام اور ابن حجر نے بیان فرمایا کہ قبول ہدیہ میں یہ لفظ کہ "میں نے قبول کیا" کہتا ضروری نہیں بلکہ بھیجنا اور رکھ لینا کافی ہے۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اشیاء مجہولہ میں طہارت ہوتی ہے اور اس سے موزوں پر مسح کا جواز بھی ثابت ہو رہا ہے۔ بخاری و مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا

وسلم توجہ و مہم علی خضیہ۔ اور موزوں پر مسیح فرمایا

اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت جریر آخر میں ایمان لانے والے صحابہ میں سے ہیں۔

اور اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسیح ثابت و

معمول بہا ہے۔ اور اس پر ہر شخص کا اجماع ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور

جو بعض ائمہ سے اس کے خلاف مروی ہے جیسا کہ امام مالک سے تو یہ مؤول ہے

اور موزوں پر مسیح، انتہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور احادیث مسیح

متواتر ہیں اور بعض علماء احناف نے کہا کہ موزوں پر مسیح کے انکار پر کفر کا خوف

ہے۔ اور حدیث شریف میں لفظ "فلبسہما" سے مراد موزے اور جیبہ ہیں۔

ابن حجر نے اسے کذا قیل (جیسا کہ کہا گیا) کہا اور (اذکھا ام لا) سے معلوم

ہوتا ہے کہ فلبسہما سے مراد صرف دونوں موزے ہیں مگر یہ کہ جیبہ کو بھی شامل

نقوش کی وجہ سے کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ گمان کہ پھٹنا صرف موزوں کے ساتھ

خاص ہے جیبہ کے لیے نہیں عجیب ہے شاید اسی عارضہ کی وجہ سے عصام نے

کہا کہ جس نے فلبسہما کا مرجع موزے اور جیبہ دونوں کو قرار دیا اس نے نہایت

ہی بعید قول کیا۔

(اذکھا) علامہ ابن حجر نے کہا کہ شرعی ذبح مراد ہے اور یہ ترکیب عام استعمال

ہوتی ہے جیسا کہ اقائم الزید ان یعنی هل ہما من مذبح ام لا۔ (کیا

وہ دونوں موزے مذبح جانور کی کھال کے تھے یا کہ نہیں) اور صحابی کا دراستہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار آپ کی تصریح کی وجہ سے ہے یا صحابی نے

اس قرعہ سے اخذ کیا ہے کہ آپ نے ان موزوں کے بارے میں یہ سوال نہیں فرمایا۔

بہر حال اس حدیث سے یہ تاثر معلوم ہوا کہ اشیاء مجہولہ میں اصلاً طہارت ہے اور یہی

اصل مذہب ہے۔ اور جس نے اسے رد کیا ہم نے اس کا رد شرح الباب میں

کر دیا ہے۔ اور جس کا یہ گمان ہے کہ اس حدیث سے یہ واضح دلیل ملتی ہے کہ رنگی ہوئی کھال ظاہر ہے تو یہ بات تب ثابت ہوگی جب رنگا ہوا ہونا ثابت ہو جائے حالانکہ حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ حافظ عراقی نے کہا کہ اس میں ثبوت ہے کہ نہایت پرانا کپڑا اور پرانا جوتا پہننا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں تو واضح ہے۔ اور فان المصطفیٰ المیزل یلبس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ الخفین حتی یحرقا۔ موزے اس وقت تک استعمال فرماتے کہ وہ پھٹ جاتے۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ
ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعائشہ رضی اللہ عنہما لا تستخلفی ثوبا حتی ترقعیہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کپڑے کو پیوند لگانے سے پہلے پرانا نہ سمجھو۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں بسید جبہ اور حافظ الدیمیری نے حیاۃ الجہوان میں حرف حاکے تحت سانپ کا ذکر کرتے ہوئے اس کو صحیح کہا۔ اور اس کی سند میں ختام بن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ انشاء اللہ یہ صحیح حدیث ہے۔

ایک عظیم معجزہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :
دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخفیہ لیلبسہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزے منگوائے تاکہ ان کو

فلبس احدھما ثم جاء غراب
 فاحتمل الاخرى فرمہ بہ
 فخرجت منه حبة فقال
 من كان يؤمن بالله واليوم
 الآخر فلا يلبس خفيه حتى
 ينفضهما وهذا من
 علامات نبوتہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم۔

پہنے۔ ابھی آپ نے ایک موزہ
 ہی پہنا تھا کہ ایک کوا آیا اس
 نے دوسرے موزے کو اٹھا کر
 پھینک دیا۔ اس میں سے ایک
 سانپ نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور آخرت
 پر ایمان رکھتا ہے وہ اس وقت
 تک موزے نہ پہنے جب تک انکو
 جھاڑ نہ لے۔ یہ واقعہ نبی اکرم صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے
 ہے۔

بغیر جھاڑنے کے موزہ پہننا منع ہے

امام طبرانی نے نہ نہت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:
 کان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اذا اراد
 المحاجة بغيره في المشي
 فانطلق ذات يوم لحاجته
 ثم توضاء ولبس احد
 خفيه فجاء طائر خضر
 فاخذ الخف الاخر فارتفع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 جب رفع حاجت کے لیے جاتے
 تو دور تشریف لے جاتے ایک دن
 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت
 کے لیے تشریف لے گئے پھر وضو
 فرمایا ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ
 ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ

بہ ثم القاه فخرج منه
اسود سالخ فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم هذا کرامۃ اکرمہا
اللہ بها۔ اللہم انی
اعوذ بک من شر من یشی
علی بطنہ ومن شر من یشی
ہلی رجلین ومن یشی علی
اربع۔

اٹھا کر لے گیا اور اس کو الٹا پھینک
دیا اور اس میں سے سیاہ پھل والی
سانپ نکلا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ وہ فضیلت
ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی
ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا پڑھی۔
اے اللہ مجھے پیٹ کے بل ریگنے
والے جانور کے شر سے پناہ دے
اور دوپائے اور چار پائیوں کے
شر سے پناہ دے۔

امام بیہقی نے "الدعوات الکبیر" میں بسند عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہم سے
روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے تشریف
لے جاتے تو درجہ جاتے۔ ایک دن آپ تشریف لے گئے اور ایک درخت کے
نیچے بیٹھے اور اپنے موزے اتار دیے۔ اور پھر جب موزے پہننے لگے تو آپ
نے ایک موزہ پہنا تو ایک پرندہ دوسرے موزے کو لے کر اڑ گیا۔ اور فضا
میں جا کر اس کو الٹ دیا۔ اس میں سے ایک سیاہ سانپ گر پڑا۔ تو اللہ کے پیار
محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ میری فضیلت ہے مجھے اللہ نے اس کے
ساتھ مکرم فرمایا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ اے
اللہ میں پناہ مانگتا ہوں دوپائے اور چوپائے کے شر سے اور پیٹ پر ریگنے
والے موذی جانور سے۔

اسی لیے امام غزالی نے ایضاً العلوم میں فرمایا کہ کوئی بھی شخص سفر و حضر میں

موزے پہننے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ ان کو جھاڑ کر صاف کرے اور جو کچھ ان میں ہے اس کو باہر نکال دے تاکہ سانپ بچھو یا کانٹے وغیرہ کی تکلیف سے بچ جائے اور اس پر اسی حدیث ابو امامہ سے استدلال کیا۔

فائدہ

بعض اہل سیر نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی موزے تھے اور ان میں سے چار جوڑے وہ تھے جو کہ آپ کو خیر سے دستیاب ہوئے۔ ابن فہد مکی ہاشمی کی تصنیف النور الذاہر الساطع فی سیرۃ ذی البرہان القاطع میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جوڑے نعلین کے اور آٹھ جوڑے موزوں کے تھے۔ واضح رہے کہ نعلین کے بارے میں صحاح اور دیگر کتب احادیث میں ان کے علاوہ بھی بہت ساری روایات ہیں لیکن ہم نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بطور تبرک کچھ بیان کیں اور بقدر کفایت محدثین کے طریقہ کے مطابق ان کی تشریح بھی کر دی اور صرف اپنے مذہب مالکی کے مطابق ہی کلام نہیں کیا اور اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے۔ اور وہ ہدایت اور رشد کی توفیق عطا فرمائے۔

باب ثانی

نعلین مبارکہ کی مختلف تصاویر

ان کے نالین کا تفصیلی تذکرہ

WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM

اس باب میں افضل ترین شافع و مشفع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ نعلین کی صفات و برکات اور فوائد و منافع بیان ہوں گے۔ ائمہ اسلام، خادمین سنت نے اس کی شکل و صورت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا تذکرہ ہوگا۔ اللہ مجھے اور تم کو ہدایت دے۔ مشارق و مغارب کے مقتدر علماء نے اس مثال (نقش) مبارک کے ظاہر و باہر حسن کو بیان فرمایا ہے اور اپنے اپنے مشاہدات کو نقل فرمایا ہے۔

نقشِ نعلین اور ائمہ مغرب

اہل مغرب میں سے ائمہ کی ایک ایسی جماعت (جو لوگوں کے لیے مقتداء کا درجہ رکھتی ہے) نے نقشِ نعلین کی صورت اور اس کے حسن پر لکھا اور اس کی زیارت کرنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ ان علماء میں سے امام ابو بکر ابن العربی حافظ ابو الریبع بن سالم الکلائی، الکاتب الحافظ ابو عبد اللہ بن الابار، ابو عبد اللہ بن رشید الفصری، ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوادی آششی، خطیب الخطباء ابو عبد اللہ بن مرزوق التلمسانی، ابن البراء التوسی، الشیخ الولی الصالح الشہیر ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج اسلمی اللاندسی المغربی اور ان سے یہ نقش (مثال) ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے حاصل کی جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ مثلاً ابو الحکم مالک بن المرغل ابن ابی الخصال ابن عبد المالک المراكشی جو ہمارے پیشوا درہنما ہیں۔

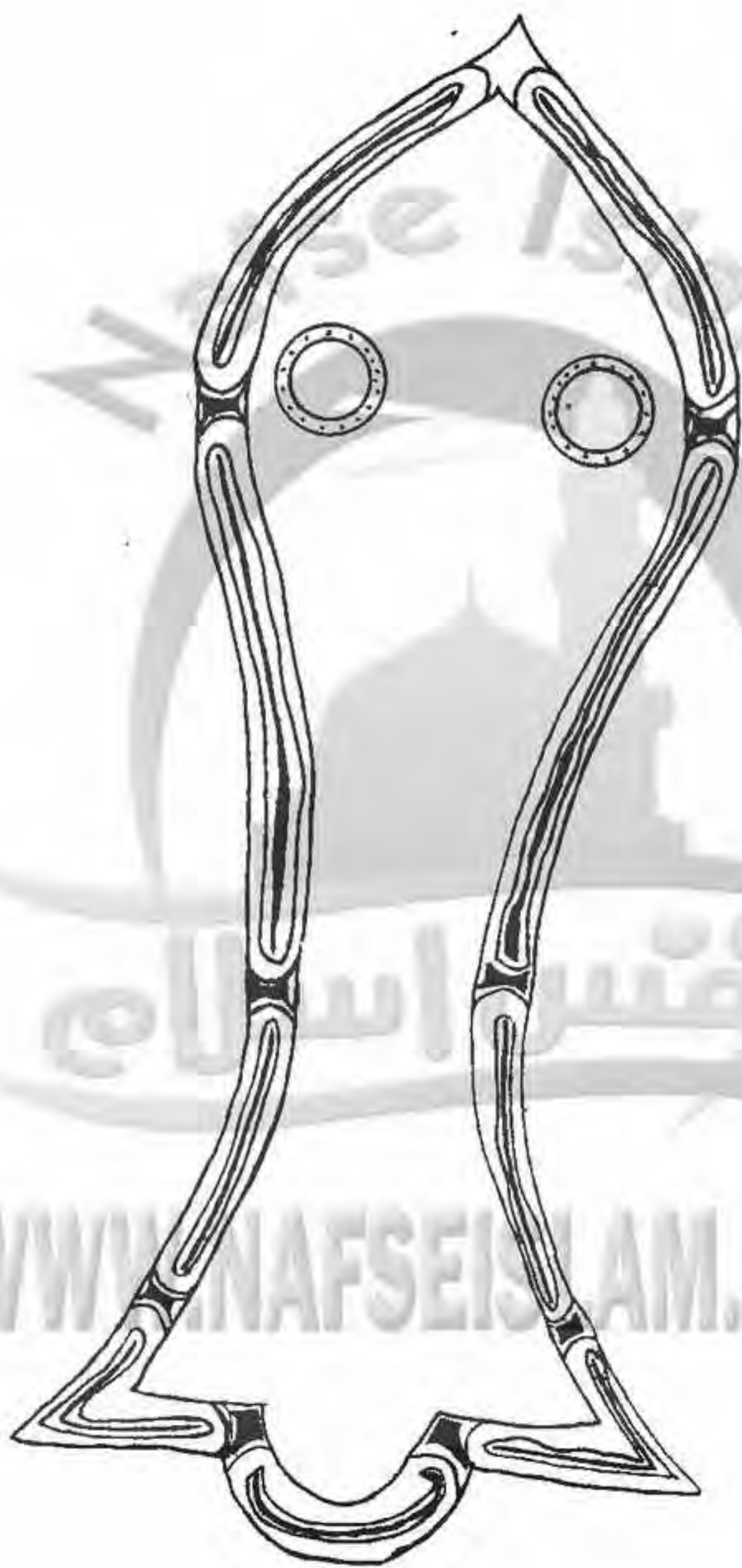
نقش نعلین اور ائمہ مشرق

اسی طرح مشرق میں سے ایک ائمہ کی جماعت نے اس پر کام کیا۔ مثلاً ابن عساکر اور ان کے شاگرد بدر خاقدی، حافظ عراقی اور ان کے صاحبزادے، حافظ امام سخاوی اور امام سیوطی وغیرہم اور متاخرین میں سے امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ اگرچہ اس کا نقش نہیں بنایا جیسا کہ ابھی آئے گا۔ یاد رہے اہل مغرب نے اہل مشرق سے زیادہ اس کا اہتمام کیا ہے۔ یہ تو فقط دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟

جہ: ہاں میرے مطالعہ کے مطابق علماء مغرب میں سے جن لوگوں نے اس نقش کو بنایا وہ اہل مشرق سے زیادہ ہیں۔ امام ابن عساکر جو اہل مشرق کے لیے اس معاملہ میں معتمد ہیں۔ انہوں نے اس مثال مبارکہ کو صرف شیخ ابن الحاج المغربي سے اخذ کیا اور اس کے بعد تمام لوگ ابن عساکر کے خیال میں۔

اس کا کوئی سبب ہے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مشرق کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین موجود تھے۔ کیونکہ یہ نبی ابن الحدید کے پاس اور پھر شام کے جامعہ اشرفیہ میں موجود تھیں۔ اور مغرب والوں کا یہ مسئلہ تھا کہ ان کے لیے سوائے نقش کے اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ ان میں سے جس نے بھی مشرق کا سفر کیا اور نعل شریف کو دیکھا جیسا کہ ابن رشید وغیرہ تو اس نے اس کی مثال بنائی۔ اہل مغرب کا معاملہ اغلب ہے۔ ورنہ اہل مشرق نے بھی اس کی مثالیں بنوائیں اور بہت سے مشرقی علماء اس نعل نبویہ سے (جو کہ نبی ابن الحدید کے پاس اور جامع

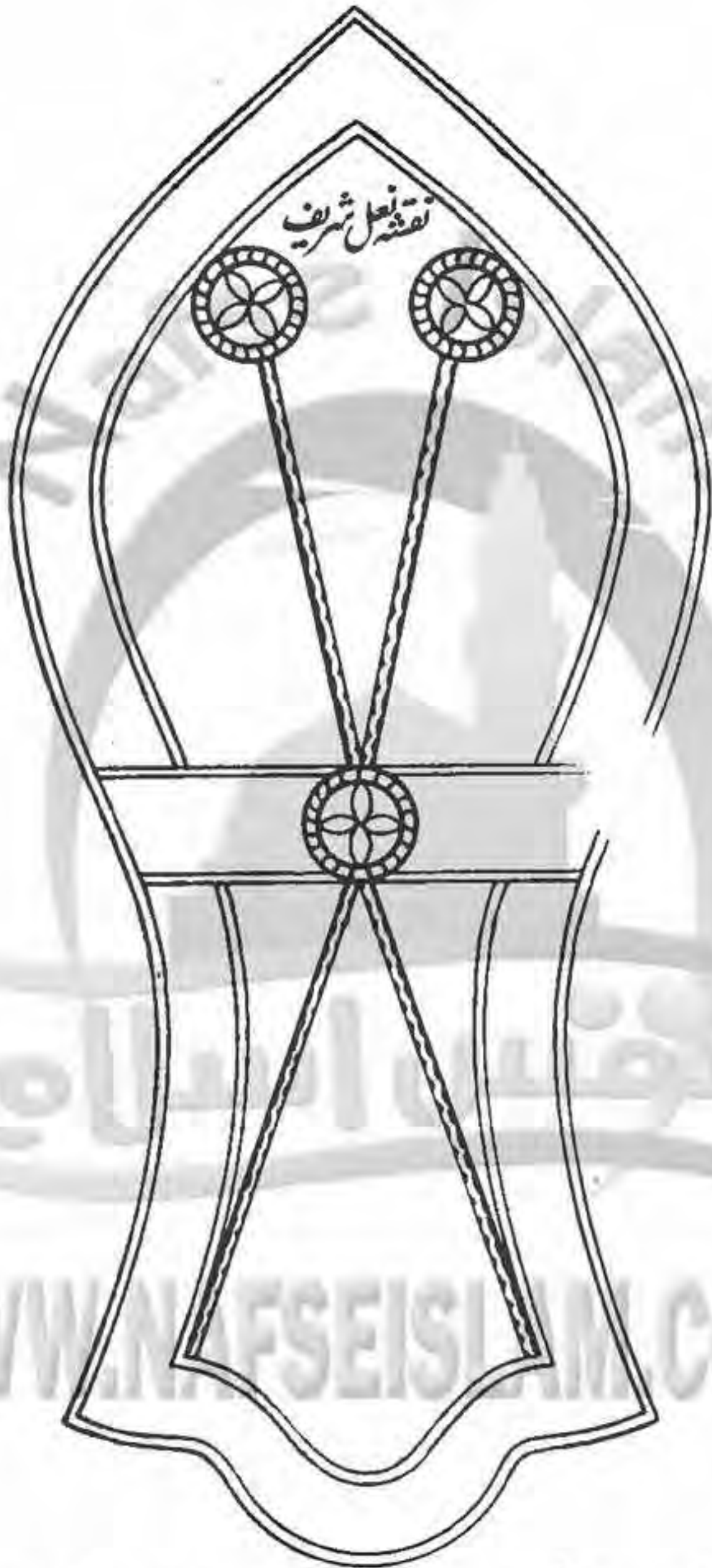












نوٹ: چھٹا نقش از مصنف تونہ مل سکا، اکثر کتب
میں یہ نقش دیا گیا ہے۔ لہذا ہم نے اسے شامل کر دیا ہے۔

اشرفیہ شام میں تھیں، سے ترک حاصل کرتے۔

ابو الحسین عبدالرحمن المعروف بابن ابی الحدید کا تعارف

تاریخ دمشق میں ابو الحسن بن ابی الحدید کے حالات میں نسب یوں لکھا ہے:

ابو الحسین عبدالرحمن بن عبداللہ بن القاسم بن الحسن بن عبداللہ بن ابی الحسن احمد بن ابی العقل عبدالواحد بن ابی بکر محمد بن احمد بن عثمان بن الولید بن الحکیم بن سلیمان المعروف ابن ابی الحدید سلمی الخطیب اور اس نے ان کا یہ نسب ابو القاسم الدمشقی جو نہ اہل دمشق میں سے حافظ الحدیث اور امام ہیں کی معجم میں پڑھا ہے۔ ابن ابی الحدید کے صاحبِ نسخہ اعلیٰ کردار کے مالک محدثین و خطباء کے خاندان سے ہیں۔ ان کے جد اعلیٰ ابو الحسن ابن ابی الحدید مشہور محدث تھے۔ ان سے ہمارے مشائخ نے حدیث لی ہے۔ اور اسے ابو الحسین نے اپنے دادا ابو عبداللہ الحسن سے حدیث پڑھی اور ان سے کئی ایک اجزاء کی سماعت کی اور دارالمیثمہ میں داخل ہو کر ان سے پڑھا، بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعین مبارکہ کو دیکھا اور ان کی ولادت — جمادی الاول ۲۴۲ھ میں دمشق میں اور ان کی وفات ہفتہ کی صبح جمادی الاخریٰ ۳۲۶ھ کو ہوئی اور باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ خاتمہ کتاب میں ان شاء اللہ اس کا مزید بیان آئے گا۔

نقش پاک کے منکرین

اور بعض عقل کے اندھے نقشِ نعین کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک طرف تم تصاویر سے منع کرتے ہو اور دوسری طرف نعین کی تصویر بناتے ہو؟

نہم اس شخص کے لیے جس نے یہ نازیبا کلام کیا ہے کہہ دیں کہ جن امور کا تمہیں علم

نہیں اس کے بارے میں کمیوں گفتگو کرتے ہو کیونکہ یہ نقش مبارک ان تصاویر کے ضمن میں نہیں آتا جن کو حرام کیا گیا ہے۔ اور مجھے اطلاع دینے والے نے کہا معترض اہل انصاف میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ایسے بدبختوں میں سے ہے جن کے دل پر اللہ نے حق کا انکار مسلط کر دیا ہے۔ پس ایسے شخص کے لیے یہی سزا کافی ہے ہم اللہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اس امر سے کہ کسی سے انصاف کی توفیق چھین جائے اور اس معترض کے پاس جس نے ساری زندگی لوگوں پر طعن کیا ہے (حافظ عراقی کے اس قول کا کیا جواب سمجھوا انہوں نے الفیہ سیرۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعالین کا طول و عرض بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

وهذه تمثال تلك النعل ودورها اكرم بها من نعل

یعنی اس قدر نعل کا نقش ہے جس کی سنت ہر نعل سے نہایت ہی خوبصورت ہے)

اور اس کے بعد انہوں نے نعل شریف کا نقش بنایا۔ اس شعر کے بعد معترض کو چاہیے کہ اپنا منہ بند رکھے کیونکہ یہ ایسی گفتگو ہے جس پر کفر کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور اسے بھی توبہ کی توفیق دیوے۔

س: یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو پھر صاحب مواہب اللدنیہ نے یہ نقش کیوں نہیں بنایا اور ان کی اہل علم میں بہت بڑی قدر و منزلت ہے؟

ج: صاحب مواہب اللدنیہ نے نعل شریف کا نقش اس لیے ترک نہیں کیا کہ اس کو وہ جائز نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہوں نے نقش صرف اس لیے نہیں بنایا کہ اس کا کامل طور پر بنانا ایک مشکل کام ہے۔ اس پر انہوں نے تصریح بھی فرمادی ہے۔ لہذا ان کے کلام کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ اور اگر انہوں نے مثال نہیں بنائی تو کوئی بات نہیں۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے یہ مثال بنائی اور اس کے خواص ذکر کئے اور مجرب شدہ منافع بیان فرمائے ہیں اور یہ بڑے بڑے ائمہ اور اکابر علماء ہیں۔

نعل کا نقش بنانے والے علماء محدثین

اور ان علماء میں سے جنہوں نے اس مثال کی حکایت کی علامہ ابن الحاج اور ابن عساکر ہیں۔ ان دونوں نے مثال بنائی اور کسی دوسرے عالم نے ان پر انکار نہیں کیا اور میں نے ابن عساکر کی اس کتاب کا نسخہ دیکھا جس میں نعل شریف کی مثال بنی ہوئی تھی اور اس پر امام سخاوی اور دیگر بہت سارے علماء کی تحریر۔ جنہوں نے اسے روایت کیا ہے، ان میں سے نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور راوی نے ذکر کیا کہ اس نے کتاب مذکور پڑھی ہے اس میں نعل شریف کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی مشکور کو قبول فرمائے اور اسی طرح میں نے امام سراج الدین بلقینی کی تالیف انہی کے خط میں لکھی ہوئی دیکھی۔ اس میں نعلین کی مثال بنی ہوئی تھی۔ اگر ہم مثال بنانے والے علماء کا نام لیں تو مقالہ بہت طویل ہو جائے گا

اگر یہ کہا جائے کہ اگر امام قسطلانی پر اس کی مثال بنانی مشکل تھی جبکہ وہ مستند امام ہیں تو تمہارے لیے یہ مثال کیسے آسان ہو گئی حالانکہ تم امام قسطلانی کے علم کے سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح ہو اور وہ تمہارے استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہیں اور تمام شیوخ ان کی مواہب کے عیال و محتاج ہیں تو میں کہوں گا کہ میرے بارے میں جو چاہو کہو میں امام قسطلانی کے مقابلہ میں واقعہ ایک قطرہ بھی نہیں ہوں۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا البتہ جن علماء کو میں نے بطور دلیل پیش کیا ہے ان کا مقابلہ علامہ قسطلانی سے کرو۔ ان میں سے ہر ایک علم کا پہاڑ ہے مثلاً ابن عساکر، ابن الحاج ابن المرطل، امام عراقی، حافظ زین الدین، سراج الدین بلقینی، امام سخاوی، حافظ سیوطی وغیرہم۔ جن کی تعریف کرنے سے الفاظ عاجز ہیں عنقریب اسی

باب میں ہم ان کی عبارات ذکر کریں گے۔ کسی شخص کو یہ جرأت نہیں کہ ان کا تعاقب یا رد کرے۔ اس عبد ضعیف نے بھی انہی سے نقل کیا۔۔۔۔۔ تو کس کو جرأت ہے جو ان کے اقوال کو ٹھکرائے یا ان کے غلط ہونے کا دعویٰ کرے اور علامہ فسطائی نے بھی تو انہی علماء سے استفادہ کیا ہے تو اسے معترض ذرا غور و فکر کر، انصاف کہ نبالِ زیب تن کر اور اس حق کے میدانِ جنگ میں آگے بڑھ تاکہ تجھ پر ہلاکت نہ کھیلتے۔ ورنہ اس میدان سے نکل جا۔ اور اپنے گھر میں بیٹھ جائیے جیسے لوگوں کے لیے کسی رہنما کی اشد ضرورت ہے۔

خلق الله للحروب رجالاً، ورجالاً لقصعة وشرید
استغفر الله واعوذ به من كل شیطان مرید
والله نے جنگوں کے لیے آدمی پیدا کیے ہیں اور کھانے پینے کے لیے بھی
میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں اس کے ساتھ
ہر راندے ہوئے شیطان سے)۔

اب میں سائل بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقصود شروع کر رہا ہوں۔ وہ
اسے قبول فرمائے۔ یہاں میں تعلیمِ پاک کے دوائے نقشے پیش کرتا ہوں جن پر کامل
اعتماد ہے۔ پھر چار کا ذکر کر دوں گا۔

اعوذک نعمان لسان ذکرہ

هو الطیب ما کدرتم تضرع

دہمارے لیے نعمان کا ذکر بار بار کرو کیونکہ وہ کستوری ہے اور اس
کے تکرار سے خوب بہک دیتی ہے۔

ایا ساکنی اکناف وجلة کلکم

الی القلب من اجل الحبیب حبیب

اے دجلہ کے کناروں پر رہنے والو تم سب کے سب دل کے محبوب
 ہو کیونکہ محبوب کے واسطے سے ہر چیز محبوب ہوتی ہے،
 اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ یہ مثال مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 طرف مضاف ہے اور اسی لیے اس کی شان و قدر بلند ہوئی اور یہ چاند پر سبقت
 لے گئی اور ہم نبوت و رسالت کے اعلیٰ قدم کے اس زیور سے کچھ بیان کرتے ہیں۔
 یا من یدکر فی حدیث احبتی طاب الزمان بذا کرہم ولیطیب
 اعدا الحدیث علی من جنباۃ۔ ان الحدیث عن الحبیب حبیب
 اے میرے اس محبوب کی بات کا ذکر کرنے والے کہ زمانہ ان کے ذکر
 سے مبارک اور پاکیزہ ہے اور اس کا ذکر بار بار کر کیونکہ محبوب کی بات
 محبوب ہوتی ہے۔

مجھے میرے چچا امام (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو سیراب فرمائے) نے اس مقام کے مناسب
 یہ حکایت بیان کی کہ تلمسان کے حاکم نے شیخ ولی ربانی سیدی ابراہیم القاری سے کہا کہ
 کچھ اشعار عطا کیجئے جو بیت القرآن پر لکھے جائیں تو انہوں نے ایک قصیدہ لکھا اس
 میں سے مجھے دو اشعار یاد رہے :

یہ سعادت ہے بہت سے مقام بلند ہیں۔ سعادت کے ساتھ لڑ

ورنہ جہاد چھوڑ دے۔ میرے نام کی نسبت مصحف کی طرف کی گئی ہے۔ بلند کا منسوب

بھی بلند ہو جاتا ہے،

مجھے کسی اندلسی شاعر کے یہ اشعار یاد آ رہے ہیں :

ما کل من کانت علی راسہ عمامۃ یحفظی بعثت الوقار

ما قیمۃ المرء باثوابہ السمرنی السکان لاف الدیار

زہر وہ چیز جو بندے کو وقار عطا کرے وہ عمامہ کہلاتی ہے اور آدمی

کی قیمت پیڑوں کی وجہ سے نہیں۔ عزت باشندوں کی ہوتی ہے نہ کہ علاقے کی۔

نقشِ نعلین استعمال فرمانے۔ والی اس ذاتِ اقدس کے قدم شریف تک پہنچانے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اعلیٰ اکمل اوصاف عطا فرمائے ہیں۔

وما حب النعال امال قلبی

ولكن حب من لبس النعال

(میرادل نعل کی محبت میں گرفتار ہیں البتہ اس کے پہننے والے کی محبت کا نتیجہ ہے)

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اس کی نعلین کو کرامت ملی اور آپ کے اچھے افعال کے سبب اس کو طہارت ملی۔ نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نعلین کو شرف ملا اور اس سلسلہ میں میں نے وہی راستہ اختیار کیا ہے جو اختیار کرنا چاہیے تھا اور میں اس مثال کے محاسن حکایت کرتا ہوں جیسے کہ مجھ سے پہلے محدثین نے کیے اور زبانِ حال سے مثالِ مبارک کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔

تبری اصل کو بدرالہجی نے پہنا ہے۔ اس لیے تیرا مقام کوئی جان ہی نہیں

سکتا۔ پہننے والے اور حکایت کرنے والے کے درمیان زمین و آسمان کا فرق کیا اتنا کچھ کم ہے کہ اس کے ذریعے اس ذاتِ اقدس کی یاد آتی ہے جس کے مرتبہ اور شرف کی کوئی حد و طرف نہیں وہ اولادِ آدم کے سردار، اگلوں اور پچھلوں سب سے بہتر ہیں۔ ہمارے دلوں کے سکوں کے لیے یہی کافی و کافی ہے اس کے خواص، اس کے منافع روشن اور اس کی فضیلتیں واضح اور اس کا آنکھوں پر رکھنا متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے شیخ علامہ ابو حفص عمر الفاکھانی الاسکندری

الما لکی پر جب انہوں نے اس مثال کو دیکھا تو اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا:
 و لو قيل للمجنون لیلی و وصدا برید ام الدین رقی ذرا یاها
 لقال غبار من تراب نعالها أحب الی نفسی و اشفی لبواها
 رمجنوں سے یہ پوچھا جائے کہ تجھے لیلیٰ کا وصل چاہیے یا دنیا و مافیہا چاہیے
 تو وہ کہے گا کہ مجھے اس کے جوتوں کی گرد کافی ہے۔ مجھے میری ذات سے
 بھی زیادہ عزیز اور میرے غموں کا ازالہ دے۔

نقش نعلین کی پہلی تصویر

نقش کی یہ صورت ابن العربی، ابن عساکر، ابن المرزوق، فارقی، امام
 باقینی، حافظ سیوطی، امام سخاوی، امام نسائی، ابن فہر اور ان کے علاوہ دیگر
 محدثین کے نزدیک معتد ہے۔ نقش نعلین کو شیخ ابو الفضل بن ابراہیم التونسلی سے
 روایت کیا انہوں نے اپنے شیخ ابن الجبہ انہوں نے فقیہ ابن زید عبد الرحمن
 بن العربی انہوں نے اپنے والد — حافظ القاضی ابوبکر ابن العربی الشیبلی الاندلسی
 المغفری جو کہ فاس شہر میں مدفون ہیں اور قاضی شیخ عیاض اور دیگر محدثین نے کہا کہ
 کہ حافظ ابوالفتح سمعی بن عبد السلام بن الحسن بن الرمیلی نے ان الفاظ سے بیان کیا۔
 کہا کہ ہم سے بیان فرمایا ابوبکر ذکریا عبد الرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ
 انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسین فارسی نے کہا کہ یہ نعل اس نعل کے مطابق
 بنائی گئی ہے جو محمد بن جعفر التیمی کے پاس تھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس نعل کو میں
 نے اس نعل کے مطابق بنایا جو کہ ابوسعید عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ کے پاس مکہ میں
 تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو محمد ابراہیم بن سہیل الشیبی نے کہا کہ ہم سے بیان
 فرمایا ابویحییٰ بن ابومرہ ان سے ابن ابی اوس بن مالک بن ابی عامر الاصبجی نے کہا
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی مثل نعل اسماعیل بن ابراہیم بن عبد الرحمن

بن ابی ربیعہ المخزومی کے پاس ہے۔ اسمعیل بن ابی اویس نے کہا کہ میرے والد نے موجی سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی طرح نعل بناؤ تو اس نے بنائی۔ اس کے دونوں نقطوں کی جگہ دو زمام تھے۔

نعل مبارک اسمعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی؟

یہ نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے آئی تو ہمیں بادشوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ نعل حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ پھر آپ کی بہن حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق کے پاس پہنچی۔ اس وقت حضرت ام کلثوم حضرت طلحہ بن عبد اللہ کے عقد میں تھیں جب وہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے تو حضرت ام کلثوم کے ساتھ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی ربیعہ المخزومی نے نکاح کر لیا۔ اور یہ اس اسمعیل بن ابراہیم کے دادا ہیں جس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک ہے۔ پس اس طریقے سے ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک پہنچی ہے۔

حضرت ام کلثوم کا عقد عبد اللہ سے ہوا

میں نے ابن فہد کی یہ تحریر دیکھی ہے کہ حضرت طلحہ کے بعد جس نے حضرت ام کلثوم سے شادی کی وہ عبد اللہ بن عبد الرحمن ہے لیکن ابن عساکر کا وہ نسخہ جس کو علامہ سیوطی نے پڑھیا اور اس پر علامہ سخاوی اور دیمی وغیرہ کی تحریر ہے کہ حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی عبد الرحمن کی ہوئی تھی نہ کہ ان کے بیٹے عبد اللہ کی۔ اور کافی مدت کے بعد میں نے امام سراج الدین طبعینی کی یہ تحریر دیکھی جس میں تھا کہ طلحہ کے بعد ام کلثوم سے نکاح عبد اللہ نے ہی کیا تھا۔ تو اس سے ابن فہد کی بات ترجیح پاگئی۔

اور اس کے بعد میں نے کئی نسخے ابن عساکر کی لاٹبریری کے دیکھے جو کہ تصحیح شدہ تھے۔ ان میں یہی تھا کہ ان کا نام عبد اللہ بن عبد الرحمن ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس کے علاوہ جس نے کہا اس سے سہو ہوا۔ (واللہ اعلم)

نقش تعلین کی سند

امام ابن عساکر نے اپنی تالیف میں اس کی یہ سند بیان کی۔ مجھ سے امام حافظ صالح ابواسحاق ابراہیم بن الحاج المغربی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم المری نے ان سے ابوالقاسم قاسم بن محمد نے اور کہا کہ میں نے ان سے پڑھا اور میں نے یہ مثال جو کہ میرے پاس ہے اسی کے مطابق بنائی ہے جو ان کے پاس تھی اور ان سے ہمیں پہنچی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالقاسم خلف بن بشکوال اور کہا کہ ہم نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ اور ان سے ہمیں عطا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں امام ابوبکر العربی نے کہا کہ ہم نے یہ مثال اس کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالقاسم مکی بن عبد السلام بن الحسن الریسی نے بیان کیا کہ میں نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ اور بیان کیا شیخ ابو ذکریا عبد الرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ نے پھر ہم نے یہ مثال بنائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسین الفارسی نے کہا تو ہم نے یہ تعلین اس تعلین کے مطابق بنائی جو کہ محمد بن جعفر التمیمی کے پاس تھی۔ اور انہوں نے ذکر کیا کہ یہ مثال اس نعل کے مطابق ہے جو کہ ابوسعید عبد الرحمن بن محمد ابن عبد اللہ (جو کہ مکہ کے مقیم تھے) کے پاس تھی انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد ابراہیم بن سہیل نے ان سے ابو یحییٰ بن ابومرۃ نے انہوں نے ابن ابی اویس بن مالک بن

ابی عامر اصحبی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ یہ نعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نعل کے مطابق ہے جو اسماعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی ربیعہ کے پاس تھی اسماعیل بن ابی اویس نے کہا کہ میرے والد نے موی کو حکم فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل کی طرح نعل بنائے۔ اس میں دو نقطوں کی جگہ دو زمام تھے۔ پھر علامہ ابن عساکر نے بیان فرمایا کہ یہ نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی؟ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

دوسری سند

حافظ ابن عساکر نے ابواسحاق بن الحاج اندلسی کے حوالے سے بیان کیا شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم السلمی نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ سبیتی وغیرہ نے انہوں نے ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن نجیبی سے میں نے اس کی فرع نقل کی اور اس کی تسجیسی کی مثال کے ساتھ ملایا اور اس سے مثال بنائی نسوں نے کہا کہ حافظ ابو طاهر احمد بن محمد نے دمشق میں دکھائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مثال مجھے ابو محمد عبد العزیز بن احمد نے دکھائی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مثال ابو طالب عبد اللہ بن الحسن بن احمد العنبری نے عطا فرمائی اور بیان فرمایا کہ ابو بکر محمد بن عدی بن علی بن زحر المنقری نے اس مثال کا اخراج فرمایا اور بیان کیا کہ ابو عثمان سعید بن الحسن التستری نے اس مثال کا اخراج فرمایا اور ذکر کیا کہ یہ مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین بشریفین کی مثال (نقش) ہے۔ اور محمد بن احمد الفزاری نے اس کا اخراج اعصبھان میں کیا اور اس کو روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس کو محمد بن عدی المنقری نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی سعید بن حسن تستری نے تستری ہمیں خبر دی احمد بن محمد الفزاری انہوں

نے کہا کہ ابواسحاق ابراہیم بن الحسین نے کہا انہوں نے ابو عبد اللہ اسماعیل بن ابی اویس عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی اویس بن مالک بن ابو عامر اصبحی القسری ششی اہمیں مالک کے بھانجے ابن انس نے کہا کہ یہ نعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی طرح ہے اور میں نے یہ اس نعل کے مطابق بنائی ہے جو کہ اسماعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن ابی ربیعہ المخزومی کے پاس ہے۔ اسماعیل نے کہا کہ میرے والد ابو اویس نے موجی کو حکم فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین کی طرح نعلین تیار کرو تو وہ تیار کر دی گئی اور اس کے دو زمام تھے۔

یتیمی سند

ابن البراء نے ابن العربی تک سند سابق کے ساتھ بیان کیا۔ ابن العربی نے کہا کہ ہمیں ابوالملطہ نے خبر دی ان کو حافظ ابو نعیم نے ان کو ابن ابی جلد نے ان کو حارث بن ابی اسامہ نے ان کو ابن عون نے بتایا :

اتیت هذا بالمدينة فقلت	میں مدینہ طیبہ موجی کے پاس گیا اور
احذ نعلی فقال لی ان شئت	کہا کہ مجھے جوتا بنا دو وہ کہنے لگا اگر
حذوتها هكذا و ان شئت	آپ چاہیں تو میں اس طرح کا جوتا بنا
حذوتها كما رأيت نعل رسول	دیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں
الله صلى الله عليه وآله وسلم	اس طرح کا جوتا بنا دیتا ہوں جس طرح
فقلت و این رأيت نعل رسول	کامیں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الله صلى الله عليه وآله	کا دیکھا ہے۔ میں نے کہا تو نے
وسلم فقال رأيتها في بيت	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فاطمة بنت عبد الله بن	لا جوتا کہاں دیکھا ہے۔ کہنے لگا

العباس نقلت اخذها كما
 رأيت نعل النبي صلى الله
 عليه وآله وسلم قال فخذها
 ثبالات قال فقدمت
 وقد اتخذها محمد ابن
 سيرين۔

میں نے حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ
 بن عباس کے گھر اس کی زیارت
 کی ہے۔ میں نے کہا تو نے جس طرح
 دیکھا اسی طرح کا میرا جوتا بنائے
 تو جب بنایا تو اس کے دو زمام
 تھے میں جب واپس آیا تو مجھ سے
 یہ جوتا امام محمد ابن سیرین نے لے لیا۔

چوتھی سند

ابن البراء نے ایسے ہی کہا کہ ابن العربی نے ہم کو خبر دی ابو القاسم مکی بن عبد السلام
 نے مسجد اقصیٰ میں ان کو ابو ذکریا بخاری نے انہیں محمد بن الحسین فارسی سے انہوں
 نے محمد بن جعفر تمیمی سے انہوں نے ابو سعید عبد الرحمن بن عبد اللہ سے روایت کی
 ان سے بیان کیا ابو محمد ابراہیم بن سہل السبیتی نے ان سے بیان کیا ابو یحییٰ ابن ابی مسرور
 انہوں نے ابن ابی اویس اسماعیل بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے
 مالک بن انس سے انہوں نے اسماعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی ربیعہ
 مخزومی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل پاک کی مقدار و مثال، روایت کی اور
 اس کی صفت اور شکل و صورت بیان کی جو کہ ان کو اپنے جد عبد الرحمن سے پہنچی
 تھی اور عبد الرحمن کو حضرت ام کلثوم سے پہنچی تھی جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 کی بہن تھیں اور حضرت طلحہ کے بعد عبد الرحمن نے ام کلثوم سے شادی کی تھی۔
 ابن عربی نے کہا کہ یہ حدیث غرائب مالک میں سے ہے اور سوائے اس واسطہ کے
 کسی اور سند سے مروی نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ام کلثوم

سے عبدالرحمن نے نہیں بلکہ ان کے بیٹے عبداللہ نے شادی کی تھی اور مذکورہ بالا روایت میں عبداللہ کی بجائے عبدالرحمن کا نام آیا۔ شاید یہ سہو ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔ چونکہ اس نقش پر کثیر اور اکابر ائمہ نے اعتماد کیا ہے اسی لیے میں نے اسے دوسروں پر مقدم کیا۔ ان ائمہ کے مشاہدہ و مناد لہ کی وجہ سے اس کے طول و عرض کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اس نقش کو باقاعدہ اجازت سے حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ثقہ علماء کے نزدیک اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا کیونکہ ہر طبقہ میں ایک امین نے دوسرے امین سے لیا اور تمام کا اصل فعل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور یہ عادل کی عادل سے روایت سے ثابت ہوا ہے۔

مس: اگر کہا جائے کہ جب اس کو مشاہدہ سے نہ لیا گیا ہو اس میں اختلاف واقع ہوگا کیونکہ طول و عرض میں کوئی تعین نہ ہوگا تو پھر تم نے اس صفت (صورت) کے لیے جزم کر لیا کہ یہ ان اسانید میں بیان کردہ صورت کے مطابق ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی مانع نہیں کہ یہ صورت (اصل) کے خلاف ہو اور ناقل غیر معتد نے یا نقش بنانے والے کی عدم مہارت کی وجہ سے تبدیلی ہو گئی ہو۔

ج: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کو بن دیکھے بنایا گیا بلکہ یہ مشاہدہ اور مناد لہ کے ذریعے سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات پر گزرا کیونکہ ہمارا اعتماد اس میں ثقہ اور ثبت لوگوں پر ہے۔ کیونکہ ہم نے اس مثال مبارک کی اس صورت کو ثقہ لوگوں کے تحریر سے مشاہدہ کیا ہے کہ جن لوگوں کی روایت ہمارے نزدیک معتبر طریقہ سے ثابت ہوئی ہے۔

پس ہم نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی ہے جو کہ ان ثقہ ائمہ دین کے ہاتھوں سے بنی ہوئی تھی پھر انہوں نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کو اس کی نقل کی اجازت دی۔ جب معاملہ اتنا پختہ ہے تو اب اس میں احتمال کہاں؟

ہمیں الحمد للہ متعدد اکابر علماء سے اسی طریقہ معروفہ کے ساتھ پہنچی اور ان میں سے حافظ الدیلمی اور امام سخاوی بھی ہیں۔ کیونکہ ہم نے ان دونوں کی تحریر ابن عساکر کی مثال والے نسخہ میں دیکھی ہے۔ یہ نسخہ اس جزرہ معتدہ میں ہے جس کی قرأت بہت سارے اکابر علماء نے کی۔ ہم اسے اپنے مقصود کے اتمام اور معترض کے کامل رد کے لیے نقل کر دیتے ہیں۔

ابن عساکر کے تصویر والے نسخہ کی سند

میں نے امام سخاوی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ تحریر دیکھی ہے جو انہوں نے ابن عساکر پر اس مثال کے بارے میں لکھی۔ اس کی عبارت یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم - محمد بن عبد الرحمن السخاوی کہتا ہے کہ مجھے خبر دی علماء کی ایک جماعت نے ان میں سے ابو عباس احمد بن شرف الازہری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جمال ابو المعال عبد اللہ بن عمر بن علی المحلاوی الازہری نے خبر دی اور اس عبارت کے بعد کاتب کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے کہ المحلاوی نے اپنے شیخ بدر الفارقی سے اور انہوں نے ابو الیمین ابن عساکر سے حاصل کی اور خود میری (مصنف) سند فارقی تک متصل ہے جیسا کہ پہلے باب میں خطیب مرزوق اذوری کے واسطہ سے بیان ہو چکی جیسا کہ ان کے سفر نامہ جزو المثال فارقی سے مولف ابن عساکر تک ہے۔

امام سخاوی تک مؤلف کی سند

مجھے خبر دی شیخ المقری نے انہوں نے مفتی ابو حسین علی ابن ہارون سے انہوں نے امام شہیر ابو عبد اللہ محمد بن غازی سے انہوں نے حافظ سخاوی سے اجازت لی

روایت کی اور میں نے اس تالیف کے آخر میں جس پر ان دونوں جلیل القدر بزرگوں حافظ سخاوی اور امام دیلمی کے دستخط ہیں۔ بخط ناسخ خط دیکھا کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ کی حمد۔ اس کی توفیق و مدد اور حسن توفیق سے یہ تالیف اپنے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جسے اللہ چاہے، مکمل ہوئی اس بندہ ضعیف فتح اللہ بن عبد الرحیم بن ابوبکر بن احمد بن حسن المنقلاطی المعروف بابن القرجوطی الجنفی کہ اللہ اپنے لطف و کرم سے اس کو نوازے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور اس کے عیب دنیا و آخرت میں چھپائے اور اس کے والدین اور تمام مسلمان جو کہ اللہ کی حمد میں مشغول ہیں اور اس کے پیارے محبوب پر صلوٰۃ و سلام میں مصروف ہوتے ہیں اس نسخہ کو جمعرات کے آخری حصہ رجب کے مبارک مہینہ آٹھ سو اکانوے ۱۹۱ھ میں نقل کیا اور اس کے بعد حافظ سخاوی کی یہ تحریر ہے۔ الحمد للہ علی نوالہ کہ مصنف اور کاتب شیخ فاضل المجدد المفید زین الدین ابوالفتح فتح اللہ نے مجھ سے پڑھا اس میری سند کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ نفع عطا فرمائے اسی سند کے شروع میں ہے پس اس کو سنا شیخ الفاضل البارع الواصل مفید الطالین برکتہ المستفیدین۔ صلاح الدین محمد بن سیدنا جیدنا العالم شیخ المحدثین مفتی المسلمین برکتہ الطالین الفخری ابو عمرو عثمان الدیلمی شافعی نے اور شیخ مفتی محی الدین عبدالقادر قرشی نے اور یہ سلفہ کے دن چھ رجب میرے گھر کا واقعہ ہے اور میں نے اپنی تمام مرویات مؤلفات کی روایت کی ان کو اجازت دیتا ہوں۔ الراتم محمد بن عبد الرحمن سخاوی۔ (اس کا خاتمہ بالخیر ہوا اور درود ہو ہمارے آقا حضرت محمد پر اور بہت بہت سلام ہوا)۔ اور اس کتاب کے مصنف نے اس کے بعد یہ عبارت لکھی :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔ (اما بعد) بندہ ضعیف فتح اللہ بن عبد الرحیم بن

ابن کبر بن احمد بن حسن المنطوطی المعروف بابن القرحوطی حنفی رحمہ اللہ اس پر اپنا
 لطف و کرم عام فرمائے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور دنیا و آخرت میں
 اس کے اور تمام مسلمانوں کے عیب چھپائے۔ آمین!) نے امام مولانا شیخ عالم عامل
 علامہ فہامہ حافظ العصر ابو عمر عثمان الدیلمی شافعی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 اعلیٰ کے ان نقوش کی اجازت لی جنہیں امام الدین ابوالحسن عبدالصمد بن ابوالحسن
 عبید اللہ ابوبکر بن حسن بن عساکر نے جمع فرمایا۔

ایک اور سند

ہم کو خبر دی مشائخ کی ایک جماعت نے ان میں سے شیخ السند الرئيس شہداء
 ابو عباس احمد بن یعقوب الاطیعی انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی شیخ زاہد ابو المعالی عبد اللہ
 بن عمر بن علی المسعودی نے ان کو خبر دی البدر ابو عبد اللہ محمد بن شمس الدین احمد بن
 خالد بن محمد بن ابی بکر الفارقی نے اس کے مؤلف ابوالحسن ابن عساکر سے کہ میں نے
 اس کی ان پڑ قرات کی اور انہوں نے مجھے تمام کتاب کی اجازت دی اور ہر اس
 شے کی جس کی ان کو اجازت تھی۔ اس کی قرات ایک مرتبہ شیخ الفاضل البارز الادب
 مفید الطالبین برکتہ المستفیدین صلاح الدین محمد بن سیدنا شیخ الامام العالم العامل
 اعلامہ شیخ المحدثین مفتی المسلمین برکتہ الطالبین الفخری ابی عمر عثمان الدیلمی الشافعی
 رحمہ اللہ تعالیٰ انکی عمر میں اضافہ فرمائے اور ان کی برکات سے مسلمانوں کو نفع فرمائے
 دنیا و آخرت میں) اور ایک مرتبہ ان کے والد سے اس کی قرات کی رحمتی عثمان
 الدیلمی (پس) اور ایک مرتبہ شیخ امام عالم عامل علامہ مفید الطالبین لقیۃ المحدثین شمس الدین
 ابی الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی پڑ قرات کی کہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دراز کرے اور
 ان کی ذات کی برکات سے مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں متمتع فرمائے۔ (آمین) اور

اس کو میں نے سنایا شیخ الاول شیخ نور الدین علی بن ناصر الدمیاطی کو اور شیخ شمس الدین محمد بن عینی الشوبری شیخ محمد بن احمد بن الطنیفا حنفی مظفری، شیخ جمال الدین بحیری المدنی اور ان کے دونوں بیٹے جمیل اور محمد، شیخ نور الدین بن عبد الخالق الثنائی، شیخ ابوبکر علی بن محمد الانباری، شیخ فیاض بن احمد بن علی بن محمد الانباری اور شیخ احمد بن صلاح الدین انشیلی اور شیخ محمد بن عمر بن محمد البلالی، شیخ فیاض بن احمد السملادی، شیخ ابراہیم بن ابراہیم بحیری، سقطی المالکی اور شیخ مذکور نے مجھے اس کے اجازت عطا فرمائی۔ اور تمام حاضرین مذکورین کو اجازت فرمائی کہ یہ تمام ان سے یہ پوری کتاب روایت کر سکتے ہیں اور ہر وہ چیز جس کی ان کو اجازت تھی اس کی بھی اجازت فرمائی اور یہ روایت ان سے لفظی طور پر کئی مرتبہ میرے سوال کرنے کے بعد عطا ہوئی اور پہلی قرأت جس کو سب حاضرین کی جماعت نے سنا وہ جامع ازہر میں جمعہ کبیدن نماز مغرب و عشاء کے درمیان رجب کے مبارک مہینہ میں آٹھ سو اکانوے سحری میں وقوع پذیر ہوئی اور دوسری قرأت جمعہ کے دن آٹھ ذی القعد اس سال کو واقع ہوئی اور اب ہم حافظ الدیمی کی تحریر کا ذکر کرتے ہیں :

الحمد لله رب العالمین اللهم صلی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم والتابعین لهم باحسان الی یوم الدین صحیح ذلک نفعمهم الله بالعلم ونفع بهم۔

الراقم عثمان بن محمد الدیمی الشافعی عفی اللہ تعالیٰ عنہما اور صاحب اجازت کاتب الاصل کے ہاتھ سے کتاب کے پہلے صفحہ کے اوپر یہ تحریر ہے :

الحمد لله رب العالمین۔ اصل کتاب پر یہ منقول پایا :

میں نے اس تمام جزر یعنی نقش نعلین کو مسندہ اصلہ با جرد و خیر اثر فرمایا
محمد بن محمد بن ابی بکر المقدسی سے ان کی سند کے ساتھ پڑھا۔ پس اس کو سنا میری

اولاد محمد محب الدین ابوالبرکات اور فاطمہ ام الحسن اور زینب ام کلثوم سلمیٰ، مریم،
 ام لاتی سلمیٰ (اور یہ حاضر تھیں پہلی قرأت میں) اور ان کی والدہ خدیجہ بنت ناصر الدین
 الزرقاوی اور اس کی ماں کی طرف سے دونوں بہنیں آمنہ اور عائشہ اور ان کے بیٹے
 محمد برکات بن احمد الزرقاوی۔ یہ مکمل طور پر حاضر تھے اور میرے والد کی زوجہ حنفیہ
 بنت احمد الخصاصی، ایک خاتون جوہرہ حبشیہ اور میرے بھائی کی زوجہ خدیجہ
 بنت محمد رفیق اور اس کی اولاد محمد اور احمد ابوالسعود اور ابوالفضل عمر حاضر باش
 تھے۔ اور فاطمہ بنت احمد صغیرہ اور اس کی لکھنے والی خاتون جوہرہ اور اس کا
 نام لقادہ محبوب ہے اور اس نے ان تمام کو یہ اجازت میرے سوال کے بعد دی۔
 اور یہ مثال معظم عطا فرمائی اور یہ تحریر ربیع الثانی آٹھ سو تہتر (۸۷۳ھ) کو قاہرہ میں
 مقام مقسم پر لکھی گئی۔ الراقم عبد القادر بن عمر بن حسین الزرقاوی وصلی اللہ علی سیدنا محمد
 وآلہ وصحبہ وسلم وحبنا اللہ نعم الوکیل اور اس عبارت کے نیچے یہ تحریر ہے : اور
 اس کی اصل منقول کے ظاہر پر یہ بھی لکھا تھا۔ الحمد للہ میں نے اس تمام جز کو دعویٰ
 نقش تعلیم کو جو ابوالیمین ابن عساکر کی ہے، دو بہت اعلیٰ و افضل شیوخ کی سند
 سے سنا ہے ان میں سے پہلی سند امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر حصین
 المنتوی الوفاوی۔ جبکہ دوسری ام الفضل عزیزہ بنت محمد بن محمد المقدسی ہمیں
 اللہ ان دونوں سے سماعت کا لطف عطا فرمائے۔ ان دونوں نے اس کو ابوالحسن
 احمد بن حسن بن محمد السویداوی اور ام الفضل نے جمال عبد اللہ بن عمر بن علی سے سنا
 اور ان دونوں نے کہا کہ ہم کو بدر فاروقی نے خبر دی انہیں ابوالیمین ابن عساکر نے
 خبر دی۔

انہوں نے اس کی قرأت کا مندرجہ ذیل علماء سے ذکر کیا : شیخ العالم جلال الدین
 عبد الرحمن بن علامہ کمال الدین، ابوبکر بن محمد السیوطی، شیخ مجد الدین اسماعیل بن ابراہیم

القلبی اور ان کے صاحبزادے ابوالنور محمد امین الدین، فاضل محی الدین عبدالقادر بن
 عمر بن حسین الزرقانی اور ان کے بیٹے محمد محب الدین، امام عبدالعزیز بن عمر بن محمد بن
 فہد الهاشمی المکی الشافعی اور ان کے لیے انہوں نے اس (مثال) کو لکھا اور ابوالعباس
 احمد تقی الدین ابن القاضی، محمد محب الدین بن احمد الحاق حنبلی قرشی اور یہ دوسری
 محفل قرأت سماعت مثال میں حاضر تھے۔ اور نافع الذبحی نے بھی تصدیق ثبت فرمائی
 بروز بدھ ۶ جمادی الاول ۸۷۵ھ قاہرہ میں صالحیہ نجمیہ دیوان حنفیہ میں اور ان
 دونوں نے ہمیں اس چیز کی اجازت دی جس کی اجازت ان کے مشائخ نے ان کو
 دی تھی۔ الراقم عبدالعزیز بن عمر بن محمد بن فہد ہاشمی مکی شافعی و صلی اللہ علی
 سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کشیدا

ابن عساکر کی اس تالیف منیف کی روایت شیخ عبدالعزیز بن فہد وغیرہ سے
 ان کے بیٹے شیخ محمد المعروف جارا اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ انہوں نے
 کہا کہ ہم کو جن چار مشائخ نے اس کی خبر دی ان میں سے تین حافظ الحدیث ہیں۔ ایک
 تو میرے والد شیخ المحدثین ابوفارس عزالدین عبدالعزیز بن عمر بن فہد الهاشمی المکی،
 دوسرے شیخ السنہ مؤرخ العمدہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبداللہ الرحمن السخاوی
 نزہل الحرمین شریفین اور تیسرے شیخ امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر
 السیوطی اور چوتھے شیخ علامہ معمر خاتمہ المحدثین والمحققین المسندین شیخ المقرئین
 شرف الدین ابوالفضائل عبدالحق بن محمد سنباطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ — پہلے دونوں
 سے زبانی سنا، تیسرے (علامہ سیوطی) سے لکھا اور چوتھے شیخ علامہ عبدالحق کو سنایا۔
 جمعہ کے دن بوقت نماز ۱۴ جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ مسجد حرام کے پاس رواق شامی
 کے مدرسہ قطیفیہ کے سامنے۔ ان چاروں مذکورہ بالا مشائخ نے فرمایا کہ ہم کو
 اس کی شیخہ مکرمہ اصیلہ ام الفضل ماجرہ نے خبر دی اور آگے سند ذکر کی جو کہ اوپر

مذکور ہو چکی اور دوسرے مقام پر بیان فرمایا کہ میرے ساتھ شیخ عبدالحق سنباطی سے دیگر کئی حضرات نے اس کی سماعت کی ان میں سے جو شیخ عبدالحق کے دونوں صاحبزادے کمال الدین محمد اور شہاب الدین احمد اور ان کے ساتھ معروف عالم محب الدین اور ان کے چچا شیخ شہاب الدین احمد اور ان میں سے شیخ کمال الدین برکات طرفوشی اور محی الدین ابوصالح عبدالقادر بن شیخ عبدالعزیز بن فہد اور بہت سارے دیگر حضرات کو جن کی تعداد بہت طویل ہے۔

الحمد للہ اس طریق سے میری اسناد متصل ہے اور شیخ عبدالعزیز بن فہد کے طریق سے مجھے خبر ملی کہ شیخ علامہ مؤلف قاضی الحاج احمد بن ابی العالیہ مکنا سی شہیر بابن القاضی نے شیخ عبدالرحمن بن اخی شیخ عبدالعزیز بن فہد کو اس کی اجازت دی اور بہت عالی سند ہے۔ اور میرے لیے یہ سند انہوں نے لکھ کر دی اور وہ ثقہ ہیں لیکن مجھے بعض اہل مکہ المسترفہ نے بتایا کہ شیخ عبدالرحمن بن فہد نے اس کی روایت اپنے چچا عبدالعزیز سے نہیں کی بلکہ ان کے بیٹے شیخ جبار اللہ سے کی ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ سند ایک درجہ نیچے آگئی۔ لیکن مجھے بعض ایسے اشخاص کو جو متہم نہیں ہیں اور اہل مکہ میں سے اکابر کے رتبہ پر ہیں اور جنہوں نے شیخ عبدالرحمن مذکور کو دیکھا ہے نے خبر دی کہ شیخ عبدالرحمن نے یہ روایت اپنے چچا سے ہی لی ہے۔ اور ان سے آگے بہت سارے لوگوں نے یہ روایت اخذ کی ہے اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو باقی سند تو بہر حال اپنے حال پر قائم ہے اور ایسے ہی مجھے ابن القاضی مذکور نے امام عظیمی سے خبر دی۔ انہوں نے شیخ عبدالحق سنباطی سے جیسا کہ اوپر گزرا کہ جس کی ان کو اجازت ہے بشرط صحت منبرہ اس کی روایت کرنے کی اجازت دی۔

کاغذ پر نقش نعل پر اعتراضات کا تجزیہ

س: جو کچھ شیوخ مثل ابن العربی وغیرہ سے تم نے پچھلے صفحات پر نقل کیا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے نعل کا نقش کاغذ یا ورق وغیرہ پر بنایا جیسا کہ تم بناتے ہو۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے نعل مبارک کے مطابق نعل بنائی ہو اور اس سے تمہارا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔

ج: جب نعل کے مطابق نعل بنائی جائے اور پھر اس کو ورق پر اسی ہیئت کے ساتھ منتقل کیا جائے تو یہی ہمارا مدعا ہے۔ ہمارے لیے وہ دلیل کافی ہے جو عنقریب امام عراقی کے کلام سے مثال ثانی کے ضمن میں آرہی ہے جیسا کہ ابن رشید وغیرہ نے کیا ہے اور اس کا بیان خاتمہ میں آئے گا۔

ورق یا چمڑے پر نقش نعل

اور پھر چمڑے کے ساتھ اور ورق پر نقش نعل بنانے میں کیا فرق ہے اور بہت سارے نعل ہم نے اوراق پر بنے ہوئے دیکھے ہیں۔ جو اسی طرح نعلین کی حکایت کرتے ہیں جس طرح چمڑے کی بنی ہوئی مثال حکایت کرتی ہے۔ اور انہیں میں سے وہ نقش ہے جس پر علماء امت نے اعتماد کیا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات پر اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ہم نے تو ایسی مثالیں بنی ہوئی دیکھی تھیں۔ اور اطلاع مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کا اعتراض مان لیا جائے تو پھر بھی ہمارے لیے ابن عساکر، ابن مرزوق، سخاوی، سیوطی اور الدیمی وغیرہم کا عمل حجت ہے کہ ان تمام نے ابن عساکر کے نقش کی روایت کی ہے۔ علاوہ انہیں جب ابن عساکر نے ابن العربی وغیرہ کی اسناد کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ الکا

کا نقش مسلسل بنتا چلا آ رہا ہے۔ اور یہ ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے۔
 ص: ہم نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ چمڑے اور ورق پر نقش بنانا ایک جیسا ہے لیکن
 ہم کہتے ہیں کہ مطلوب تو یہ ہے کہ ورق پر نعل کا نقش نعل کے مطابق اور برابر ہو جیسا
 کہ نعل نعل کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن تم ایسا نہیں کرتے بلکہ تم جب ورق پر خطوط
 اور لکیروں سے بناتے ہو اور یہ نعل مقدس سے جسامت میں بڑا ہوتا ہے کیونکہ جو
 جگہ خطوط سے خارج ہوتی ہے وہ زائد ہو جاتی ہے۔

ج: ہم کہتے ہیں اس میں ہمارے لیے ابن عساکر اور دیگر بہت سارے محدثین
 عظام متقدمین اور متاخرین کا عمل کافی ہے اور انہوں نے وہی کیا جو ہم کہہ رہے
 ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نقش کو لفظاً بنایا جائے یا خطاً اس میں کوئی فرق
 نہیں ہے۔

ص: تم ابن عساکر اور دیگر حضرات کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے صرف
 ایک عکس پر اکتفاء و اعتماد کیا جب کہ تم متعدد مثالیں بناتے ہو اور ساتھ
 ساتھ ان کی اتباع کا دعویٰ بھی کرتے ہو حالانکہ ان سے عدول غیر مجبوب ہے۔
 ج: ہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے حافظ الاسلام زین الملت والدین عراقی رحمۃ اللہ
 علیہ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی کتاب "الفیۃ السیرۃ" میں نقش بنایا اور
 اس پر اعتماد کیا حالانکہ اس مثال اور اس مثال کے درمیان کچھ فرق ہے تو ہم نے
 ان پر اعتماد کیا کیونکہ وہ فن حدیث کے مسلمہ امام ہیں حتیٰ کہ ان کو آٹھویں صدی سے
 ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے بیان کیا۔

ص: آپ صرف ان دو راہن عساکر اور حافظ عراقی کے نقوش پر ہی اکتفا کر لیتے
 آپ نے چھ بنا کر ان اکابر کی مخالفت کیوں کی؟

ج: ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ دو کے بعد جن چار کا ذکر ہے وہ ان دو کو قوت

دینے والی نہیں۔ اگرچہ بعض ائمہ سے منقول ہیں اور ہم نے انہیں احتیاطاً ذکر کیا ہے۔
اور ایسی بات نقصان دہ نہیں ہو کر تھی۔

س: اگر بات اسی طرح ہے تو پھر تم نے اس مثال کو کیوں ترک کر دیا جو کہ جامعہ عثمانیہ خاقانیہ مرادیہ لائبریری میں خاص خدام کے پاس ہے؟

ج: اس مثال کے بارے میں کوئی ایسی سند میرے نزدیک ثابت نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے بخلاف ان امثلہ کے کہ ان کی سند ہم جانتے ہیں۔ اگرچہ ان کی قوت میں اختلاف ہے۔ تو اگر اس پر کوئی صحیح سند ہوتی تو میں اسے بھی ذکر کر دیتا۔ اور اگر کسی کے پاس اس کی قابل اعتماد سند ہے تو وہ اسے پیش کرے۔

نقوش میں اختلافات کی وجوہات

اور اگر کوئی کہے کہ ان مثالوں کی نقل اور صورتیں اختلاف کیوں ہے تو اس کی میرے نزدیک کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد نعال تھیں جن کی مثالیں بنائی گئی ہیں: جیسا کہ پیچھے ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اس نعل مبارک کے مطابق نعل بنائی جو فاطمہ بنت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تھی۔ اور ابن العری کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ ان نعل والی نعل اس نعل سے ماخوذ ہے جو مخزومی کے پاس تھی۔ اور اصل میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی۔ پھر ان سے ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچی اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نعل مبارک اس نعل مبارک کے علاوہ ہو جو حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ کے پاس تھی اور ابن عساکر کا اپنی مثال سے پہلے دونوں کو اکٹھا ذکر کرنا دونوں کے عدم اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور اگر یہ متعدد ذہیں

تو اس میں غور و فکر ہونا چاہیے۔

۲۔ جس نعل مبارکہ سے تماشیل بنائی گئی ہیں وہ تو ایک ہی ہے جو کہ جامعہ اشرفیہ دمشق میں ہے لیکن پہلے اس پر کوئی چیز نہ تھی۔ بعد میں اس پر آبنوس وغیرہ لگا دیا گیا۔ جیسا کہ خاتمہ میں علامہ ابن رشید وغیرہ سے اس کا بیان ہو گا۔ آبنوس وغیرہ چڑھانے کے بعد والی تصویر پہلی کی طرح نہیں ہو سکتی۔ ہم عنقریب خاتمہ میں اس کا مشاہدہ کرنے والوں کے حوالے سے تفصیل ذکر کریں گے۔ لیکن یہ احتمال اس مثال کے بارے میں ہے جو ابن العربی کے مثال کے علاوہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ اس نعل مبارک سے بنی ہو۔ لیکن ابن العربی و ذوالوہ مثال جس پر علامہ ابن عساکر اور دیگر کئی محدثین نے اہتمام کیا۔ ہے اس میں یہ احتمال نہیں کیونکہ یہ مثال اشرفیہ میں موجود نہیں اور یہ نہایت واضح ہے۔

۳۔ مختلف تماشیل میں جو صورتاً اختلاف پایا جاتا ہے یہ اختلاف بہت کم اور معمولی ہے اور ایسا بناتے وقت ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ ذلك کلمہ۔

مقصود بالذات آپ کی ذات اقدس ہے

۴۔ کیا منافع اور اس کے خواص تمام نقوش کے ہیں یا صرف پہلی دو بیان کردہ شخصوں سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں؟

۵۔ ہم نے ان مذکورہ چھ تصاویر میں سے ہر ایک میں بہت ساری خیر و برکات کا مشاہدہ کیا اور ان کی برکات کی بہت سارے ثقہ ائمہ نے خبر دی ہے۔ اور یہ تمام منافع اور برکتیں فقط صاحب نعل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اور وسیلہ سے ہیں کیونکہ مقصود بالذات آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ علاوہ ازیں ہر اس شخص کے لیے فضیلت ہے جس نے بھی نقش نعلین کی حکایت کی ہے اور ہم نے اس سلسلہ میں صرف

وہی چیز لکھی ہے جو ہمارے نزدیک ثابت ہو چکی یا جس کا علم ہمیں معروف علماء سے پہنچا۔ اس سلسلہ میں ہم نے ائمہ اسلاف کی اقتدا کی ہے۔ اور ہم نے اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہماری نیات اور سب پوشیدہ و ظاہر کو جانتا ہے۔ اور ہمارا اس سے مقصد سوائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور اس سلسلہ میں ہم نے متفرق اشیاء کو اس طرح سے جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس طرح جمع نہیں کیا۔ تو اس توفیق انیق پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثناء ہے کیونکہ مجھ جیسے کم علم کا کام نہیں تھا۔ اسے اکٹھا کرنے پر اپنی بہت ساری محنت و کوشش صرف کی اور اس موضوع پر اتنا مواد جمع کیا ہے جو کافی ہے۔ اس فن میں ہم سے پہلے بھی علماء نے کام کیا ہے۔ مگر ان کی کتب نہ مل سکیں ورنہ ہم ان سے استفادہ کرتے ماسوائے السبستی اور علامہ ابن عساکر کی تصنیف کے لیکن وہ چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں اور امام بلقیسی کی کتاب جو سب سے چھوٹی اور مختصر ہے کہ اللہ اپنے پیارے محبوب کے صدقے ان علماء کرام کے قصہ جمیل سے نفع مند فرماتے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

دوسری مثال مبارک

یہ مثال (نقش نعل مبارک) حافظ الاسلام خادم السنۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب معارف و احوال کاملہ حضرت علامہ مجدد دین شیخ امام زین الدین عبد الرحیم عراقی اشرفی شافعی (بہت ساری مفید کتب کے مصنف) کی معتمد مثال ہے۔ اور ہماری سند بہت سارے طرق سے ان تک پہنچتی ہے جس کا بیان سابقہ صفحات میں ابن مرزوق رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ علامہ عراقی کی کتاب البیۃ البیۃ (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام حیات) کی کتاب

ہے۔ اور اس میں نعل شریف کی تعریف و توصیف میں جو بیان کیا گیا ہے اس میں اس کے طول و عرض کے ساتھ اس شرف کو بھی بیان کیا ہے جو اس نعل کو زمین و آسمان کے سردار اور روز جزا کے شفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوا۔

محمد المصطفیٰ الہادی الی سبیل
ذو المعجزات امام المخلوق والرسول
(محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اچھے اور سیدھے راستوں کے ہادی
ہیں۔ معجزات کے مالک خلق اور تمام رسولوں کے امام ہیں۔)
خیر البریہ من بدو و من حضرا
والکرم الناس من حاف و متنعل
(ساری مخلوق خدا چاہے وہ دیہاتی ہو یا شہری سے افضل۔ سب لوگوں
سے چاہے وہ ننگے پاؤں ہوں یا جوتے پہنے ہوئے (امیر و غریب)
سے زیادہ مکرم و معزز ہیں۔)

نعلین شریف کا طول و عرض

شیخ امام حافظ علقمی نے "الجامع الصغیر فی احادیث البشیر و النذیر" کے حاشیہ میں امام عراقی سے نقل کیا کہ :

ان طول نعلہ صلی اللہ علیہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
وآلہ وسلم شبر و اصبعان	نعلین مبارک کا طول ایک بالشت
و عرضہا ممایلی الکعبین	اور دو انگلیاں اور ایڑی کی جانب
سبع اصابع و بطن القدم	چوڑائی سات انگلیاں اندرونی

خمس وفوقها ست وأسها
محمد د عرض ما بین
القبالین اصبعان۔
حصہ پانچ انگلیاں اور اس سے
اوپر والا حصہ سات انگلیاں تھی۔
سرگول اور دونوں قسموں کے درمیان
فاصلہ دو انگلیاں تھا۔

اور یہ بالکل وہی چیز ہے جسے الفیہ میں علامہ عراقی نے بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض
حفاظ حدیث نے کہا کہ نعلین شریف کی اس طرح تحدید سوائے امام عراقی کے کسی نے نہیں
کی مگر ہمارے لیے تو امام عراقی کا قول حجت ہے کیونکہ وہ ثقہ لوگوں کے امام ہیں اور ان
کی تعریف میں حافظ مصر و شام جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اذ قالت حذام تصدقوها
فان القول ما قالت حذام
(جب حذام نے کہا تو ہم نے اس کی تصدیق کی کیونکہ بے شک بات وہی
ہے جو کہ حذام نے کی ہے۔)

اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب سبل الہدی والرشاد نے اسی طرح نعلین
پاک کی تحدید بغیر اعتراض کے ذکر کی ہے۔ بلکہ اس کو قائم رکھا ہے اور اس بحر کے کنار
کی اطلاع ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ حافظ عراقی نے نعلین مبارک کے طول و عرض کو
ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

لصا قبلان بسیر و ہما
سبتیان سبتوا شعر ہما
وطولہما شبر و اصبعان
وعرضہما مما یلی الکعبان
سبع اصابع و بطن القدم
خمس وفوق ذاقست فاعلم
ورأسہما محمد و عرضہما
بین القبالین صبعان مضطوعا
و درہا اکرم بہا من نعل
دھذہ تمشال تلک النعل!

اس کے دو زمام چمڑے کے تھے اور دونوں نعلین ایسے چمڑے کے تھے جو

بالوں سے خالی تھے ۔

اس کا طول ایک بالشت اور دو انگلیاں اور اس کا عرض دونوں ٹخنوں کی طرف سات انگلیاں اور اس کا پیٹ ، پانچ انگلیاں اور اوپر والا حصہ چھ انگلیاں تھا ۔

اور اس کا سر گول اور دونوں نعلوں کے درمیان فاصلہ دو انگلیاں تھا ۔
(اور یہ اس نعل کا نقش ہے کہ جس کی ساخت و گولائی ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نعل سے نہایت خوبصورت اور خوش نما ہے)

قولہ ، لھا قبالان بسیرو۔ یعنی چمڑے سے بنے ہوئے زمام اور یہ بھی حتمال ہے کہ یہاں باظرفیہ ہو۔ ہما سبتیتان۔ یعنی ایسے چمڑے سے بنا ہوا نعل جس کے بال اتار دیے گئے تھے۔ اصبعان میں مصنف نے ہمزہ کو ضرورت وزن کے تحت وصلیہ بنایا حالانکہ یہ ہمزہ قطعی ہے۔ ممایلی الکعبان۔ یہاں کعبان مرفوع اور فاعل ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے یعنی پاؤں کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے ملا ہوا ہو اور میں نے یہ بات اس لیے کی ہے کہ بعض حضرات نے اس کو یہاں منصوباً پڑھا اور اس کو مفعول بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ لغت کے اس طریقہ پر ہے کہ اس میں الف ثنیہ ہر حالت میں باقی رہتا ہے جیسا کہ اس شعر میں واقع ہے۔
اعرف منها الجید والعینانا ومنخرین اشبھا ظبیانا۔

(ان کی آنکھیں گلا اور ناک ہرنی کی مانند ہیں ۔)

قرآن کریم کے یہ الفاظ " ان هذان لساحران " اسی لغت پر ہیں۔
هذا تمثال تلک النعل تمثال کے مذکر ہونے کے باوجود اسے مؤنث

باعتبار تاویل صفت اور ہتھ کے لحاظ سے کہا ہے۔ یا یہاں مضاف حذف ہے یعنی ای و ہذا صفتہ تمثال۔ یہاں ایک مصرعہ میں النعل معرفہ استعمال ہوا ہے۔ جبکہ دوسرے میں نکرہ لہذا مطابقت نہیں اور یہ فن شاعری کے خلاف ہے لیکن یہ نظم ایک فقیہ کی ہے، شاعر کی نہیں ہے اور مقصد افادہ ہے۔ اور وہ ہر طرح حاصل ہو جاتا ہے اور علماء، صلحاء میں یہ عام طریقہ ہے یعنی وہ بات سامع تک پہنچانے کے لیے الفاظ کے حسن و قبح میں وقت ضائع نہیں کرتے جس طرح کہ ادباء کا کام ہے۔ جیسے ابن الورود وغیرہ (اللہ تعالیٰ ان تمام کو بہتر جزاء عطا فرمائے)

ہمارے شیخ مفتی فاکس علامہ شیخ محمد القصار قمی غرناطی نے الفیہ فی علوم الحدیث عراقی کے بہت سارے اشعار کی اصلاح کی ہے اگرچہ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن ان کا مقصد نیک ہے۔ اور اس کو تسلیم کر لینا ہی بہتر ہے۔

یہ دونوں مبارک مثالیں نہایت ہی معتمد ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات پر دلائل کے ساتھ گزرا۔ جو قانع کے لیے کافی ہے۔ باقی میں نے چار کو اس کے بعد تبرک اور احتیاط کی خاطر ذکر کر دیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "النفحات العنبریۃ فی نعال خیر البریۃ" (جو زیر نظر کتاب سے چھوٹی اور مختصر ہے) میں ساتویں مثال بھی ذکر کر دی تھی۔ پھر میں نے غور و فکر اور سوچ و بچار کے بعد اس مثال کو حذف کر دیا اور نعل معتبر پر ہی اختصار کیا کیونکہ وہ بعینہ عراقی والی مثال ہی تھی۔ اور ہم نے اس کو اس جگہ سے ساقط کر دیا تاکہ کوئی وہی شخص وہم میں نہ پڑے اور اس طرح ان وہی لوگوں کا جواب بھی ہو گیا جو اس مثال پر حذف سے قبل کرتے تھے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری غلطیاں اور جہالت کو معاف فرمائے۔ اس کا فضل بہت زیادہ ہے)۔

چار میں سے پہلی مثال

ہماری ترتیب کے مطابق یہ تیسری مثال ہے اور میں نے بعض متقدمین اکابر اور علماء مغرب کی تحریر سے نقل کیا ہے۔ اس مثال کے وسط میں لکھا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی مثال ہے اور اس پر فقیہ ابو عبد اللہ بن سلمہ کی سند سے الکلاعی کے یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

يا ناظر التمثال نعل نبیہ قبل مثال النعل لا متکبرا
واعکف علیہ فطال ما عکفت به قدم النبی مرلوحاً ومکبرا
دا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کا نقش دیکھنے والے !
آپ کی نعلین کے نقش کو بوسہ دے اور تکبر نہ کر اور یہ کام ہمیشگی کے
ساتھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک قدم (نعل) راحت والا
اور موسم بہار کی پہلی خوش گوار بارش کی مانند ہے)

دیگر اشعار اس نظم کے اگلے باب میں مذکور ہوں گے۔ انشاء اللہ المولیٰ۔

شیخ الکلاعی کا تعارف

امام الکلاعی جن کے یہ شعر ہیں وہ اندلس کے حافظ اور عظیم محدث ہیں۔ بہت بڑے مؤلف اور مشہور شہید۔ ان کا نام نامی ابو الریح سلیمان بن مسلم الکلاعی، صاحب کتاب "الاكتفای مغازی المصطفیٰ والثلاثہ الخلفاء" اور یہ اپنے موضوع پر بہترین اور معتمد ہے۔ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے اور علماء مغرب نے اس پر بہت اعتماد کیا ہے اور یہ امام نہایت ہی معروف علمی شخصیت ہیں۔ مثال شریف کی تعریف میں ان کی عمدہ نظم حرف لام کے تحت آئندہ باب میں مذکور ہوگی۔ اور یہ جو ادبیات رائیہ گزے

ہیں یہ شاید اس امام کے نہیں بلکہ یہ اشعار ابن سعد الخیر کے ہیں اور امام الکلاعی کا تذکرہ ان کے شاگرد ابن الابار مذکور نے اپنی کتاب الذیل تنکلمہ للتوصل والصلہ میں کیا ہے۔ اور صاحب نور النبراس نے بھی شیخ کلاعی کا مختصر تعارف لکھا ہے۔

چاروں تماثل میں دوسری مثال مبارک

اور ہماری ترتیب کے مطابق یہ مثال مبارک چوتھی ہے میں نے اس کو بعض اخبار مغرب سے اخذ کیا ہے اور میں نے اس کو لوگوں کے ہاتھوں میں متداول پایا ہے۔ اور یہ تلقی بالقبول کا درجہ اختیار کیے ہوئے ہے اور وہاں کے رہنے والوں کے نزدیک اس کے بے شمار فوائد اور مجرب الاجابہ ہے اور میں نے سوچا کہ میری یہ کتاب اس کے ذکر و صورت سے خالی نہ رہ جائے۔ اگرچہ میں اس کا اصل نہیں جانتا کہ یہ سب سے پہلے کس سے منقول ہوئی۔

تیسری مثال مبارک

اور یہ درحقیقت ہماری ترتیب کے مطابق پانچویں مثال ہے۔ اور اس کو میں نے مغرب کے حکمرانوں کی لائبریری سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بہت بڑی نفیس لائبریری ہے اور اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کی کفار کے مقابلہ میں مدد فرمائے اور ان کی دین و دنیا میں اعانت فرمائے اور اس مثال مبارک کی برکات کا ہم نے سمندری سفر میں مشاہدہ کیا جبکہ ہم غرق ہونے والے تھے کہ اللہ نے اس کے سبب ہمیں نجات دی اور اس کا ذکر ہم نظم میں آئندہ خاتمہ میں کریں گے۔ اور اصحاب نے مجھے خبر دی کہ یہ مثال مبارک بعض فاضل علماء سے مر دی ہے لیکن کسی عالم کا نام نہیں لیا۔

چوتھی مثال مبارک

ہمارے انتخاب کے مطابق یہ چھٹی مثال مبارک ہے اور میں نے اس کو بعض ثقہ حضرات سے نقل کیا ہے۔ اور اس کی روایت پیراہل صلاح اور صراطِ مستقیم کے مسافروں نے اعتماد کیا ہے اور اس کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو بعض صلحاء جو اہل مکہ المکرمہ کے (اللہ تعالیٰ اس کے شرف و عظمت و توقیر کو زیادہ فرمائے) مقتداء ہیں۔ سے نقل کیا ہے اور یہ مثال مبارک اپنی برکات کے سبب ان کے درمیان متداول ہے اور اس مثال اور جو پہلے ذکر کی گئیں ان میں اگرچہ معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے مگر ممکن ہے کہ یہ تمام ایک ہی ہوں لیکن ان میں کچھ تغیر ہو گیا ہو اور جس نے یہ تحریر پڑھی ہے اس سے یہ چیز مخفی نہیں ہے۔

اور ان تمام مثالوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو انکار اور ہٹ دھرمی نہیں کرتا کہ ان کا مقصد و مطلب واضح اور لازم ہو جائے اور انہوں نے خواص و منافع تجربے سے ثابت ہیں اور ہم نے اس میں یہ خیر و برکات خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیے ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے برابر نہیں ہو سکتی اور ہم نے ابھی پچھلے صفحات میں ساتویں مثال (فتش) کے تحت بیان کیا کہ اس کو ہم نے علامہ عراقی کی الفیہ سے اخذ کیا پھر ہم نے اس کو صرف اس لیے اپنی کتاب سے حذف کر دیا تاکہ کوئی اختلاف نہ رہے اور امام عراقی کا یہ فرمانا کہ یہ مثال اس نقل سے اخذ ہے یہ قول مختلف دو مثالوں کے لیے نہیں ہو سکتا جبکہ شیخ نے اس کو بیان بھی فرما دیا ہے۔ اور ہم نے مقدور ہر اس کتاب میں وہی مثالیں درج کی ہیں کہ جن میں اختلاف نہیں ہے اور اللہ ہمارے چھپے اکھلے اعمال اور غیبات پر مطلع ہے اور ہم پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھے اور ہمارے قول و فعل میں موافقت

فرماتے اور ہماری دونوں جہانوں کی امید کو برلاٹے۔ خاتم الانبیاء و رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو کہ سب سے زیادہ سیدھے راستے کے ہادی ہیں چمکتے ہوئے سورج عرب و عجم کے آقا اور جن کے لیے سب سے پہلے زمین شق ہو گئی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و زینۃ الطیبین و الطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً۔ اور یہ باقی چاروں مثالیں ترتیب کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع مند فرمائے۔



WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM

باب ثالث

قصائد

در مدحِ نعلین مبارکہ

WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM

دلچسپ بلند ترین قطعیات میں سے کچھ اشعار ہم یہاں نعلین کے نقش کی
فضیلت میں درج کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ ایک لڑی میں پروٹے ہوئے قیمتی
موتی و جواہر پارے ہیں۔ ان کو ہم حروف تہجی کے تحت متقدمین اور اپنے ہم عصر
اہل فاس و اہل مصر جن کو میں مل چکا ہوں ان کے کلام سے درج کریں گے اور
ہمیں اللہ تعالیٰ اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور مجھے۔
اولوالالباب کے گروہ میں شامل فرمائے اور ہمارے لیے تمام عمل صالح کے اسباب
آسان فرمائے۔ وہ قطعات و قصائد جو کہ اس مثال طاہرہ کی فضیلت میں مختلف صحابہ
سے مروی ہیں ان میں سے جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر ہیں۔ ان کو میں ذکر کرتا

ہوں۔
خصوصاً اس موضوع پر ہمارے ہاں مغرب میں متقدمین و متاخرین نے
کام کیا ہے۔ واقعہً انہوں نے ثواب کے ذخائر جمع کر لیے۔ عنقریب اس سے
تمہیں آگاہی ہو جائے گی۔

اہل مشرق نے اہل مغرب کی نسبت بہت کم اس موضوع پر کام کیا ہے لیکن
معاصرین کے علاوہ کیونکہ معاصرین میں مصر میں ایک ایک آدمی نے اس موضوع پر
بہت زیادہ کام کیا ہے۔

ان میں سے شیخ علامہ فہامہ صدر العلماء عظام، امام نظم و نثر سیدنا و
مولانا شیخ فتح اللہ بن سیدنا و مولانا الولی العارف، الذاہد الارع العابد الشیخ

محمود البیلونی ہیں۔

یہ نہایت ہی فصیح و بلیغ ادیب ہیں۔ ان کے اس موضوع پر سو سے زائد قصائد ہیں۔ میں نے اس کتاب میں موصوف اور اہل مغرب کے دوستوں سے زائد قصائد کو جمع کیا ہے۔ میرے معلومات میں پہلے آج تک ایسا مجموعہ تیار نہیں ہوا۔ و باللہ اعفصحت فانبت بفضل اللہ وسلمت۔ آئیے ان قصائد کو شروع کرتے ہیں۔

حرف الهمزة

شیخ محمد بن فرج البیہقی نے تمام حروف پر قصیدہ لکھا مگر ان کے نسخہ میں حرف واؤ راقط پایا۔

التجلیل لعل کان بلبسها الذی اذا عدت الارسال لیس له کفو
 یہ نقش اس نعل کا ہے جسے اس ذات رسالت ملک نے پہنا جس کا کوئی نہیں
 (ابو القاسم ان کی کنیت ہے، ان کی قدم کی برکت سے زمین آسمان بن گئی)۔
 (مجھے آپ کے آثار سے محبت ہے اور مجھے اپنی سے سکون نصیب ہوتا ہے)

فتیر احمد بن محمد المقرئ نے اسی بحر میں یوں کہتا ہے:
 للہ من تمثال نعل کریمہ بخیر الورنی فاقست سناوستا
 رتیرے لیے اللہ کے ہاں وسیلہ خیر الورنی کی نعل مقدس ہے جو ہر بلندی سے بلند ہے،
 ومن الذی یخصی فضائل احمد وقد جود القرآن فیہ ثناء
 (حضرت علیہ السلام کے فضائل کو کون شمار کر سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن نے انکی عمدہ توفیق کی ہے)
 شیخ فتح اللہ البیلونی نے لکھا:

فی مثل نعل صاحب الاسراء بالیمن شفاء لكل من داء
 فالتمہ مصلیا علیہ مائة وامسحہ علی المحل باستسقاء

د صاحب معراج کی نعل مقدس میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ اے سو
مرتبہ درود شریف پڑھ کر چوما کر اور شفاء کے لیے اسے تکلیف دانی
جگہ پر لگا۔

بعض اکابر کے یہ شعر ہیں:

یا ذاظر التمثال نعل نبیہ
واذکر بہ قدماعلت فی لیلۃ الا
قبل مثال نعلہ متذللہ
مرا بہ فوق السموات العلوی
واخضع لہ واسع جبینک ولتکن
تبرکاکما ابدابہ متوسلاً

اے نبی کے نقش نعلین کی زیارت کرنے والے عاجزی کے ساتھ انہیں بوسہ دے
اور اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ یہ نعلین حضور کے ساتھ آسمانوں کے اوپر بند ہوئے۔
ان پر پشانی رکھ دے۔ تبرک حاصل کرتے ہوئے انہیں اپنا وسیلہ بنا۔

اہم نوٹ

مذکورہ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج نعلین سمیت ہوا۔
اس کی تصریح شیخ السبکی وغیرہ نے بھی کسی جگہ کی ہے اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ
نے نعلین اتارنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ انہیں نہ اتارو۔ شیخ ابوالحسن علی بن احمد
الخرزجی نے بھی اس کی اتباع کی ہے۔ شیخ عبد الرحیم البرعلی اور متعدد مداحین نبوی نے
بھی ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود مجھے کتب حدیث میں اس
کی تائید نہیں ملی تو درست یہی ہے کہ یہ بات ذکر نہ کی جائے ہاں اگر ثابت ہو تو
پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ یہاں نقل ضروری ہے۔ بعض حفاظ حدیث نے اس کا
سخت انکار بھی کیا اور ایسی بات نقل کرنے والوں پر یہ طعن کیا۔ ایسے مقام پر
محدثین کی اتباع بھی متعین ہے کیونکہ وہ زیادہ آگاہ ہوئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ و
سبحانہ اعلم۔

راے وہ ذات اقدس جس کا در تمام قاصدین مشرق و مغرب کے لیے وسیع
پناہ گاہ ہے۔ -

(اللہ تعالیٰ آپ کی چوکھٹ کے صدقہ میں ہر پریشانی کا ازالہ کر دیتا ہے اور آپ
سے بھی زیادہ پریشانی سے آگاہ ہوتے ہیں)۔ -

فادرکہ فی الدارین بالغوث عاجلاً وفرج لہ کرباً وفرح لہ قلباً
(اے آقا دونوں جہانوں میں اس غلام کی مدد فرمانا اور اس کی تکالیف کا مداوا کر کے
ولی سکون عطا کرنا)۔ -

(آپ پر بزرگ و برتر اللہ کا سلام ہو۔ آپ کے آل و اصحاب پر بھی)۔ -

حرف تائید میں شیخ محمد بن فرج البستی کہتے ہیں :

(میں نے یہ قصیدہ اس وقت پڑھا جب میں نے اس ذات کے نقشِ نعلین کی
کی زیارت کی جو اوصاف و کمالات میں تمام مخلوق سے ممتاز ہے)۔ -

(جسے حضور کے تلوؤں سے رفعت نصیب ہوئی اور آپ کی ٹھوکر سے طاغوت
نیست و نابود ہوئے)۔ -

لقد ست الارض التي قد مشى بها عليها فصار الفوق يغبط للمحت
(آپ نعلین کے ساتھ جس خاک پر چلے وہ اتنی مبارک ہو گئی کہ تحت (زمین)
فوق (آسمان) کے لیے قابلِ رشک ہو گیا)۔ -

تمنیت لو انی ظفرت بقربها فمرغت فيه الخد للحنين والوقت
(اے آقا اگر میں تجھے وہ سرزمین نصیب ہو تو میں تاحیات اپنے رخسار اس پر لگا دوں)
(میری آنکھوں نے اس نقشِ نعلین کے مثل نہیں دیکھی جس کے فضائل مسلمہ ہیں)
(فضائلِ نعلین بیان کرنے والے اور اس کے اٹھانے والے سے تکالیف دور

ہو جاتی ہیں)۔ -

ربخلی کرنے والے کی طرح اسے اپنے پاس محفوظ کر لو اور عاجزی کے ساتھ اس کے دیے سے مانگو۔

اللہ کا صلوة و سلام اس پر جو ہمارے پاس کتاب اُضحیٰ اور روشن لے کر آئے۔ حضور علیہ السلام کے نقشِ نعلین انوار کا منبع ہے جو معانی حقیقت سے مرصع ہیں۔

رکتےِ عظیم اس کے مجاہد ہیں۔ یہ سراپا نافع اور نیکی کی طرف لانے والے ہیں۔ فاستشف بہ وسل تنل کل منی والتمہ فما مفضلہ غایات (لوگو اس کے ذریعے سے شفا حاصل کرو اور مانگو، ہر امید بر آئے گی۔ اس کی فضیلت کی انتہا نہیں)۔

شیخ فتح اللہ نے طریقہ سبستی پر کہا :
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعلین کی مقدار مبارک ہر آدمی کے لئے نقل سے ثابت ہے)۔

(میری آنکھوں زیارت سے وجد و سرور میں ہیں۔
اور ان کے لگنے سے غبارِ قیمتی اور بلند ہو گئی اور اسے ہر وہ نقل نصیب ہو گیا جو ممکن تھا۔

شیخ فتح اللہ البیلونی الحنفی نے یہ بھی کہا :
یہ نقشِ نعلین اللہ کی طرف سے ہم پر عطیہ ہے اور اس کا فضل مسلمہ ہے۔
(اس کی برکت سے مراد فی الفور پائی جاتی ہے۔ یہ کہنا نہیں پڑتا کام کب ہوگا؟)
وہ نقشِ نعلین جسے ان تلووں کا مس نصیب ہوا جو سات طبقات سے بلند ہیں،
(ان سے نور خیال کی دنیا انوار سے چمک دیک اٹھتی ہے)۔

دیکھا ہی مبارک نعلیٰ اور اس کا نقش ہے جس سے دل کی پریشانی دنیا میں فرمت پاتی ہے)۔

اس کے ساتھ اپنے رخسار لگا دے اور شاکر بن۔ بہت سی نعمتیں صاحب عرش سے حاصل ہوں گی)۔

یہ عقیدہ بنا کہ مقاصد کے سامنے میں یہی راز ہے۔ درآنحالیکہ تم نعمت کے حصول میں رغبت رکھتے ہو)۔

اس کے وسیلہ سے بادشاہ سے ملاقات اور دشمن سے مقابلہ کرو لیکن عزم صادق رکھو)۔

تم ضرور کامیابی پاؤ گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نصیب ہوگی)۔
اور یہ نور سید الانام کے خصائص میں سے ہے۔ اسی سے اوصاف کامل ہوتے ہیں)۔

اے یا رسول اللہ یا فالض الندی ویا خیر مبعوث الی خیرامۃ
اے اللہ کے رسول، اے جو دوستی کے پیکر، اے وہ ذات اقدس جسے سب سے بہتر امت کی طرف مبعوث کیا گیا)۔

بیا بک فتم اللہ یضرع سائلہ فلا تترکنہ بعد قصدک کالتی
آپ کے در اقدس پر فتح اللہ ایک عاجز سوالی ہے۔ اسے اب در سے خالی نہ لو مانا)۔

آپ کی ذات اقدس پر صلوٰۃ و سلام ہو اسی طرح آل، اصحاب اور عترت پر بھی)۔

حرف ثانی میں شیخ محمد بن فرج البستی کہتے ہیں۔
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک کی زیارت سے امیدیں بھلدار ہوئیں،
اس سے نیچے اور پر کی فضائیں مبارک ہو گئیں اور میں اس میں قسم اٹھانے

میں سچا ہوں)۔

(آسمانی ستارے اسے غبارِ تجھ پر رشک کرتے ہوئے تیری جگہ آنا چاہتے ہیں)۔

(تو کتنی خوشبودار ہے، تیری خوشبود مہک ہر کستوری سے بڑھ گئی ہے)۔
 (کتنی مبارک ہے وہ ذاتِ اقدس جس نے تجھے پہن کر یہ شرف بخشا کہ تیری تعریف میرے لیے خوفِ قیامت سے امن کا سبب بن گئی)۔
 میں نے یہ اشعار کہے:

دیہ نعل کا نقش تمام محاسن کو سموئے ہوئے اہل شوق کے لیے باعثِ راحت ہے)۔

(ذخیرِ خلق کی نعل ہم تک نہایت ہی عمدہ طریقہ سے منقول ہے جس سے ہمارے بڑے بڑے مصائب دور ہو جاتے ہیں)۔

(اس کی وہ تعریف جو نظم و نثر میں کی ہے اس سے آنکھیں ٹھنڈی ہیں)۔
 (میں نے تو اسے اپنے لیے ذخیرِ مبارک رکھا ہے اس حلف کے ساتھ کہ نہ محروم ہوگا اور نہ حانت)۔

(اللہ کی طرف سے آپ پر مبارک سلام ہو جس کی بناء پر گنہگار بخشش کا امیدوار ہے)۔

(حضور کی ذاتِ اقدس قیامت میں اہل ایمان کی پناہ گاہ ہے اور آپ کا نقشِ نعلین شفا کا ذریعہ ہے)۔

(اس کا خوب ادب کر تمام شوق و ذوق سے، اس کی قدر پہچان، اسے محفوظ کر، کوتاہی کرنے والا نہ ہو)۔

سیدی شیخ فتح اللہ البیلونی نے کہا:

(حضور کا نقشِ نعلین ہم تک پہنچنا نعمت ہے اور اس بلند و مبارک نعل کی برکات کے حصول کا ذریعہ ہے)۔

داسے حرز جاں بنا اور اس کے ذریعے مصائب میں مدد مانگا کر کوتاہی کرنے والا نہ بننا)۔

اس ذات کی نعل کا نقش جو نبی ہدی ہے اور جبریل امین ان پر وحی لے کر آتا رہا)۔

اس نعل کی نسبت اس مبارک دعا کی قدم سے ہے جو سراپا شرف و بزرگی ہے)۔

میری آنکھیں اس کی زیارت سے مالا مال ہوئیں۔ جب سے میں نے اسے دیکھا میرے غم دور ہو گئے)۔
(اے میرے بھائی اس پر دل سے یقین رکھ اور یہ تیری کوشش پر گزبے فائدہ نہیں)

(اے اسلاف کرام کے سردار میں آپ سے نسبت رکھتا ہوں)۔
(حاشا وکلا مجھے آپ سے کثرت سے عطیات نصیب ہوئے ہیں اور ہر حال میں میری مدد ہوئی ہے)۔

حرف جیم : شیخ محمد بن فرج السبئی رحمہ اللہ نے طریقہ معروفہ کے مطابق حرف کے ساتھ ابتدا کی ہے حالانکہ یہ طریقہ تکلف سے خالی نہیں)۔
اے نعلین مقدس حضور کے تلووں کی وجہ سے تم نے حضرت القدس تک شرف پایا۔

رباغ کی کلیاں ان سے کھلتی ہیں جب ان سے صبح کی ہوا خوشبو حاصل کرتی ہے)۔

(انہی کی برکت سے دل کے غم دور ہوتے ہیں اور دل خوب مقام پر مشغول ہے)۔

واللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اس دل کو بہتر جزا عطا فرمائے کیونکہ وہ ہادی
سے متعلق ہے نہ کہ مختلف راستوں سے۔
میں نے حضور کے نقشِ نعلین کی زیارت کی ہے۔ اس کے بعد میرے شوق
میں خوب اضافہ ہوا ہے۔

فَطَلَّتْ أَمْسَحُ وَجَنَّتْ بِشَعْبَةٍ سَمَّحًا وَاجْعَلْهُ بِرَأْسِي تَاجًا
میں نے اپنے رضا کو اس کے تسمے پر رکھا اور اسے میں نے اپنے سر کا تاج
بنایا۔

(اے سب سے بہتر رسول کی نعلین جس کے دین میں مخلوق فوج در فوج

داخل ہوئی)۔
تو نے اس نعلین سے عزت پائی جو کسی نے پہنی تیری وجہ سے تاریک

دادیوں میں نور پھیلایا)۔
رتجے سات آسمان سے بلند مقام ملا جب مناجات کے لیے سرور عالم

(صلی اللہ علیہ وسلم) معراج پر تشریف لے گئے)۔
یہ نقشِ نعلین ہر جگہ معروف ہے اور اس کا نور ظاہر و باہر ہے)۔
اپنے لیے ذخیرہ بنا کیونکہ اسی کی روشنی سے ہر صاحبِ فخر کامر

بلند ہے)۔

وَاجْعَلْهُ خَيْرَ وَسِيلَةٍ يَرْجِي لَهَا رَفْعَ الْمَكَارِ تَحِيثَ ضَاقِ الْخُرُوجِ
(امیدوں کے لیے اے سب سے بہتر وسیلہ سمجھ۔ جب تمام راستے مسدود

ہو جائیں تو یہ کھلنے کا سبب بنتے ہیں)۔
(یہ صاحبِ معراج کا نقشِ نعلین ہے۔ ہر مقصد کے حصول کا یہ کامل ذریعہ

ہے)۔

اس کے نور حسن سے سورج رہنمائی پاتا ہے اور رشد و ہدایت کی واضح راہیں متعین کرتے ہیں۔

سیدنا طہ علیہ السلام کے تعلیم سے بڑھ کر مصائب و پریشانی دور کرنے والا کون ہے؟

وہ کتنا خوش نصیب ہے جو انہیں عاجز دل سے وسیلہ بناتا ہے اور اپنی امیدیں بر لاتا ہے۔

اگر تو تنگی میں ہے اور چاہتا ہے کہ محض اللہ کے لطف خفی سے اس کا ازالہ ہو۔

تو نعل نبوی میں محبت تاثیر ہے اس کی وجہ سے طلوع صبح کی طرح مدد آتی ہے۔

پس امیدیں پوری کرنے کے لیے اسے عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے رخساروں سے لگالے۔

اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود و سلام پڑھ، تیری مشکل فی الفور حل ہوگی۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت نہایت ہی وسیلہ ہے اور آپ کے انوار کی صبح نے ہر تاریکی کو مٹا دیتا ہے۔

آپ کی ذات اقدس ہر معاملہ میں بلاشبہ تمام مخلوق کی شفیع ہے اس سے کوئی خیر خارج نہیں۔

دونوں جہانوں میں رفع و نفع آپ سے اس سے کوئی صاحب عقل شک نہیں کر سکتا۔

دنیا و آخرت چاہنے والا اگر ان کے دروازے کا امیدوار بن جائے تو کبھی خائب و خاموش نہ ہو۔

۱۔ (اے وہ ذات اقدس جیسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا اس چاندِ عرض گزار غلام کی طرح فرما جس کے اعمال اچھے نہیں)۔
 بندہ جو اپنے اعمال سے کبھی بھی نفع کی امید نہیں رکھتا، وہ آپ کی پناہ میں آنا چاہتا ہے)

(اس نقشِ نعلین کو مرہا کہتے ہوئے چومتا ہے جسے بلند مقام نے مس کیا ہے)۔

درا آئیکہ وہ یہ شرح صدر رکھتا ہے کہ اس کی برکت سے ہی میری آرزو پوری ہوگی)۔

(آپ ہی کی ذاتِ اقدس طلب میں کامیابی کی ضامن اور تنگی دور کرنے کا سبب ہے)۔

(اللہ کی قسم اگر میری ہزار امیدیں ہوں تب بھی میں آپ کے کرم سے مایوس نہیں ہوں)۔

(اے دل خوش ہو کہ اللہ کے رسول ہر وہ شے لائے جو اجسام و روح کی ضرورت ہے)۔

(پس تو ان پر ہر دم اول آئمہ درود و سلام عرض کرتا رہا کر)۔
 (صاحبِ عرش کی ان پر رحمتیں ہوں، ان کے اصحاب، آل اور متبعین پر درجہ کے مطابق)

حرف الحام۔ شیخ سبیتی کے یہ چھ اشعار ہیں:

(اے نعلینِ مقدس تو نے اس ذاتِ اقدس کے تلووں کو چوما ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الفونشوح نازل فرمائی)۔
 (معراج کے وقت تم فرارشِ قدس گئیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے مقام کو

خوب آشکار کرے)۔

(میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جس خاک کو تم نے مَس کیا وہ کستوری سے بھی بڑھ کر خوشبودار ہو گئی)۔

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے محبوب ہیں اِس لیے میں ان کی نعلین کی مدح کر رہا ہوں اور میرا مدح کرنا حق ہے)۔
اور میں نے بھی کہا :

(یہ نقشِ نعلین خوب ہیں اور اس مہستی کے ہیں جو حسن میں فائق ہیں)۔
(اور وہ تمام ان بزرگیوں کے جامع ہیں جن کے آگے گزر نہیں)۔
(ان کا اسمِ گرامی محمد ہے اور وہ اللہ کے منتخب رسول اور تمام بلند پو
اور شرف کو اپنے والے ہیں)۔

(تمام مخلوق کے شفیع اور مقام کے لحاظ سے بلند، تمام مخلوق سے سخاوت
و بخشش میں افضل اور اعظم ہیں)۔

(اے وہ شخص جو ذکرِ نبی پہ خوش ہوتا ہے، یہ نقشِ نعلین مبارک ہے)۔

فاجعله خیر وسیلہ وافتح به باب النوال فاتہ الفتاح
(انہیں سب سے اعلیٰ وسیلہ بنا اور ان کے ساتھ عطیات کا دروازہ کھول۔
پس کھولنے والے کے پاس آجا)۔

فالنفع منه تحقق لمريده والنجع معطي والشفامتاح
(اس کے چاہنے والے کے لیے نفع یقینی، کامیابی اور شفا واضح ہے)۔

(حضور کے نقشِ نعلین سے ہدایت پانے والے کے لیے انوارِ ہدایت ہیں)۔

(پس انہیں مصائب کے دور کرنے کے لیے وسیلہ بنا لو کیونکہ یہ اس معاملہ

میں چابی کی طرح ہیں)۔

شیخ فتح اللہ البیلونی نے لکھا :

(جس شخص نے بھی طہ علیہ السلام کے نقشِ نعلین کو برکت کا ذریعہ بنایا اسے خوش و خرم زندگی نصیب ہوگا)۔

(جس نے اسے چوسے وہیں راحت پائی وہ اپنے مقاصد پالے گا)۔

(خیر خلق علیہ السلام کے نقشِ نعلین کی برکت ہر مقصد میں کامیابی کا ذریعہ

ہیں)۔

(نعل مبارک کی نسبت سے بلند مقام کی برکت سے حصہ حاصل ہوتا ہے)۔

(اس ہستی سے اسے کیا مبارک نسبت ہے جس کا نور چمکنے والے سورج سے

بھی فائق ہے)۔

(اس کی خوشبو کے سامنے کستوری کی خوشبو بھی ایسچ ہے)۔

(اس نعلین مقدس کے نقش کے برابر کیا ہو سکتا جو براق پر بلند ہوئیں تو اس

نے سر جھکا دیا)۔

(اور وہ مبارک تلوؤں کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے ہر آسمان پر فائق

ہوئیں اور اتنی فائق ہوئیں کہ حضرت جبریل نیچے رہ گئے)۔

(ملاذ اعلیٰ نے اس سے شرف پایا اسے مخاطب تو بھی ان سے شرف حاصل

کر لے)۔

(یہ کہتے مبارک ہیں، ان میں خیر الانام چلے اور انہوں نے آپ کے تلوؤں

لوچو ما)۔

(ان کے نقش کی برکت سے ڈوبنے والا ساحل پر پہنچ جاتا ہے)۔



WWW.NAFSEISLAM.COM

Nafse Islam

باب رابع

فوائد و برکاتِ تعلیمِ شریفین

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM



WWW.NAFSEISLAM.COM

اے مخاطب اللہ تیری امید برلاٹے، تیرے قول و عمل کو پاک فرمائے۔ اس
نقش مبارکہ کے واضح طور پر بے شمار خواص و برکات ہیں جو محتاج بیان نہیں بشاہدہ
کرنے والی آنکھیں ان سے غنی ہیں لیکن ہم ان بے شمار برکات میں سے چند اکابر علماء
کے حوالے سے بعض برکات بیان کرتے ہیں

درد کافی الفور ختم ہو جانا

ان برکات میں سے یہ ہے جس کو امام ابو اسحاق ابن الحاج یعنی امام ابراہیم بن
محمد بن ابراہیم اندلسی سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی اور ان سے اس کو ابوالمین ابن عساکر
اور دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ہم کو قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابو جعفر
احمد بن عبد المجید (جو کہ شیخ کامل صالح عالم باعمل اور متقی ہیں) نے خبر دی کہ میں نے ایک
طالب علم کے لیے یہ نقش بنوایا۔ وہ ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ
رات اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی۔ میں نے پوچھا تو نے کون سی اس کی برکت
دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے اتفاقاً سخت درد ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی۔
تو میں نے یہ نقش نعلین پاک اس کے درد والی جگہ پر رکھ کر عرض کی:

اللحم ارفا صاحب هذا النعل فشفاها الله للحين

(یا الہی مجھ کو صاحب نعل شریف کی برکت دکھلا تو اللہ تعالیٰ نے اسی

وقت شفا عنایت فرمادی۔)

۲۔ خزانہ برکات و دافع البلیات

ابو اسحاق ابن الحاج نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات میں سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس تبرکاً رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان مردود کے شر سے، ظالم سلطان کے ظلم سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی حاملہ عورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو دردِ زہ کی شدت سے بفضلِ الہی نجات ہو۔
 میں (مصنف) کہتا ہوں کہ میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا، اس کو صحیح پایا گیا۔

۳۔ نظر بد اور جادو سے نجات

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو ٹوٹنے سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین طنوبی کے کلام میں پچھلے صفحات پر گزرا۔

۴۔ زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لیے بعض ائمہ نے بیان فرمایا کہ اس کو قبولِ تام حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں اس کا عزت و وقار بلند ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حامل کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی یا پھر وہ گنبدِ خضرا کی حاضری سے مستفید ہوگا۔

۵۔ حفظِ امان کی ضمانت

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس شکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ

ہوگی۔ جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لو۔ رہے گا جس گھر میں دگر۔
سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہوگا اور جس کشتی میں
وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی۔ اور جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت پر
توسل کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔

اور ابھی ابھی آپ نے نقش نعلین کے وسط میں امام ابن الفہد کی یہ تحریر دیکھی
کہ یہ بات مجرب ہے یہ نقش پاک جس گھر میں ہو وہ جلنے سے محفوظ رہے، جس مال
میں ہو وہ مال چوری نہیں ہو سکتا جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق نہ ہوگی، جس قافلہ میں
ہو وہ قافلہ لٹنے نہ پائے اور یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور شرف کے طفیل
-۷-

۶۔ ضمانت حیات (مفتی فاس شیخ محمد تقصار القیسی کا واقعہ)

ان برکات میں سے ایک واقعہ ہے۔ ہمارے شیخ امام محدث مفتی فاس سیدی
محمد تقصار القیسی فرناطی الاصل کا کہ وہ مغرب کے دیار میں علوم دینیہ سے مستفید ہو رہے
تھے اور اس وقت ان کی عمر بچپن سال تھی (یہ قصہ میں نے بذات خود ان سے تو نہیں
سنا لیکن بہت سارے ثقافت اہل علم نے مجھے اس کی خبر دی)۔ وہ (محمد تقصار)
اپنے بعض اعزہ کے ساتھ ایک بہت بڑی عمارت کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔
کہ جس کی دیواریں بہت بڑی اور کمرے بہت بلند تھے جیسا کہ شہر فاس کی عام طور پر عمارت
ہوتی ہیں۔ اس دیوار میں ان لوگوں کے اوپر نقش نعلین پاک اتنی بلندی پر لگا ہوا تھا کہ اگر
انسان کھڑا ہو تو وہ نقش اس کے سر کے برابر آئے۔ قدرت خداوندی سے اوپر والی دیوار
بجلی دیوار پر گری اور عمارت منہدم ہو گئی۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مذکورہ بالا تمام اشخاص جو کہ

نیچے دب گئے ہیں وہ ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ لوگ ایک دن سے زیادہ اس طلبہ کے اندر دبے رہے۔ پھر لوگوں نے اس طلبہ کو ہٹانا شروع کیا تاکہ ان لوگوں کو نکال کر دفن کریں تو جب وہ ان تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ تمام اس نقش کی برکت سے زندہ و سلامت تھے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ یہ شخص اللہ کا فضل و کرم تھا جو ان پر ہوا۔ اور ہوائیوں کہ جب اوپر والی دیوار گری تو وہ خیمہ کی مانند ہو گئی۔ اور اس کے اوپر والی دیواریں اس دیوار پر گرتی رہیں اور جو نقش والی دیوار تھی وہ اپنی جگہ قائم رہی۔ اور مٹی اور سنگ ریزے پہاڑ کی طرح ان دیواروں پر معلق ہو گئے۔ اور یہ لوگ ان کے نیچے بڑے آرام سے بیٹھے رہے تو تمام تقدس ہے اس ذات کے لیے جس نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان لوگوں کو اس مشکل سے نجات عطا فرمائی۔

۷۔ وقار و عزت کا حصول

اور اس کی برکات کا مشاہدہ کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کو حاصل کر لے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس کو تعویذ بنا کر اپنے غمے میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام ہم جنسوں سے ترقی کر جائے اور کوئی شخص علم میں اس کی برابری نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا۔ اور ہر وہ چیز حاصل کر لے گا جس کا وہ طلب گار ہوگا جتنی کہ عظیم مرتبہ وغیرہ کا بھی وہ اپنے ہم عصروں سے زیادہ احق ہوگا۔ بشرطیکہ یہ عمل حسن و صدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت عظیم پائے گا۔ اگرچہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اختیار متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اختیار سے محفوظ رکھے۔

۸۔ ہر دکھ درد کی دوا یہ ہے

صلحاء میں سے ایک ثقہ شخص شیخ عبد الخالق بن حب ابنی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس سال نصف رمضان کو مجھے ایک پھوڑا نکل آیا۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے بہت تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ میں نے بہت سارے اطباء اور جراح سے رابطہ کیا تو کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ اور نہ کوئی اس کا علاج تجویز کر سکا۔ مجھے شدت تکلیف نے بے چین کیا ہوا تھا۔ پھر مجھے اس نقش نعل کے فضائل و برکات یاد آئے تو میں نے اس نقش کو جائے تکلیف پر رکھا اور دعا کی اے الہی میں تجھے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتے ہوئے سوال کرتا ہوں جو کہ اس نعل میں چلتے رہے ہیں جس کا یہ نقش ہے تو مجھے اس بیماری سے شفا عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین رحم فرما۔ تو اللہ کی قسم مجھے تکلیف سے بے گون میسر آگیا۔ اور میں بالکل تندرست ہو گیا گویا کہ میں بیمار تھا ہی نہیں۔

۹۔ پلکوں سے ان کو بہارا کروں میں

اس کے بعد انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی ایک بچی تھی۔ اس کی آنکھیں ایسی خراب ہوئیں کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے تو اس نے مجھ سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل پاک کے نقش کے بہت سارے منافع سنے گئے ہیں، تو اس کو حاصل کرو۔ اس نے نقش کو اپنے آنکھوں پر رکھا تو اس کی آنکھوں کی بیماری ختم ہو گئی۔

۱۰۔ برکت جس کی سفینے پار ہوتے ہیں

اس نقش پاک کی برکات میں سے ایک برکت وہ ہے کہ جس کا میں نے اپنی

۱۰۔ کیا سہما — ہوا یوں کہ میں ذیقعد شریف ۱۰۲۷ ہجری کو غرب
جنوبی تیزی جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ دریا خوب
طغیانی پر تھا۔ سیلاب کے ایک تیز ریلے کے ساتھ جہاز کے کئی تختے ٹوٹ گئے اور
ہم سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے اور تمام اہل تجربہ اور قابل لوگ اپنی نجات سے
مایوس ہو گئے اور موت کے لیے تیار ہو گئے۔ تو میں نے جہاز کے کپتان کے پاس نقش
نعلین بھیجا کہ اس کی برکت سے امید رکھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کرم فرمایا۔
اور ہمیں صحیح سلامت پار لگا دیا اور اسے سمندری سفر کے عارفین نے بڑی کرامت کی
نشان شمار کیا۔

۱۱۔ اور اسی سفر میں ایک مرتبہ تیز ہوائ نے ہمارا چلنا دشوار کر دیا اور اس وقت کافر
دشمنوں کے ساحل کے قریب تھے اور وہاں ہمیں کافی دیر رکنا پڑا۔ وہ اپنی عادت کے
برخلاف ہم پر حملہ آور نہ ہوئے کیونکہ اللہ نے ہمیں ان کی آنکھوں سے اوجھل فرما دیا تھا۔
اور انہوں نے قریب ہونے کے باوجود ہمیں نہ دیکھا۔

اور جب ہم تیونس پہنچے تو وہاں سے ہم نے تفرسوس کی طرف بہت بڑے قافلے
کے ساتھ سفر شروع کیا۔ اسی اثنا میں بہت بڑا طوفان آیا کہ اس جیسا طوفان ہم نے پہلے
نہیں دیکھا تھا۔ تو ہم مایوس ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طوفان سے نقش نعلین
پاک کے صدقے سے نجات عطا فرمائی۔

اور بہت سارے ثقافت علماء نے بیان فرمایا۔ ہے کہ جب وہ سمندر میں سفر
کر رہے تھے تو سمندری طوفان نے ان کو گھیر لیا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
اقدس میں نقش نعلین پاک کے ساتھ توسل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس نقش کے صدقے
العام فرمایا اور ان کو نجات دی۔

۱۲۔ میں مصر سے بندر سویس جانے لگا تو میں چھوٹی ہندی کشتی پر سوار ہوا۔ دوران

سفر سمندر میں وہ احوال پیش آئے جن کی مثل نہ دیکھی نہ سنی گئی اور اسی سبب بہت ساری کشتیاں غرق ہو گئیں جن میں تقریباً سات کشتیاں حکومت کی بھی تھیں۔ ہم بھی کئی مرتبہ ہلاکت کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نقش پاک کے صدقے ہم کو سلامت رکھا۔

۱۳۔ آگ سے نجات

اور ایک دن ہم نے ایک زبردست آگ دیکھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ آگ دریا سے نکل رہی ہے۔ اور وہ آگ ہماری طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ہمارے اور آگ کے درمیان تقریباً بیس ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔ تمام جہاز والے پریشان ہو گئے۔ لوگ جہاز کے کپتان کی طرف دوڑے۔ اس وقت تمام لوگ نجات سے مایوس ہو چکے تھے اور سب کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ ہلاک ہو جائیں گے۔ آگ قریب آتے آتے دو ہاتھ کی دوری پر پہنچ چکی تھی۔ قریب تھا کہ جہاز کو آگ لگ جائے۔ اور وہ جل کر راکھ ہو جائے۔ ہوا ہمارے مخالف تھی۔ ہم سب پریشان تھے کہ اب کیا کریں کہ معاً اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں الھام فرمایا کہ میں نقش تعلین پاک کے کیوں نہ توسل کروں۔ فوراً میری زبان پر یہ اشعار آ گئے۔

سألت ربی بطہ صاحب النعلین وذن سما قدرہ فی الاصفیاء العلیین
 میں نے اپنے رب سے طہ تعلین والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے سوال کیا۔ کہ ان کی قدر و منزلت تمام بلند نیکوں میں بلند ہے۔

فی ان یمین علینا بالنسیم اللیق یسرہ لنا النحو الطیب الاصلین
 اے اللہ ہم پر باد نسیم چلا کہ وہ ہمارے لیے بہترین و خالص خوشبودوں کا پیغام لائے۔

ابھی میں یہ الفاظ کہہ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ دیکھا کہ نرم و خوشگوار ہوا ہمارے موافق ہو چکی ہے۔ ہم ایک بلند جگہ پر اس نقش کے تصدق اتر گئے۔

۱۴۔ اور اسی راستے میں ایک مقام پر خارجیوں کا قبضہ تھا جو لوگوں کو لوٹتے تھے ان کے پاس بہت سارا اسلحہ اور کثیر لوگ تھے۔ اللہ نے ہمیں ان کی آنکھوں سے چھپائے رکھا اور ہم مدینہ منورہ میں صحیح سالم پہنچ گئے۔ (و اللہ الحمد)

۱۵۔ اور اسی طرح ایک دن ہم دریا میں سفر کرتے تھے کہ سامنے ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا کہ اگر ہماری کشتی اس کے ساتھ ٹکرا جاتی تو پاش پاش ہو جاتی۔ کشتی ہماری اس پہاڑی غار میں گھس گئی کہ اس پتھر نے ہمیں آگے پیچھے دائیں بائیں سے گھیر لیا۔ اس پتھر اور ہماری کشتی کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت دریا کی موجیں پورے جوبن پر تھیں۔ ہم نے گمان کیا کہ اب تو ہماری کشتی ضرور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غرق ہو جائے گی۔ پس ہم نے نقشِ نعلین کے ساتھ توسل کیا تو اللہ نے ہمیں اس مشکل سے رہائی عطا فرمائی۔ اور اس جیسی کتنی ہی مثالیں ہیں۔

۱۶۔ شفا ئے بیمار اں

مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریب ہلاکت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اہام فرمایا کہ میں نقشِ نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور مجھے شفا بخش دی۔

۱۷۔ ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کی ضمانت

مجھے بعض ایسے بھائیوں نے خبر دی کہ جن کی صداقت پر شک نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے ایسے ممالک کا سفر کیا جن کے راستوں پر چوروں کا ہر وقت خوف رہتا

ہے۔ اور ان کے پاس نقشِ نعلین پاک تھا۔ کئی مرتبہ ان کا سامنا چوروں کے ساتھ ہوا لیکن اس نقش کی برکت سے اللہ نے ان کو چوروں کے شر سے محفوظ رکھا۔

۱۸۔ برکتِ نقش اور کچھوی موت

اور اس کی برکات میں سے ایک برکت و کرامت وہ ہے جس کا میں نے اپنے آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ میں نے یہ کتاب لکھ کر قاہرہ کی لائبریری میں بعض کتب کے ساتھ رکھا۔ میں نے جب اس لائبریری کی وہ الماری کھولی کہ جہیں نعلین مبارکہ کا نقش تھا تو میں نے دیکھا کہ ان کتب کے اوپر ایک پھومرا ہوا خشک ہو چکا تھا گویا کہ اس کو مرے ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی اور میرے نزدیک یہ صرف نقشِ نعلین پاک کی برکت کا ہی نتیجہ ہے۔

المختصر اس نقشِ مبارک کے منافع بہت مشہور ہیں اور اس کے خصائص و خواص چمکتے ہوئے سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ اس سلسلہ میں بے شمار ثقاتِ علماء کرام سے حکایات مروی ہیں اور اس کے ساتھ توسل کرنا اور شفا مانگنا۔ یہ بہت سارے ایسے ائمہ سے مروی ہے کہ جن کی لوگ افتدائے کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں قصائد و قطعات کا ایک وافر حصہ گزر چکا ہے پس ان کو دیکھنا چاہیے اور اس نقشِ مبارک کو خوب بوسے دینا چاہئیں۔

اور میں نے بے شمار مرتبہ اپنے آقا اور امام چچا جان کو دیکھا کہ وہ نعلین پر اپنا چہرہ اور داڑھی رگڑتے تھے اور ایسے ہی اپنے وقت کے کئی شیوخ اور ائمہ کو دیکھا کہ وہ نقشِ نعلین سے تبرک حاصل کرتے اور اس سے شفا طلب کرتے تھے۔ اور وہ کون ہے جو کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ مقدس سے تبرک حاصل کرنے کا منکر ہو اور ان نادرا شفاء سے فائدہ حاصل نہ کرے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہر محبوب کا پنکھا

اور علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ مصر و شام، حجاز و یمن اور بہت سارے ممالک کے فاتح اور مشرکین کے ہاتھوں سے کئی شہر آزاد کروانے والے سلاطین اسلام میں بہت زیادہ عزت و احترام والے سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب کو مدینہ منورہ کے حکام میں سے کسی نے ایک پنکھا بطور ہدیہ بھیجا جس کی ایک سائڈ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ آپ کے لیے ایسا تحفہ ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا تحفہ نہ تو کسی نے آپ کو بھیجا نہ ہی آپ کے والد کو اور نہ ہی کسی حکمران کو بھیجا ہوگا تو سلطان صلاح الدین غصے میں آگیا پھر جب دوسری سائڈ کو الٹ کر ملاحظہ کیا تو اس میں یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے اور قاصد نے کہا کہ اے سلطان جب تک دوسری سائڈ کو نہ پڑھ لو غضب ناک نہ ہو۔

انا من نخلۃ تجاور قببرا ساد من فیہ ساثر الخلق طرا
امیں نخلستان مدینہ کا پنکھا ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا ہمسایہ ہوں
کہ ساری مخلوق اس کی زیارت کے لیے آتی ہے۔

شبلتینی سعادت القبر حتی صرت فی راحة ابن یوب اقرا
امیں نے اسی قبر منور کے زیر سایہ پرورش پائی حتیٰ کہ اسی برکت کی وجہ سے
میں سلطان صلاح الدین کے لیے راحت پر مقرر ہوا۔

سلطان نے یہ پڑھ کر کہا کہ اللہ کی قسم تو نے سچ کہا۔ سلطان بہت زیادہ خوش
ہوا اور اس پنکھے کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور اس کو بہترین باعث برکت پایا۔

نام محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھوں کی ٹھنڈک

اور ایسے علماء کی ایک جماعت کہ جن کی اقتدا کی جاتی ہے نے ایسی تحریر کو چومنے

اور بوسے دینے، اور اس کی عزت کرنے اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہوئے اپنی آنکھوں اور سر پر رکھنے کی صراحت فرمائی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہے۔ شیخ امام ابو عبد اللہ محمد التوزری نے خمس قصیدہ الشتراطیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدح میں لکھے ہوئے قصیدہ کی کئی جلدوں میں ایسی شرح لکھی کہ اس سے پہلے ایسی شرح کسی آدمی نے بھی نہیں لکھی۔ یہ امام ۶۷۲ ہجری رجب شریف کی روشن رات کو پیدا ہوئے انہوں نے اس شرح میں لکھا کہ ایک انڈہ پر سیاہ خط کے ساتھ واضح طور پر لفظ "محمد" اس طرح لکھا ہوا تھا کہ اس کو ہر شخص بخوبی پڑھ سکتا تھا۔ میں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "العرة اللامحة والمسكت الفاضحة فی المخطوط الصمدیة والمفاخرة المحمدیة" ہے اور اس میں میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے جو یوں ہے:

(میری علامت و نشانی یعنی اسم محمد کا حسن اس طرح چاشت کے وقت چمک رہا ہے جس طرح کہ جدی سیارہ آسمانوں کی بلندیوں میں چمک رہا ہے۔)
(میں نے اس کی قدر و منزلت میں نظم لکھی اور میں نے اس کو پیارے سید المرسلین کے نام سے شروع کیا۔)

(پس آپ کے انوار چمک رہے ہیں اور ان انوار کی شعاعیں سورج کی مانند روشن ہیں کہ انہوں نے منزل کو شرف بخشا)

(جو بھی توحید پرست آپ کے نام کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو بہترین طریقہ سے بوسے دیتا ہے۔)

(جو بھی اس نام پاک کو اپنا وظیفہ بناتا ہے تو گویا کہ اس کے منہ سے میٹھے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔)

(رجب کے مبارک مہینے میں یہ نام مبارک (انڈے پر) لوگوں کے تکبر و تہلیل کے دوران ہر طرف نور بن کر چھا گیا۔)

یہ ماہ رجب عجیب چیز لایا ہے کہ اس نام پاک کی برکات ہر امیدوار دل میں اور زیادہ موکد ہو گئیں ہیں۔



۱) اے صبح کی طرح روشن و چمک دار کہ تیرا حسن مکمل ہو گیا کہ رات کی سیاہی کا خط صرف رات میں ہی ہوتا ہے۔

(یہ دلوں کے لیے زیادہ پسندیدہ اور زیادہ میٹھا ہے ہر چیز سے اور زمانہ میں اس کے سبب ٹھنڈے میٹھے چشے رواں دواں ہیں۔)

(یہ ہدایت کی تختی پر نعمتوں کی ایک نشانی ہے ہر اس کے لیے جو کہ اس میں غور و فکر کرے یا انعام کی امید رکھے۔)

(یہ بلندی و بزرگی کے سر کا تاج ہے۔ اور عورتوں کے زیور سے بڑھ کر حسین ہے)

(یہ بزرگی کے سر پر احسان کا تاج ہے اور یہ کسی بھی مرتبہ تاج سے حسین و خوبصورت ہے۔)

(یہ صبح کے وقت موتیوں کی طرح چمکتا ہے اور یہ خوبصورتی کے لباس کی اکمل شکل ہے۔)

شیخ خطیب ابن مرزوق تلمسانی نے فرمایا کہ میں نے امام التوزری کی یہ تالیف دیکھی ہے اور اس سے یہ ابیات نقل کیے ہیں اور یہ بہترین کتاب ہے اور یہ ابیات ان سے امام ابو عبد اللہ شاطبی نزہل تیونس نے نقل کیے ہیں اور ابن حبان سے یہ ابیات ابو عبد اللہ بن رشید الفہری صاحب سفرنامہ علی العیوبہ نے روایت کیے ہیں۔

امام توزری

اور امام التوزری بہت بڑے قاضی اور بہت عظیم عالم و فاضل تھے۔ ان کی کئی مفید کتب ہیں اور یہ بہت بڑے زاہد اور فاضل شخص تھے۔ قاضی عیاض نے شفا شریف میں حکایت بیان کی کہ ابن سرزوق نے قصیدہ بردہ کی شرح میں کئی حکایات جمع فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک قلم قدرت سے پتھروں پر لکھا ہوا پایا گیا۔

ہم تو کیا پتھر بھی قائل ہیں عظمت رسول کے

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ میں نے فاس شہر میں ۱۰۲۶ھ کو ایک سیاہ رنگ کا ہاتھ کی پتھریلی جتنا پتھر دیکھا کہ اس کی ایک طرف قدرتی طور پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور کتابت کا رنگ بھی سیاہ تھا۔ کئی لوگوں نے بطور امتحان اس میں سے چند حروف کو مٹانا چاہا تو وہ اور بھی نمایاں نظر آنے لگے کیونکہ وہ قلم قدرت سے لکھے ہوئے تھے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا

اس پتھر کی مالکہ ایک فاسی عورت تھی۔ میں نے اس کو اس پتھر کے وزن سے دو گنا زیادہ سونا دینے کی پیش کش کی تاکہ وہ پتھر مجھے بیچ دے۔ میں نے اس سلسلہ میں تمام کوششیں کر کے دیکھ لیں لیکن اس عورت نے یہ پتھر بیچنے سے انکار کر دیا۔ وہ پتھر کئی دن میرے پاس رہا پھر میں نے اس کو واپس کر دیا اور یہ پتھر فاس شہر میں مشہور ہے

اور حاملہ عورتیں دروزہ سے بچنے کے لیے اس کو حاصل کرتی ہیں۔ اس عورت نے بتایا کہ میں نے یہ پتھر اسی دور قریب میں ہی ساحل سمندر پر پایا تھا۔

بابرکت اشیاء کو بوسہ دینا

بہت سے معتمد علمائے کرام کے حال سے ہمیں معلوم ہے کہ وہ آثار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کیا کرتے تھے اور یہ بہت مشہور و معروف چیز ہے۔ اور ان مبارک آثار کو چومنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے میں اس کی طرف کچھ اشارہ کرتا ہوں۔ بہت سارے علماء اور بالخصوص مالکی حضرات کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کے چومنے کا شریعت میں حکم ہے، اس کے علاوہ کو چومنا مکروہ ہے۔ مثلاً حجر اسود کو چومنے کے بارے میں شریعت میں نص وارد ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے تقبیل حجر اسود پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ نہ تو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان اور اگر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو کبھی بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ تو اس میں یہ نص ہے کہ جن اشیاء کے بارے میں شرع میں چومنے کی صراحت نہیں ان کو چومنا مکروہ ہے۔

امام زین الدین عراقی نے امام شافعی کے اس قول: بیت اللہ کے کسی بھی حصہ کو چومنا حسن ہے، کے بارے میں فرمایا کہ یہاں حسن سے مراد مشروعیت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ اور مبارک حسن چیزوں سے ہے جیسا کہ اصفیوں نے بیان کیا ہے۔ اور بعض علماء نے امام عراقی کے اس کلام کے بارے میں کہا کہ اس میں نظر ہے۔ اور امام عراقی نے یہ بھی فرمایا کہ بطور تبرک اماکن مقدسہ، اولیاء کے ہاتھ اور پاؤں چومنا ارادہ اور نیت کے اعتبار سے پسندیدہ اور اچھا فعل ہے!

حضرت ابوہریرہ اور آثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن سے سوال کیا کہ ان کو وہ جگہ دکھائیں جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے ناف کے بارے میں بتایا تو اس جگہ کو حضرت ابوہریرہ نے آثار و ذریت مصطفوی سے برکت حاصل کرنے کے لیے بوسہ دیا۔

مشہور تابعی حضرت ثابت بنانی کا عمل

حضرت امام ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک ان کو چوم نہ لیتے اور کہتے کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو چھوا ہے۔

بوسہ منبر و مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید بن العلاء نے خبر دی کہ میں نے ابن ناصر الدین محدث وغیرہ کے قلم سے امام احمد بن حنبل کے ایک قدیم جز کو دیکھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر منورہ اور منبر شریف کے بوسہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حافظ ابوسعید نے کہا کہ ہم نے ابن تیمیہ کو یہ حوالہ دکھایا تو اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ کلام عجیب ہے۔ حافظ ابوسعید نے کہا کہ ہمیں تو اس سے بھی عجیب کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے حضرت امام شافعی کی قمیص کو دھو کر اس کا پانی بطور تبرک پیا۔

یہ تو اہل علم کی تعظیم کا حال ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوة والسلام کے آثار کا کیا کہنا

اور مجنوں نے لیلیٰ کے لیے کیا خوب کہا ہے !

امر علی الدیار دیار لیلیٰ اقبل ذالجدار و ذالجدار
(میں دیار لیلیٰ سے گزرا، میں اس کی دیواروں کو یکے بعد دیگرے چومتا ہوں)
وما حب الیاء شغف قلبی ولكن حب من سكن الدیار
(اور میرا دل ان گھروں کی محبت میں مشغول نہیں ہے لیکن میں گھروں میں
رہنے والوں کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہوں۔)

امام محب الدین الطبری و آثار مقدسہ

امام محب طبری نے فرمایا کہ حجرِ اسود کو چومنے اور رکنِ یمانی کو ہاتھ لگانے سے مستنبط ہوتا ہے کہ کسی چیز کو اللہ کی تعظیم کی خاطر چومنا (بوسہ دینا) جائز ہے اگرچہ اس کے مندوب ہونے میں کوئی خاص خبر وارد نہ بھی ہوئی ہو کیونکہ اس کی کراہت پر کوئی بھی حدیث وارد نہیں ہے۔

قرآن مجید و حدیث شریف اور قبور صالحین کا بوسہ لینا

اور میں نے اپنے جد اکبر محمد بن ابی بکر کی بعض تالیفات میں امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی الضیف سے نقل کردہ دیکھا ہے کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ مصحف مبارک کو دیکھتے تو بوسہ دیتے حدیث کی کوئی کتاب دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے اور جب قبور صالحین کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے تھے اور اس میں کچھ بعد بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے۔

لیکن مالکیہ کے نزدیک اس میں کراہت ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

امام ابن الحاج نے مدخل میں لکھا :
 بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا طواف کرتے ہیں تو اس سے بچنا
 چاہئے اور اسی طرح عمارت کو مس کرنا اور ان میں اپنے رومال اور کپڑے ڈالنا یہ
 سب کچھ بدعت ہے اور تبرک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے اور زمانہ جہالت
 میں پتھروں کی عبادت اسی طرح سے شروع ہوئی اس لیے ہمارے علماء کعبہ اور مسجد
 کی دیوار اور قرآن کو اس طرح چھونے سے منع فرماتے ہیں اور قرآن کی تعظیم اس کی قرأت
 اور اس پر عمل کرنا ہے نہ کہ اس کے چومنے اور اس کے لیے قیام کرنا ہے جیسا کہ آج کل
 بعض لوگ کرتے ہیں اور مسجد کی تعظیم اس میں نماز پڑھنے میں ہے نہ کہ صرف اس کی
 دیواروں کو چھویا جائے اور اسی طرح وہ ورق کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کسی نبی علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کا نام ہو اور وہ ورق کسی گندی جگہ پر پڑا ہو تو اس کی تعظیم یہ ہے کہ
 اس کو اس جگہ سے اٹھایا جائے نہ کہ صرف اس کو چوما جائے اور اس کے لیے قیام کیا
 جائے۔ اور اسی طرح اللہ کے ولی کی تعظیم اس کی اتباع میں ہے نہ کہ صرف اس کے
 ہاتھ چومنے میں ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ابن الحاج نے تو اس کو مکروہ کہا ہے جبکہ اس سے پہلے کئی
 علمائے مالکیہ سے نعل مبارک کے بوسہ کے بارے میں گذرا کہ وہ جائز بلکہ بہت پسندیدہ
 فعل ہے اور اس سے پہلے باب میں کئی قصائد اور قطعات اس کے بوسے کے
 استحباب میں گزرے ہیں تو کیا حق ان علماء کے ساتھ ہے یا کہ ابن الحاج کے ساتھ جبکہ
 ابن الحاج بھی علمائے زاہدین اور اصحاب تقویٰ و قابل اقتداء لوگوں میں سے ہیں۔
 تو میں کہوں گا کہ جن مالکی علماء نے مثال مبارک کے بوسے کو جائز کہا ہے شاید
 انہوں نے ان علماء کی اقتداء کی ہو جو جائز سمجھتے ہیں اور اگر یہ معاملہ نہیں تو ہو سکتا ہے
 انہوں نے یہ عشق و محبت کے غلبہ کی وجہ سے کہا ہو۔

کسی نے کیا خوب کہا

فقلت ومن يملث شفاها شوقه اذا ظفرت ليوثا بمنسبها القصوى
 میں نے تو کہہ دیا مگر جب محبوب کی سواری کے آثار دکھائی دیں گے تو ہونٹوں کو بوسہ
 بیٹے سے کون روک سکتا ہے۔

امام تقی الدین سبکی کا عمل

علمائے شوافع میں سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ امام تقی الدین سبکی
 جن کی شہرت و عظمت تعارف کی محتاج نہیں۔ جب حضرت امام فخر المسلمین خصوصاً
 فخر الشوافع، امام نووی کی وفات کے بعد شام میں جامعہ اشرفیہ کے دارالحدیث
 میں بطور مدرس آئے تو انہوں نے اپنے متعلق یہ ابیات کہے:

وفي دارالحدیث لطیف معنی اصلی فی جوانبھا وادی
 کہ اس دارالحدیث میں ایک لطیف معنی موجود ہے میں اس کی ہر جانب
 اور طرف میں نماز پڑھوں گا۔

لعلی ان اص بحمد وجهی مکانامہ قدم النوادی
 تاکہ میرا چہرہ اس جگہ کو مس کرے جس جگہ پر امام نووی کے قدم لگے
 ہوئے ہیں۔

یہ تو امام نووی کے آثار کا حال ہے تو ان آثار کے بارے میں کیا خیال ہے جن
 کو یہ شرف اس ہستی کی وجہ سے ہو جس سے کائنات کی ہر شے نے شرف پایا۔

اور کتنا ہی اچھا قول ہے اس بارے میں امام سید علامہ احمد بن محمد بخاری حنفی کا
 کہ امام تقی الدین سبکی کے اشعار میں تبدیلی کر کے کہ جس کو اللہ نے اپنے پیارے محبوب
 کے طفیل عزت و شرف بخشا ہے، کے بارے میں کہا کہ غارِ حرا میں ایک لطیف نکتہ

اور میرا روح و دل اس کی تمام جوانب و اطراف میں مشتاق ہے تاکہ میرا تہرہ اس جگہ کو
مُس کر جائے جس جگہ کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں نے مس کیا تھا

رفی غار الرسول لطیف معنی تحن الی جوانبہ عظامی

لعلی ان امس بحر وجہی مکانا مسہ قدم التهامی

حضرات صحابہ کرام اور آثارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت عبداللہ بن عمرو انس بن مالک اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے
ثابت ہے کہ وہ آثارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز کی جگہوں کا قصد کیا کرتے تھے اور ان راستوں کو ڈھونڈتے جن راستوں پر
اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم لگے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیالے میں بطور تبرک پانی پیتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس تھا۔
اور صحابہ کی ایک جماعت جن میں سے حضرت معاویہ بھی ہیں کے پاجمبا نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے (بال) مبارک تھے حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ یہ بال مبارک
ان کے ساتھ ان کی قبر میں تبرکاً دفن کر دیے جائیں۔ اور وہ ان بالوں کے ساتھ تبرک
اور توسل حاصل کرتے تھے۔

اور باب اول میں حضرت انس بن مالک سے عیسیٰ بن طہمان کی روایت نعلِ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسی طرح گزری۔

اور الشفاء للقاضی عیاضی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مشاہد و معاہد اور
ہر اس چیز جس کو آپ نے مس کیا ہے اور ہر وہ چیز جو آپ کی طرف منسوب ہے کا ادب

واحترام اور تعظیم لازم ہے۔

اور ہم اللہ تعالیٰ ہم کو معاف فرمائے اور اپنے فضل سے قبول فرمائے، نے اس نعل مبارک کو نہیں دیکھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا اور ان آثار کو نہیں دیکھا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تو ہمارے لیے ان اشیاء کی مثال ہی عزت و اکرام کے لیے کافی ہے اور اس سلسلہ میں ہم نے مقتدر المہ کرام کی اقتداء کی ہے جو کہ اسلام کے مشائخ ہیں، کچھ کلام تو اس سلسلہ کا پچھلے ابواب میں گذر چکا ہے۔ اور ہم نے ان آثار کی برکات کا خود مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ ہی کے لیے حمد و تعریف ہے کہ ہمیں یہ اشیاء و نقول بغیر کسی تکلف اور کوشش کے ثقات علماء سے میسر آئیں۔

اور ہم نے جو کچھ پیچھے اکابر صالحین علماء کی جماعت سے نظم و نشر کے ذریعے اس مثال مبارک کے بے شمار منافع بیان کیے ہیں وہاں پچھلے ابواب میں ان کو دیکھنا چاہیے اور اگر کہیں ان کا تکرار ہو جائے تو اصل مطلوب تو اس کا یہ ہے کہ اس شخص کی ناک خاگ آلود کی جائے جو حاسد اور جھگڑاؤ مزاج ہے اور یہ بیان خبر کا محتاج نہیں ہے اور اس میں ہم نے ایسے اشارے کر دیے ہیں جو کلام سے مستغنی ہیں اور اول آخر میں تعریف و حمد اللہ تعالیٰ کے ہی لیے ہے۔

Nafse Islam

خاتمہ

نعلین مبارکہ سے متعلقہ مختلف اُمور

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ تعالیٰ سے اس اچھائی کا سوال ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر مجھ پر القاء کیا اور اس کی فضیلت کی خیرات سے مجھے نوازا — تو یہ اس کتاب کا خاتمہ ہے یعنی گویا کہ اس پوری تصنیف کی تلخیص ہے کہ خاص خاص چیزوں کا پتھر اس آخری باب میں بیان کر دیا جائے اللہ تجھے اغیار سے بچائے اور مجھے اور تجھے اختیار کے رستے پر چلنے کی توفیق دے کہ یہ نظم کہ جس پر میں اس کتاب کو ختم کر رہا ہوں اور اس مثال مبارک کے محاسن بیان کرنے میں میں نے کتمان سے کام نہیں لیا ہے۔ یہ خاتمہ اس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ایک مستقل تصنیف تصور کیا جائے اور تصنیف بھی ایسی کہ انسان کو اس کی مراد تک رسائی دلا دے اور میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت عائد فرمائے۔

اور میں نے اس کتاب سے پہلے ایک مختصر مگر جامع تصنیف لکھی ہے اور اس میں بہت ساری قابل اعتماد نقول پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے قولاً اور عملاً مفید اور بہترین بنائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے۔ آپ پر صلاۃ و سلام ہو!

الحمد لله قد اعلاء بلبس خیر العالمین النعلا

(سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس نعل مبارک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے پہننے کی وجہ سے فضیلت دی)

اور اس کو بہت سارے مناقب کے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ اس کو خاتم النبیین

نے اپنے مبارک پاؤں میں پہنا ہے)۔
 (اور اس رب کریم کا شکر ہے جس نے ہمیں ایسے علوم سے متعارف کرایا جس
 جس نے ہمیں عزت و شرف بخشا)۔

اور وہ علم آداب و شمائل کا ہے ان کی طرف رجوع کرنے والے کے لیے
 گمراہی کا تصور نہیں)۔

اور درود ہو اس نورانی گلشن پر جس سے خیر الوری کی خوشبوئیں عرفا حاصل
 کرتے ہیں)۔

اور نعل پہن کر ہر چلنے والے سے افضل ترین وہ ذات ہے کہ جس کو اللہ
 عزوجل نے وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا)۔

(اور ہر تعریف اور مدح پر اغراض ہو سکتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوری
 کی تعریف بالاجماع اس سے مبرا ہے)۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے امام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سوا قدس پر شفاعت کا تاج سجا یا گیا ہے)۔

(اور آپ کو ان اشیاء کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا کہ جو کسی اور کو میسر نہیں
 اور اس کا بیان آپ کے فرمان : انا لہما : میں ہے)۔

(آپ پر پاکیزہ صلوٰۃ و درود و سلام کی بادل گھٹائیں بن کر برسیں)۔

(اور آپ کے اصحاب و آل پر بھی بادِ صبا کی طرح درود و سلام ہوں)۔

(اور اس کے بعد میری اس صاف ستھری منتخب نظم سے میرا ارادہ نعال
 مبارک کا ذکر اوج سے مزید ترقی و بلندی کے ساتھ کرنا ہے)۔

(اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہر عاقل کے قول میں استعمال
 ہونے والے کلام سے اولیٰ و افضل ہے)۔

اور آپ کی سیرت کی خدمت ہر چھوٹی بڑی دولت کے جمع کرنے کے اہتمام سے اعلیٰ وافضل ہے۔

اور میرا بہت بڑا مقصد یہ ہے کہ مجھے اس کے ساتھ دنیا و آخرت کا سکون میسر آجائے۔

اور میں جنت النخل میں نیک لوگوں کے ساتھ رہوں اور اغیار کی تکلیف سے امن میں رہوں۔

اور جب میں اس کے لکھنے پر مصر ہو گیا تو میں نے اصرار کے ساتھ اس پر ہمت سفر باندھی۔

اور میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے محاسن مشاہدہ کیے ہیں اور لوگ اس پر تعجب کرتے ہیں۔

میں ایک دن تدا دیتا ہوا حاضر ہوا کہ ساری وادی اس کے نور سے معمور تھی۔

تو مثال مبارک عالی شان کا ذکر جاری ہوا اور اس کی اطاعت میں اس کا وصف بیان ہوا۔

رپس میں نے کہا کہ میں ارض مغرب میں تھا اور میں نے اہل مغرب کے اقوال میں ایک تالیف کی۔

اور اس میں بڑے بڑے علماء کی نظمیں لکھیں جو کہ ایک سو سے زائد ہیں۔ اور ان تمام کو میں نے ایک تالیف میں جمع کر دیا اور کچھ نئی چیزیں بھی اس میں داخل کر دی ہیں۔

لیکن اس کے باوجود گھر سے دوری و کثرت رنج و حاجات کے باعث اس میں میں معذور ہوں۔

اور یہ عذر میری کوشش میں کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق ہی خرچ کرتا ہے۔

دہر حال جو کچھ حاضر ہے اسی کو نذر کرنا۔ یہ زیادہ چیز کے انتظار میں بیٹھنے سے بہتر ہے۔

جیسا کہ بروقت میرا نیا لالہ عام موتی دیر سے ملنے والے یا قوت سے بہتر ہے۔

دیں یہ میری طرف سے جمع کردہ کوشش ہے نعل مبارکہ کے بارے میں ایسا قول ہے جو کہ سماعت کو بھلا لگے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی قسم، میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس تصنیف کی نشر کو نظم کرنے میں۔

اس مقصد کی کوئی تصنیف میں نے نہیں دیکھی مگر نہایت مختصر۔

جیسے وہ کلام ابن عساکر کا ہو یا امام بلعینی کا یا امام سبکی کا۔

اور ان کا تمام کلام حسین ہے اور اس میں تقریباً تیس کے قریب نظمیں ہیں۔

اور ان کو حروف معجم کی ترتیب سے اکٹھا کر دیا ہے اور ابن فرج کے طریقہ

پر اس کو شروع و ختم کیا۔

ابن فرج کے تمام کلام پر میں واقف نہیں ہو سکا لیکن اصحاب نے تو

اس کو کمال تک پہنچایا ہے۔

پھر میں نے بعض ایسی متفرق نظمیں دیکھیں جیسا کہ روشنائی اندھیرے

میں منتشر ہو۔

نعل مبارک کی مثال کے وصف کو واضح کیا اور اس میں سے اس کو خارج

کر دیا اس مدحت کی طرف کہ جس کا حق ہے کہ وہ آسمان تک بلند ہوا

اس کا نور چمک رہا ہے اور اللہ کے رسول اور دنیا کے بادشاہوں کی وہ اصل
ہیں۔

(اور جو کچھ میں نے جمع کیا وہ تمام اس مفہوم و معنی میں شعلہ کی طرح روشن ہے۔
(اور یہ جمع شدہ مواد وہ ہے جو کہ متفرق تھا اور اس میں سے بعض تو میری
اپنی فکر و سوچ کا نتیجہ ہے کسی کتاب سے اخذ نہیں کیا)۔
(اور جو ابن عساکر اور امام سراج الدین بلقینی کا کلام ہے وہ بہت مختصر
ہے)۔

(اور میں نے ان کے کلام پر بہت کچھ اپنے رب سمیع اور واہب کی
عنایت سے اس پر اضافہ کیا ہے)۔
(اور میں نے اس کا نام "نفحات العنبر فی وصف نعل ذی العلی
والمنبر" تجویز کیا ہے)۔
(اور اپنے اللہ کریم سے اجر عظیم کا طلب گار ہوں)۔

فصل

بصورت نظم نعل کا معنی اور اس کو پہننے کی کیفیت، رنگ، جنس اور
اس کی تعریف و توصیف اور نبی اکرم ﷺ کے تلووں سے فیض پانے
والے نعلین کا بیان :-

اشعار کا مفہوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلندیوں کے مالک ہیں۔ آپ نعلین پہن کر
چلتے تھے۔
ر نعل وہ ہوتی ہے جو قدموں کو زمین سے بچائے اور خیر الخلق صلی اللہ علیہ
وسلم کی نعل چمڑے کی بنی ہوئی تھی۔
وہ چمڑا گائے کا اور اس پر بال نہ تھے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا
ہے۔

اور ابن عمر کا صحیح جواب ہے جو کہ ابن جریج کے لیے زمر نے روایت
کیا ہے۔
آپ کی نعلین دو قسموں والی تھی جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے اور
وہ ہر قسم کے میل سے پاک تھی۔

اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے مثلاً امام ترمذی اور

یہ طرق ماخذ کے لیے کافی ہیں۔

اور ان طرق میں سے جامع اور بلند طریقہ مفتی الانام کا ہے۔

سعید المقری نے روایت کیا اور اس سے شیخ اناہل النسفی نے۔

التنسی نے اپنے باپ سے اور اس نے ابن مرزوق سے اور ابن مرزوق

اپنے باپ سے۔

اور وہ اپنے دادا شیخ الانام فارقی سے روایت کرتے ہیں۔

ابن عساکر نے ان سے روایت کی اور روایت اخذ کرنے کا حق ادا کر

دیا ہے۔

انہوں نے امام سلفی سے اور انہوں نے امام ابو غالب بسامی سے روایت

کی اور انہوں نے فرمایا۔

اور وہ اس شخص سے جو کہ ترمذی کی طرف منسوب ہے اس سے روایت

کرتے ہیں یعنی ابوقاسم سے جو کہ اس کو

اپنے دادا محمد جو کہ بڑی عزت و جلال والے ہیں ان سے روایت کرتے

ہیں اور وہ۔

کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی عفان نے اپنے شیخ حماد سے جو کہ بڑے استاذ حدیث

ہیں اور وہ۔

حضرت قتادہ سے جبکہ حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک سے روایت

کرتے ہیں کہ نبی ملامی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کے دو تھے۔

(دوسری سند کا مفہوم اس طرح ہے)

اور ہم کو خبر دی شیخ تونسلی طیب النفس نے جو نزیل فاس شہر ہیں۔ انہوں نے۔

کمال الادھ الطویل سے اور وہ حجازی جلیل القدر سے اور ابوالمجد نے حجاز سے۔

زبیدی سے اس کو نقل فرماتے ہیں اور وہ اس سند کو عبدالاول سے جبکہ وہ شیخ داؤدی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ سرخسی سے اور وہ فربری سے وہ امام بخاری سے وہ امام حماد سے اور امام حماد بہت بڑے علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی حضرت قتادہ نے انہوں نے اس کو حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسی کی طرح۔ اور ہمیں یہ سند کافی ہے اور ہم اس کے علاوہ بھی جو چاہے اس کے لیے اسناد ذکر کریں گے۔ اور ایک روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص نعلین کے بارے میں بھی آئی ہے۔ اور آپ کی نعلین کے رنگ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ رنگ کی زرد تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنتے وقت دائیں پاؤں سے شروع فرماتے تھے۔ اور نعلین شریف اتارنے میں اس کے برعکس کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابوہریرہ بن صححر کی روایت میں اس کا حکم ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور یہ آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ جیسا کہ کنگھی کرنا اور نعلین پہننا اور پاکیزگی کے دیگر کام جو بھی آپ کرتے تھے۔
ابن الجوزی کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو فوز و کامیابی کے بادل سے سیراب فرمائے ()
نے تحقیق فرمائی ہے کہ ہمیشہ دائیں سے پہننا بائیں سے پہلے۔ یہ امن و تندرستی ہے۔ اور چاہیے کہ جوتے اتارتے ہوئے بائیں سے پہل کرے جیسا کہ شرع میں نص وارد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل کی لمبائی امام عراقی کے نزدیک ایک بالشت اور دو انگلیاں۔

اور اندر کی طرف سے جہاں سے کہ ٹخنوں کے ساتھ ملتی ہے اس کی چوڑائی سات انگلیاں ہے۔

اور قسموں کی جانب سے چوڑائی دو انگل کا اندازہ کیا گیا ہے ۔
 اور اس کے اوپر والے حصہ کی بھی تحدید کی گئی ہے اور وہ محدود ہے ۔
 اور بعض حفاظ نے کہا کہ امام عراقی نے جو کچھ بیان کیا اس سلسلے میں بھی آثار
 وارد ہیں ۔

(مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین کو پہن کر اس کی عظمت میں اضافہ فرمادیا اللہ کی
 رحمت ہو آپ پر کہ آپ نے اس کو پہنا)
 (اور کائنات کے نزدیک اس نعل کی عظمت اس لئے ہے کہ اس کو انس و جن کے
 شفاعت فرمانے والے کے پاؤں نے مس کیا ہے)
 (کاش کہ میرا چہرہ فرش راہ ہو اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ کی نعلین مبارکہ اوپر سے
 گزریں) ۔

(تاکہ میں وہ کامیابی حاصل کر لوں کہ وہ مجھے ہر قسم کے رنج و الم سے چھٹکارا دلے)
 (میں ایسی امید لے کر مدح کر رہا ہوں جس کا چاند ماند نہیں پڑتا)
 (اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی کشادگی کے پورے ہونے اور اس سے نیکی کی توفیق
 اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں)

(اور ہر بغزش جو کہ مجھ سے سرزد ہو چکی ہے اس کی معافی طلب کرتا ہوں کیونکہ
 اس کا فضل میرے کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا ہے ۔)

WWW.NAFSEISLAM.COM

منافعِ نعلین کا منظوم بیان

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ و سلام ہو اس ذات پر جس نے نعلین کو شرف بخشا اور آپ کے آل و صحابہ اور ان پر جنہوں نے آپ کے سیدھے راستے کی پیروی کی۔

(جاننا چاہیے کہ مثالِ اطہر کے لئے منافعِ شہرت سے زیادہ ظاہر ہیں،
(اور میں یہاں ان منافع میں سے قلیل اور بہت کم بیان کیا ہے اور بہت ساری
چیزیں باذیل ہیں جو کہ ابھی بتایا ہے۔)

(یہ جو میں نے بیان کیا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے)
(جس نے بھی اس کو اٹھا پا تو اس نے گویا کہ دونوں جہانوں کی قبولیت کو یک
جملہ اٹھا لیا)

(ان نعمتوں میں سے یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا یا پھر
آپ کی قبر منور کا دیدار کرے گا۔
(اور جس نے بھی اس مثالِ مبارک کو اپنے پاس رکھا وہ ہر قسم کی بیماری اور تنگی و تکلیف
سے دور رہے گا)

(اور وہ ہر باغی کی بغاوت سے بچا رہے گا اور اپنے دشمنوں اور سرکشوں پر غالب
رہے گا)

(اور یہ جزِ اعظم ہے ہر آنے والے شر اور شیطاں اور حاسدین کے لئے۔)
(اور اگر یہ نقش پاک کسی قافلہ میں ہو تو کوئی بھی چور یا ڈاکو اس قافلے کو نہ لوٹے گا۔
(اور اگر یہ کسی گھر کے اندر ہو تو وہ گھر لٹنے اور آگ سے جلنے سے محفوظ رہے گا)
(اور یہ امن کے لئے مددگار رہے گا جس میں لشکر میں ہو تو لشکرِ ہزیمت سے دوچار
نہیں ہوگا)

اور جس نے بھی اس سے توسل کیا اور اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوال میں ذکر کیا تو اس کا وہ سوال پورا ہوگا)

(اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ جس سے توسل پکڑا جا رہا ہے وہ خلق کے ہادی اور رسولوں کے امام ہیں۔)

اور بعض فضلاء نے اس نعلین کے نقش بڑی خوبصورت صورتوں میں اپنے بعض شاگردوں کے لیے بنائے)

(اور کچھ مدت کے بعد وہ شاگرد آیا اور اس نے خبر دی اور جو کچھ اس نے مشاہدات کئے اس پر تعجب کیا)

(اور کہا کہ میری بیوی کو ایک بہت بڑی تکلیف تھی۔ اور وہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ مرنے کے قریب ہو چکی تھی)

(میں نے اس نقش پاک کو رفع تکلیف کی نیت سے اس کو جائے تکلیف پر رکھا) ہم اس بیماری کی شفا سے بایوس ہو چکے تھے کہ اس نقش کو رکھنے کے ساتھ ہی تکلیف رفع ہو گئی)

(اور میں نے جب بھی اپنے رب سے کسی کام کے وقت اس نعل کے مالک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سوال کیا وہ سوال پورا ہوا)

(اور میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو کہ نقش نعلین کی برکات کا قائل نہیں تھا۔) جب اس نے اس نقش کو اپنی حاجت کے لئے استعمال کیا تو اس مقصد کو اس نے حاصل کر لیا)

اور جب میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو ہر مقیم و مسافر میری عزت کرتا تھا)

(اور اماکن شریفہ کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے عہد قے سرسبز زمین اور پانی کے

چٹھے دستیاب آئے)

(اور جب میں نے اپنے ساتھیوں کو فاس شہر میں چھوڑ کر علم حاصل کرنے کی نیت

سے آگے بڑھا)

(تو میں شیخ قطب شاذلی کی زیارت کے لئے گیا)

(میں ان کی قبر کے پاس تھا تو مجھ پر بہت سارے بھید منکشف ہوئے)

(اللہ اپنے ان اولیاء کرام اور اہل مقامات حضرات سے نفع پہنچائے)

(اور اس کے بعد میں بحرِ سبت کے سفر پر چل پڑا تو اچانک دریا میں سے ایک

موج ہماری طرف آئی)

(اور دریا اس وقت مکمل طغیانی پر تھا اور اس کی حالت بیان کرنے سے قاصر

ہوں)

(تو فوراً میرے دل میں نقشِ پاک کا خیال آیا کہ کیوں نہ میں یہ نقشِ پاک جہاز

کے کپتان کے پاس بھیجوں۔)

(تو جب میں نے یہ نقشِ پاک جہاز کے کپتان کے پاس بھیجا اس وقت اس پر

مکمل خوف چھایا ہوا تھا۔)

(ہمارے اس سفر کی عاقبت سلامتی کے ساتھ ہوئی اور اس کی علامات اسی

وقت ظاہر ہو گئی تھیں)

(اسی طرح سوس شہر کے سفر میں بھی ہوا کہ دریا مکمل طور پر طغیانی پر تھا)

(اور موجیں پہاڑوں کی طرح ہمارا استقبال کر رہی تھیں، جب اہل تجربہ اپنی

زندگیوں سے مایوس ہو گئے تو مایوسی کے بعد اللہ نے ہمارے لئے اس سے نجات

پیدا فرمادی۔)

(اور اس نقشِ مبارک کے مصیبت کے وقت عظیم فوائد میں سے وہ قصہ ہے

جو کہ مغرب میں پیش آیا)

ہمارے شیخ قصار مفتی فاس جو کہ سربند مشک اور پاکیزہ دل آدمی اُن سے روایت ہے۔

یہ حکایت میں نے ان کی زبانی تو نہیں سنی لیکن بعض ثقہ لوگوں نے اس کو مجھ سے بیان فرمایا ہے۔

اور یہ واقعہ اس کی صغر سنی میں ان کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ واقعہ ان کے عظیم المرتبت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

کہ جب وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکان کے نچلے حصے میں تھے تو ان کے سر کے اوپر دیوار میں تعلین شریف کا نقش لگا ہوا تھا۔

وہ مکان امیر لوگوں کے مکانوں کی طرح بڑا وسیع و عریض مکان تھا (دوران گفتگو وہ مکان ان پر گرا اور منہدم ہو گیا۔

شمالی قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ تھلکیاں

ہم کچھ ایسے مسائل کا خاتمہ میں ذکر کر رہے ہیں جن کا ذکر ابتداء میں ہونا چاہیے تھا۔

۱۔ ابن عساکر نے روایت کیا ہے: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان احسن البشر

قدنا۔

بخاری و مسلم اور بیہقی میں روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک

گوشت سے پر تھے

ترمذی میں حضرت ہند بن ابی الہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں۔ پاؤں کے تلوے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار تھے جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا۔

(خمصان) اس کو ایک جماعت نے لضم الخاء پڑھا ہے اور صحاح امام جوہری اور نہایہ ابن اثیر میں بھی ایسے ہی ہے لیکن شفا قاضی عیاض کے بعض نسخوں میں خاء پر فتح لکھا گیا ہے اور نہایہ میں ہے کہ الاخص قدم کا وہ حصہ ہوتا ہے جو کہ چلتے وقت زمین کو مس نہیں کرتا اور خمصان اس سے مبالغہ ہے یعنی قدیم کا وہ بچلا حصہ جو چلتے وقت زمین کے ساتھ نہیں ملتا تھا۔

ابن الاعرابی سے اس بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ خمص الاخص نہ تو زمین سے زیادہ بلند اور نہ ہی زمین کے ساتھ بالکل مس کیا ہوا۔ اور یہ نہایت ہی حسن ہے۔ مسیح القدمین) میم فتح کے ساتھ اور سین کسرہ کے ساتھ اور یاٹے ساکنہ جبکہ حا: مہملہ۔ اس کا معنی ہے کہ وہ دونوں نرم و نازک تھے اور ان میں پھٹن اور شگاف نہ تھے اور جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو فوراً بہہ جاتا ان پر ٹھہرتا نہیں۔ جب چیز دور ہو جائے تو کہا جاتا ہے: نباء الشئ ینبوا اذا تباعد۔

اور وہ روایت جسے امام عبدالرزاق اور بزار نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم نیچے سے برابر تھے" اور ایک روایت میں الفاظ ہیں:

کلهالیس لہما اخص کہ دونوں پاؤں میں ابھرا ہوا حصہ نہیں تھا۔
تو اس میں شاید یہ استعمال ہو جیسا کہ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ اس وقت تھا جبکہ آپ تیز چلتے تھے اور جب آپ نرمی کے ساتھ چلتے تھے تو پھر وہ حصہ زمین سے نہیں لگتا تھا۔

تو اس طریقہ سے یہ دونوں روایتیں جمع ہو گئیں۔

(سائبرالاطواف) یہ را اور لام کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن حجر نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے بارے میں کئی حضرات سے روایت آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر گوشت تھے۔ یعنی انگلیاں مبارک پر اور مضبوط تھیں اور دونوں قدموں میں نچلی طرف ایڑی اور پنچہ کے درمیان تھوڑا سا حصہ ایسا تھا جو کہ معمولی سا زمین سے بلند رہتا تھا اور مسیح القدین کہ دونوں قدم ملائم نرم و نازک تھے اور ان میں کوئی پھٹن اور شگاف وغیرہ نہیں تھا۔

اور شرح ہمزہ میں ہے کہ قدم میں سے وہ حصہ جو کہ زمین کے ساتھ مس نہیں ہوتا تھا تو یہ چلتے وقت ہے اور خصمانہ مبالغہ ہے اور یہ اس کا رد نہیں کرتا جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو آپ کے قدم مبارک تمام کے تمام زمین پر لگتے تھے اور ان میں سے کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو کہ زمین سے اٹھا ہوا ہو۔ اور ابن عساکر نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں وہ حصہ جو زمین سے اٹھا ہوا نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حصہ زمین سے معمولی سا اٹھا ہوا ہوتا تھا نہ کہ بہت زیادہ یعنی یہ معتدل مقدار میں تھا۔ اور ابن الاعرابی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ وہ حصہ زمین سے زیادہ مقدار بلند نہ تھا۔ اور یہی زیادہ حسن ہے اور جو بہت زیادہ اٹھا ہوا ہو یا بالکل ملا ہوا ہو تو یہ مذموم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ

امام المحثین امام احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت میمونہ بنت کرم (بروزن جعفر) نے دیکھا کہ :

سبابة قدم رسول الله اطول من
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ
سبائر اصابعہ۔
دیگر تمام انگلیوں سے طویل تھی۔

امام بیہقی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے کہا کہ:
كانت خنصر رسول الله صلى الله
عليه وسلم من رجله متظافرة۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی
خنفر زیادہ ظاہر اور بڑی تھی۔

تو اس کی سند میں سلمہ بن حفص اسعدی ہے۔ امام ابن جبان نے کہا کہ وہ احادیث وضع کرتا
ہے اس سے احتجاج جائز نہیں اور نہ ہی اس سے روایت جائز ہے۔ اور اس کی یہ
روایت باطل ہے اور اس کی کچھ بھی اصل نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل
الخلق تھے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ دیگر انگلیوں سے طویل
تھی اور جس نے ہاتھ کی انگلیوں کے بارے میں ایسا کہا تو اس نے غلط کہا جیسا کہ کئی محدثین
نے اس کا رد کیا ہے

پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار مداحین نے صراحت فرمائی ہے کہ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم جب پتھر پر چلتے تو آپ کے قدم کے نقش پتھر پر قائم رہ جاتے اور جب آپ
ریت پر چلتے تو وہاں ان کا کوئی اثر نہ ہوتا۔
حتیٰ کہ ایسے پتھر جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر کا یقین تھا ان کو بطور تبرک
زیارت والی جگہوں پر رکھ دیا گیا۔

اور میں نے مصر میں سلطان مرحوم ابوالنصر محمودی کی قبر پر مقام صحرائیں ایسا پتھر دیکھا
کہ اس پر قدم کا نقش تھا۔ کہا یہ جاتا تھا کہ یہ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش ہے۔

اور لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس سے برکات کا مشاہدہ کرتے۔

اور مرحوم سلطان روم خادم الحرمین الشریفین مولانا سلطان احمد بن مولانا سلطان محمد بن مولانا سلطان مراد بن عثمان کے اسلاف پر رحم فرمائے اور ان کے اخلاف کی مدد فرمائے نے یہ پتھر وہاں سے منتقل فرما کر قسطنطنیہ لے گئے۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور اس پر چاندی کا خول چڑھا دیا۔ اس پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ ان کے قائل کا علم نہیں۔

قشوق حضرت سلطان احمد زیارتہ موطنی القدم المکرم
سلطان احمد بن محمد شوق و محبت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مکرم
کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔

فخرکہ بجاذبہ اشتیاق علی اقدام اقدام قدم
اور اس کو بڑے اشتیاق سے اس جگہ سے منتقل کیا۔

وصیرتہ الی قسطنطنیہ فقال له تقدم خیر مقدم
اور اس کو قسطنطنیہ لے گیا اور ادب کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔

وادخل دارہ باليمن حباً وتعظیماً لصاحبہ اعظم
اور اس کو برکت کے لیے محبت سے اپنے گھر میں داخل کیا اور اس کی تعظیم
اس کے صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے کی۔

حبیب اللہ سیدنا محمد علیہ ربنا صلی وسلم
جو کہ اللہ کے حبیب محمد ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہن پر ہمارا رب صلاۃ و سلام
بھیجے۔

وراجعہ باعزاز عظیم الی تلقاہ موضعه المقدم
اور پھر اس کو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ واپس اس کی جگہ لوٹا دیا جہاں کہ
وہ تھا۔

الہی عمر السلطان احمد و قدمہ علی من قد تقدم
 (اے میرے اللہ سلطان احمد کی عمر میں اضافہ فرما اور اس کے قدموں کو ترقی کی
 طرف گامزن فرما)

بحرمة صاحب القدم المعلى الى الدرجات فی الافلاک سلم
 (اس قدم اعلیٰ شان کے صاحب کی حرمت و عزت کے صدقے اس کو افلاک میں
 اعلیٰ درجات عطا فرما اور سلامت رکھ)

اور میں (مصنف) نے اس کی زیارت سنہ ۱۰۲۲ھ میں کی تھی۔

اور میں (مصنف) نے مکہ مکرمہ میں زم زم شریف کے قبہ کے پیچھے ایک ایسا پتھر
 دیکھا ہے کہ اس پر قدم کا نقش ہے اور اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا نقش قدم پا ہے۔

اور مجھے بعض لوگوں نے خبر دی کہ روضہ اقدس کے اندر (اللہ اس کے رہنے
 والوں پر کرم فرمائے) ایک پتھر پر قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش مبارک ہے لیکن
 میں نے اس کو دہاں نہ پایا جب کہ میں تبرک حاصل کرنے کے لئے وہاں کئی بار چراغ
 جلانے داخل ہوا۔ پھر میں نے کچھ ثقہ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں کوئی
 ایسا پتھر نہیں ہے۔ لیکن مدینہ شریف میں کئی جگہوں پر ہیں۔ پھر میں اس طرف چل دیا۔
 جب میں اس جگہ پہنچا تو اس وقت وہاں واقعہ محال تھا اور اس کے بعد میں اس
 حجرہ شریفہ میں داخل ہوا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ خبر دینے والے
 کو وہم ہو گیا ہے۔ اور اسی طرح میں نے ایک ایسا پتھر دیکھا ہے کہ جس پر قدم مبارک
 کا نقش موجود ہے۔ اور یہ پتھر بیت المقدس میں موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت
 کرتے اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

حفاظِ حدیث کی رائے

اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ کتبِ حدیث میں اس سلسلہ میں کچھ بھی مروی نہیں ہے اور اس چیز کا انکار کرنے والوں میں سے امام برہان الدین نامی دمشقی ہیں۔ آپ نے اس بات پر جزم فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس سلسلہ میں کتبِ حدیث میں کچھ بھی وارد نہیں ہوا ہے۔ اور اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا اور فرمایا کہ وہ اس کی اصل پر واقف نہیں ہوئے اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے اور نہ ہی میں نے یہ کتبِ حدیث میں اس کو دیکھا ہے۔

اور امام سیوطی کے شاگرد امام شامی نے سیرت النبی میں لکھا کہ امام سیوطی کی اطلاع ہی کافی ہے۔ اور میں دمشق، نے بھی کتبِ حدیث کی طرف رجوع کیا مگر کوئی شے نہ ملی لہذا اس نسبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیے کی جاسکتی ہے۔

پتھر پر نقش قدم پر سوال و جواب

سوال : یہ جو عام لوگوں کی زبان پر مشہور ہے اور بعض مدائحِ نبویہ میں بھی آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر پتھر پر چلتے تو آپ کے قدموں کے اثر اس پر باقی رہ جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریت پر چلتے تو اس پر آپ کے نشانِ قدم ظاہر نہ ہوتے کی کیا اصل ہے ؟ اور کتبِ حدیث میں اس سلسلہ میں کچھ وارد ہوا ہے یا کہ نہیں۔ اور اگر وارد ہوا ہے تو یہ صحیح ہے یا ضعیف ؟

اور امام ناصر الدین دمشقی نے جو معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب لکھی ہے اس میں یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور پتھر کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ پتھر آپ کی بلندی کے ساتھ بلند ہونا شروع ہوا اور ہمارے نبی کے قدموں کے نیچے متحرک ہوا۔ تو فرشتوں نے اس کی حرکت کو روکا۔ تو کیا اس کی کچھ اصل ہے ؟ اور کتبِ حدیث

میں صحیح یا ضعیف سند کے ساتھ یہ مروی ہے؟ اور کیا آج بھی اس پتھر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان باقی ہیں جو کہ آج پتھر آپ کے نشان قدم کے ساتھ معروف ہے یہ وہی پتھر ہے اور اس کی نسبت صحیح ہے یا کہ نہیں؟

اور کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان اس پتھر پر موجود ہے جو کہ بیت اللہ شریف میں مقام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس پر کھڑے ہو کر آپ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی کیا اس بارے میں کتب احادیث میں کچھ مروی ہے؟ اور اگر مروی ہے تو صحیح ہے یا کہ ضعیف؟

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ ہر وہ معجزہ جو کسی بھی نبی علیہ السلام کو ملا وہ ہمارے آقا کو بھی عطا ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) یا آپ کی امت میں سے کسی شخص کو بطور کرامت ملایا یہ صحیح ہے یا کہ نہیں اور اس قول کا قائل کون ہے؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو گلی میں آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتظار میں ایک دیوار کے ساتھ اپنی کہنی کی ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تو اس کہنی مبارک کا نشان اس دیوار میں ظاہر ہو گیا اور اس جگہ اس گلی کو زقاق المرفق کہا جاتا ہے۔ کیا اس کی کچھ اصل ہے؟

اور کیا جو امام ثعلبی اور طرطوسی نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ میں صحابہ خندق کھود رہے تھے تو ایک ایسا پتھر ظاہر ہوا جس کو توڑنے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاجز آ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں اترے اور اس پتھر کو تین ضربوں سے توڑا اور وہ پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نرم ہو گیا تھا کیا یہ صحیح ہے یا ضعیف یا اس کی کوئی بھی قابل اعتماد اصل نہیں ہے۔

اور اگر یہ ثابت ہے تو کیا اس پتھر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان بطور معجزہ قائم ہے یا کہ نہیں؟

الجواب

وہ حدیث جو کہ اس پتھر کے بارے میں ہے جو کہ خندق میں ظاہر ہوا اور صحابہ کرام اس کو توڑنے سے عاجز آگئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تین ضربوں سے توڑا تو یہ صحیح ہے اور یہ مختلف طرق و متعدد الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اس کو امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں حضرت عمر بن عوف المزنی اور حضرت سلیمان فارسی کے طرق سے بیان کیا ہے اور حضرت براہ بن عازب سے بھی بیان کیا ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یوم خندق کو ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی تو صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی اور اس پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم کا مسئلہ کہ علم ابراہیم پر آپ کے قدم کے آثار و نشان باقی ہیں تو ہاں اس بارے میں حدیث وارد ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے موقوفاً صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے : اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قنادہ سے روایت کیا اور ایسے ہی حضرت عکرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اور باقی جتنے سوالات مذکور ہوئے ہیں ان کے بارے میں کسی کی اصل پر واقف نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کی سند مجھے معلوم ہے اور نہ ہی کتب حدیث میں اس سلسلہ میں میری نظر سے کچھ گزرا ہے۔

امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں فرمایا کہ جو رزین صاحب الصحاح نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان فرمایا ہے کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو آپ کے قدموں کا اثر پتھر قبول کرتا اور اس پر نشان ظاہر ہو جاتا اور حافظ ابن قیم کے شاگرد جافظ ترمذی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے حضرت داؤد علیہ السلام

کے لیے بوسے کا نرم ہونا تھا اور لوہا تو آگ سے نرم ہو جاتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو نرم کر دیا اور پتھر تو آگ سے نرم ہوتا ہے اور نہ ہی کسی اور چیز سے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزہ سے بڑا معجزہ ہے۔

اور پھر فرمایا کہ کیا شان ہے کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو پتھر آپ کے قدموں کے نیچے نرم ہو جاتا اور جب آپ ریت پر چلتے تو خلاف عادت اس پر نشان ظاہر نہ ہوتا۔ اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں کہا کہ ہم اس کتاب میں ذکر کریں گے کہ جو کسی بھی نبی سے معجزہ نقل کیا گیا ہے وہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و فضائل میں ثابت ہے اور جیسا کہ ہم نے بھی ابھی بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان مقام ابراہیم پر ظاہر اور میں کئی مرتبہ اس عزت و اکرام والی جگہ پر حاضر ہوا ہوں اور پہلی مرتبہ میں وہاں ۱۰۲۰ھ میں حاضر ہوا تھا اور میں نے مقام ابراہیم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے مبارک نشان مشاہدہ کیے ہیں اور ان سے برکت حاصل کی اور ان قدموں کے نشان پر آب زم زم ڈال کر ان کو دھو کر بطور تبرک پیایا ہے۔ اس پر اللہ کی حمد ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امن والوں سے بنا لیں (آمین)۔

امتی حیاء کے زیادہ لائق ہے

اور امام ابن حجر نے امام بوسیری کے قصیدہ ہمزہ کی اس شعر کی شرح میں فرمایا:

أولئك السراب من قدم لا نت حیاء من مشیھا صفواء
یا مٹی آپ کے قدموں کے بوسے لینے کے لیے سخت زمین آپ کے چلتے وقت
بڑی حیاء و محبت کے ساتھ نرم ہو جاتی تھی۔

اس سے یہ تنبیہ ہے کہ اسے عاقل تجھ پر ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور گستاخی سے حیا کر جب تجھے علم ہو چکا ہے کہ پتھر بھی آپ کے سامنے حیا سے نرم و نازک

ہو جاتے ہیں اور وہ حیا کرتے ہیں کہ مبادا کہیں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے اوپر چلتے ہوئے کوئی سختی اور تکلیف محسوس نہ ہو تو اسے مسلمان سمجھے زیادہ ضروری ہے۔ کہ آپ کی ذات کی حیا کرے جبکہ تو پھر سے زیادہ آپ کے جلال و اخلاق کو جانتا ہے۔ تو ناظم (بوصیری) نے آپ کے خصائص میں سے یہ اشیاء ذکر فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ بھی جس نے خصائص پر نگہا ہے انہوں نے بھی اسے ذکر کیا ہے لیکن ان کی کوئی سند پیش نہیں کی۔ پھر امام سیوطی کی وہ عبارت ذکر کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

امام شیخ محمد بن احمد المبتولی شافعی مصری

سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیث کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی؟ اور آپ جب سورج کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور جب آپ ریت پر چلتے تو آپ کے نشان قدم اس پر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور پھر پر آپ کے قدموں کے نشان ظاہر ہوتے تھے۔

جسم بے سایہ

تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ابن سبع اور نیشاپوری نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ کا سایہ سورج کی روشنی میں زمین پر پڑتا تھا۔

جسم پر مکھی نہ بیٹھنے کی حکمت

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مکھی جبار لوگوں کی ذلت کے لیے ان کے جسموں پر بیٹھتی ہے تاکہ ان کی عاجزی ظاہر ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز سے منزہ و پاک ہیں۔

سایہ نہ ہونے کی حکمت

آپ کا سایہ نہ ہونے کی حکمت یہ ہے :

فہو نور ولا ظل للنور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور ہیں اور نور
کا سایہ نہیں ہوتا۔

تو ہے سایہ نور کا بہ عضو ٹکڑا نور کا
آپ کی ذات تمام مخلوق سے زیادہ لطیف تھی۔

اور پتھروں نے تیرا اثر سنبھالے رکھا

اور پتھر پر نشان قدم ظاہر ہونے کی حکمت یہ ہے۔ اس لیے پتھروں نے آپ کے
اثر قدم کو محفوظ رکھا تاکہ ملاحظہ اور آپ کے مخالفین کا خوب رد ہو۔ ان دونوں حدیثوں
کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن فضائل کے باب میں سے ہیں اور فضائل میں اسناد سے
نرمی برتی جاتی ہے بخلاف عقائد اور احکام کے کہ ان میں نرمی نہیں برتی جاتی۔ واللہ اعلم۔
اور شفا شریف میں ہے :

لا ظل لشخصه فی شمس ولا فی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تپ سونچ
قمر لانہ کان نوراً صلی اللہ
کی اور نہ ہی چاند کی روشنی میں تھا تو یہ
علیہ وسلم وان الذباب کان
اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یقع علی جسدہ۔
مجسم نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اقدس
پر نہیں بیٹھتی تھی۔

اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کے بارے میں ابن سبغ
اور نیشاپوری کی روایت پڑھ چکے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الرحمن قیس سے

اسے روایت کیا (اور وہ وضاع و کذاب ہے) اس نے اس کو عبد الملک بن عبد اللہ بن الولید سے روایت کیا (جو کہ مجہول ہے) اس نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ نہ تو سورج کی روشنی میں ہوتا تھا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں۔

اور مکھی کا آپ کے جسم اقدس پر نہ بیٹھنا تو آپ جان چکے۔ اس کو بھی ابن سبع اور نیشاپوری نے بسند ضعیف روایت کیا ہے چونکہ شیخ الدلجی اس پر مطلع نہیں ہوئے اس لیے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے روایت کیا ہے باوجودیکہ یہ شفا شریف کے حاشیہ علامہ ابن اقبس میں ہے جہاں صاحب شفا نے یہ کہا کہ آپ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا ان کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ قول ابن سبع کی طرف منسوب ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اس عبارت پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناظر ہے۔

قل انما انابشر مثکم یوحی الی۔ اسے نبی محترم اطلاع فرمادیجئے کہ میں تم میں سے سے انسان ہوں اور میری طرف اللہ تعالیٰ وحی فرماتا ہے۔

لہذا یہ عبارت اس طرح درست ہوگی کہ اس سے مراد یہ ہے آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آجاتا تھا اور اسی طرح چاند کے نور پر بھی۔ دو نوروں کے اسے اختلاف کی وجہ سے آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ نور آپ کا ذاتی ہے اور کیا یہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص تھا؟ تو ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ آپ کے ساتھ خاص تھا اگرچہ ہر نبی کے لیے نور ہے۔

طاہر و مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور کہا کہ آپ کے جسد اقدس اور کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی۔ یہ قول بھی ابن سبغ سے مروی ہے۔ اور اس کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) طاہر و مطہر بنایا ہے اور مکھی چونکہ جہاں بیٹھتی ہے وہاں گندگی ڈالتی ہے تو اگر آپ پر بیٹھتی تو آپ پر گندگی لگتی اس لیے مکھی آپ کے اوپر نہیں بیٹھتی تھی۔

مشکل کشا معجزات

اور میں (مصنف) نے قاضی القضاۃ محمد بن ابراہیم مالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی یہ تحریر دیکھی کہ میں نے بعض مجامیع میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ دس چیزیں ہیں کہ اگر ان کو لکھ کر گھر میں رکھا جائے تو گھر کو آگ نہ لگے گی۔ اور اگر ان کو لکھ کر آگ پر رکھا جائے تو آگ بجھ جائیگی۔

- ۱۔ ما وقع ظله صلی اللہ علیہ وسلم
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر
نہیں پڑتا تھا۔
۲۔ ما ظهر بوله علی الارض قط
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول زمین پر ظاہر نہیں ہوتا تھا
۳۔ لم یقع الذباب علیہ قط
آپ پر مکھی کبھی نہیں بیٹھی۔
۴۔ لم یحتلم قط
آپ کو کبھی بھی احتلام نہیں ہوا۔
۵۔ لم یشاؤب قط
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جمائی نہیں لی۔
۶۔ لم تهرب منه دابة رکبها
اس جانور نے کبھی بھی سرکشی نہیں کی جس
پر آپ سوار ہو جاتے۔
۷۔ ولد مختونا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے۔

- ۸۔ تنام عیناہ ولا ینام قلبہ
 ۹۔ ینظر من ورائہ کما ینظر
 من امامہ
 ۱۰۔ کان اذا جلس علی قوم کانت
 کتفاه اعلیٰ منہم
 آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل بیدار رہتا تھا۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی اسی طرح
 دیکھتے جیسا کہ آپ اپنے آگے دیکھتے تھے۔
 جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں بیٹھتے تو
 آپ سب سے بلند اور اعلیٰ نظر آتے تھے۔
 اور محدثین نے ان دس میں سے بعض میں کلام کیا ہے اور پھر اور جوڑوں کے
 بارے میں کلام پہلے گزر چکا ہے۔

امام سیوطی کا اضطراب

ابن سبع اور امام نیشاپوری وغیرہ نے جو ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک
 کا اثر پتھر پر ظاہر ہوتا تھا یہ عجیب بات ہے کہ حافظ شامی اس پر واقف نہیں ہیں۔ اگر
 وہ اس پر واقف ہوتے تو ضرور اس کو بیان کر کے اس پر صحت یا ضعف کا حکم لگاتے۔
 اور اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ان کے استاد امام حافظ جلال الدین سیوطی اس
 بارے میں اضطراب کا شکار ہیں۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں تو اس کے وجود کی بالکل
 نفی کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور خصائص میں رزین وغیرہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔
 اب دفع تعارض کے لیے یا تو یہ کہا جائے کہ فتاویٰ خصائص سے پہلے لکھا گیا ہے
 کہ اس میں اس پر واقف ہونے کی نفی ہے لیکن بعد میں جب ان کو اس کا علم ہوا تو خصائص
 میں ذکر کر دیا۔ لیکن احتمال اس وقت ہے جبکہ یہ ثابت ہو کہ فتاویٰ خصائص سے
 پہلے لکھا گیا ہے۔

پھر یہ کہا جائے کہ فتاویٰ میں اس کے اصل وجود کی نفی یا قابل اعتماد سند ہونے
 کی نفی کی گئی ہے لیکن غور و فکر کے بعد یہ بات سیاق کلام سے بعید معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال اس کو ابن سبع اور نیشاپوری کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔
 و فوق کل ذی علم علیم اور علم کی انتہا اللہ العلیم پر ہی ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ شیخ قسطلانی (صاحب المواہب اللدنیہ) پر رحم فرمائے انہوں نے
 شرح بخاری کے کتاب العلم کے شروع میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر کی ملاقات پر کلام
 کرتے ہوئے فرمایا ہے ان کے قصے سے اس شخص کا رد ہو جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اپنے
 زمانے والوں میں سب سے بڑا عالم ہے۔

جامعہ اشرفیہ دمشق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک ہے جس کی زیارت اور
 تبرک کے لیے لوگ قصد کرتے ہیں اور اس بارے میں تیسرے باب میں مختلف ائمہ کرام
 الوادی اشعی ابن رشید و ابن محرز و غیرہما کا کلام گزر رہا ہے اور ابن الرشید نے (ملی
 العیبتہ) میں مدرسہ اشرفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ان مدارس میں سے ایک عمارت
 بہت بلند و بالا اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعل مبارک
 ہے اور میں نے تبرک حاصل کرنے اور اپنی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اس
 کا قصد کیا۔ پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مرصع اسی
 ارادے سے آئے ہوئے پاٹے جن کا اسم گرامی شیخ زین الدین عبد اللہ الفارقی الشافعی

ہے۔
 اور اس مدرسہ کے قبلہ کی طرف دو کمرے بنائے گئے ہیں ایک محراب کی دائیں
 طرف، اس میں قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں جبکہ دوسرا محراب کی بائیں جانب، اس میں
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک رکھی ہوئی ہے اور اس کمرے کے دروازے کے تختوں
 کو پیلا رنگ سے رنگا گیا ہے۔ گویا کہ یہ کواڑ ایسے لگتے ہیں جیسا کہ سونے کے تخت ہیں
 اور اس پر حریر کے تین غلاف ڈالے گئے ہیں۔ سبز، پیلا اور سرخ اور نعل مبارک کو
 آبنوسی کرسی پر رکھا گیا ہے پھر نعل کے اوپر آبنوسی تختی رکھی گئی ہے اور تختی کے درمیان

میں سے نعل مبارک کی مقدار میں کاٹ دیا گیا ہے تاکہ نعل مبارک ظاہر ہو اور بلا شک اس تختی کے نیچے نعل مبارک موجود ہے اور میں نے چاندی کے ٹکڑے کو پکڑا کہ جن کے ساتھ نعل مبارک کے اوپر لگایا گیا ہے۔ کیونکہ اس نعل مبارک کے اوپر چاندی کا ٹکڑا لگایا گیا ہے اور اس طرح اس کا ظاہر چمک رہا ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کا بوسہ لینا چاہے تو اس کا منہ اس چاندی پر بھی لگتا ہے۔ اور جب کوئی شخص اس کی مثال بنانا چاہے تو وہ کاغذ کا ورق لے کر اس چاندی کے ٹکڑے پر رکھ کر ناخنوں سے اس پر دباتا ہے اور نعل مبارک کی مقدار سے مثال تیار کر لیتا ہے۔

اور اس پر ایک خادم کھڑا کیا گیا ہے اور اس کو چالیس ناصری دینار دیے جاتے ہیں اور اس کو حکم ہے کہ اس دروازے کو پیر اور جمعرات کو کھولے تاکہ لوگ اس کی زیارت کریں اور بوسے لے کر برکت حاصل کریں۔

اور میں وہاں کے شیخ التدریس شیخ زین الدین الفارقی کے پاس ان دونوں کے علاوہ حاضر ہوا میں نے انہیں اس وقت ملحق اور صاحب فراش پایا تو آپ نے اس خادم کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے دروازہ کھول دے تو اس نے میرے لیے دروازہ کھول دیا تو میں نے اس کے بوسے سے اطمینان حاصل کیا اور اس سے برکت حاصل کی اور اس سے وہ مثال مبارک بنائی جو کہ آپ نے کاغذ کے ورق پر دیکھی اور یہ مثال اس مثال سے بنائی گئی ہے جو کہ میں نے اس کے ساتھ رکھ کر بنائی تھی۔ اور وہ اصل مثال میں نے اپنے بعض دوستوں کو ہبہ کر دی جن کے سوال کو میں رو نہیں کر سکتا تھا اور ان کا مجھ پر حق تھا۔ اور میں نے یہ مثال بالکل اس کے مطابق بنائی ہے۔

اس مثال اور اس مثال میں جو کہ حضرت شیخ فقیہ محدث ابو یعقوب المحاسنی کے پاس ہے میں کچھ فرق ان کی جوانب میں کھلی اور تنگی کے بارے میں ہے اور کچھ فرق مثال کی پھلی طرف سے ہے اور یہ فرق اس سے زیادہ ہے جس کو میں نے اپنے شیخ

ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عبد الحق الانصاری المعروف بابن القصاب فاس شہر بنائی تھی اور یہ مثال مبارک ابو یعقوب المحاسنی کی مثال سے قدیم ہے۔ اس کی خبر مجھے شیخ ابو یعقوب نے دی۔ اور ان دونوں مثالوں میں جو اختلاف ہے جو کہ آپ نے ملاحظہ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے جس نعل مبارک سے مثال بنائی یہ ابنوسی کرسی پر رکھی گئی تھی اور اس کا ظاہر سارے کا سارا پوشیدہ تھا اور اس کے اوپر تختی تھی اور پھر اس نعل کی مقدار اس پر چاندی کا ٹکڑا تھا اور اس کا احاطہ کیلوں سے کیا ہوا تھا۔

جامع الشرفیہ دمشق میں نعل پاک کی آمد کا سبب

اور اس نعل مبارک کے یہاں پہنچنے کے بارے میں مجھے صاحب المقری ابو عبد اللہ محمد بن علی القصاب نے خبر دی کہ اکیس شعبان المکرم ۶۲۷ھ کی تاریخ کو یہ مثال مبارک بنائی گئی اس مثال سے جو کہ شیخ ابو یعقوب المحاسنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھی اور وہ مثال مبارک اس نعل مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کو ملی تھی۔ تو یہ اسی طرح وراثت چلتی چلتی بنو ابی الحدید کے پاس پہنچی اور اسی طرح یہ متواتر آخر تک آئی تو اس نے اپنی وراثت میں تیس ہزار درہم اور یہ نعل مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تیس ہزار درہم لے لے اور دوسرا یہ نعل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے تو مال لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ نعل مبارک لے لی اور وہ یہ نعل شریف لے کر ملک عجم کی طرف چلا گیا اور وہ یہ نعل مبارک حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ واپس اخلاط شہر میں آیا اور اس نعل مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے

گیا تاکہ وہ اس سے برکت حاصل کرے۔ تو بادشاہ نے اس سے ایک قطعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے۔ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعل مبارک مجھے دے دو۔

تو بادشاہ الملک العادل الاشراف نے اس شخص سے یہ نعل مبارک حاصل کر لی وہ بادشاہ ملک شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لیے اس نے یہاں ایک دارالمحریث — — — بنایا اور اس مدرسہ کے لیے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نماز کی ادائیگی کے لیے ایک خوبصورت اور عالی شان مسجد بنوائی اور مسجد کے محراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس نعل مبارک کے لیے بنوایا اور اس میں آبنوس کا تابوت بنا کر اس میں یہ نعل مبارک رکھی۔ اس پر چاندی کے کیل لگوائے اور اس تابوت کو چاندی کا تالا لگوایا۔ اور اس پر تین قسم — سبز، سرخ اور پیلے رنگ کے غلاف چڑھائے۔ اس پر ایک شخص کو چالیس نامہری درہم جو کہ ہمارے دس درہم کے برابر ہیں وظیفہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ اس دروازے کو ہر پر اور جمعرات کے روز لوگوں کی زیارت کے لیے کھولے۔ پھر ابن رشید نے کہا کہ محمد بن علی بن عبدالحق انصاری مثال مبارک لے کر ہمارے پاس تشریف لائے جس کے بارے میں ہمارے شیخ ابو یعقوب المحاسنی کا قیاس ہے کہ یہ مثال اسی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ اور امام محمد بن رشید نے کہا کہ میں نے یہ جوتا اس نقش سے بنایا ہے جو کہ ابو عبد اللہ کے پاس تھا۔ اللہ اس سے ہمیں نفع دے۔

هنيئاً لعيني ان رأيت نعل احمد

کہ میری آنکھ کے لیے بڑا مبارک ہے اگر یہ پیارے آقا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نعل کی زیارت کرے)

اور تمام ابیات پچھلے ابواب میں حرف دال کے تحت گزر چکے ہیں۔

اور میں نے ابن رشید کے کلام کو تفصیلاً ذکر کیا تاکہ اس نعل مبارک کی تحقیق ہو جائے۔
 جو کہ جامعہ اشرفیہ میں موجود ہے۔ اور علامہ ابن رشید نے اس کی خبر دی ہے۔
 اور میں اس نقش نعل سے واقف نہیں جس پر مذکورہ بالا اشعار لکھے ہوئے ہیں
 شاید وہ ساقط ہو گئے ہیں یا کسی نے بطور تبرک ان کو اتار لیا ہے اور اگر اس نقش کا اصل
 حاصل ہو جائے تو یہ غایت درجہ کی کوشش و محنت ہوگی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار
 ھنیئ العینی۔ اسی نقش کے بارے میں ہوں جس کا اوپر بیان ہوا ہے اور اس طرح
 ابن محرز کا قول۔

(الناظر شکلی والنواظر تعدی) یہ ابیات بھی سابقہ (باب ۷) میں
 حرف وال کے تحت گزر چکے ہیں اور یہ وہی ابیات جن کے ساتھ ابن رشید نے معارف
 کیا ہے یا کم از کم اس کا قصد کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن جابر الوادی آشی کا قول (دارالمحدث الاشرفیۃ فی الشفاء)
 آخر تک اور اس قصیدہ کو مکمل طور پر ہم نے تیسرے باب کے حرف فاء میں نقل کر دیا
 ہے۔

پس صحیح بات یہی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں ابیات اس مثال سے ساقط ہو گئے
 ہیں جس کا شمار ہم نے کیا ہے۔ کیونکہ یہ نعل مبارک اپنی ذات کے لحاظ سے مقبول ہے۔
 اور اس کا شمار ہم نے اپنی مختصر تصنیف "النفحات العنبریۃ فی نعال خیر البریۃ"
 میں کر دیا ہے۔

اور اس کی طرف ابن رشید نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ نعل بنی ابی الحدید کے پاس
 تھی اور اس کی مؤید وہ چیز جو کہ شیخ محدث ابو عبد اللہ البرزالی نے جن سے اجازت لی
 ان کے نام لکھے ہیں تو وہاں انہوں نے لکھا ہے احمد بن ابی الحدید صاحب نعل رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ سنہ ۳۰۹ کا واقعہ ہے۔

اور دوسرے باب میں ایک اور آدمی کا ذکر گزر چکا ہے کہ ابو الحدید کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک تھی وہاں دیکھنا چاہتے جیسا کہ ابن رشید کے کلام میں گزرا کہ یہ ان کے پاس متواتر چلی آئی ہے اور امام بدری نے اپنی تاریخ "ملک اشرف" کی شان بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ بہت بہادر کریم، علم کے ساتھ محبت کرنے والا اور علماء بالخصوص محدثین کی عزت و کرامت کرنے والا اور صالحین اولیاء اللہ کے ساتھ ہم نشینی کرنے والا بادشاہ تھا اور اس نے علماء کے لیے دارالحدیث بنایا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک رکھی جو کہ ہمیشہ ابن ابی الحدید تاجر کے پاس رہی۔ مذکورہ شیخ ابن رشید الفہری اکابر علمائے مغرب میں سے ہیں اور میری (مصنف) سند ان تک خطیب ابن مرزوق عن الرئيس العالم عبدالمہمین الحضرمی کے ذریعہ سے پہنچتی ہے اور میں نے آپ کا سفر نامہ دیکھا کہ اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ اجازت ہے عبدالمہمین کے لیے جیسا کہ اس پر لکھا ہوا تھا کہ خطیب ابن مرزوق نے عبدالمہمین سے اس کی اجازت لی۔ اور میں نے ابن الرشید کے بارے میں ازہار الیاف میں بھی بیان کیا ہے اس کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔

اور امام حافظ عراقی نے ان کا ذکر الفیہ الحدیث میں اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ ابن رشید کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سبتہ میں واپس گیا تو میں یہ نقش نظم و نثر کے ماہر اپنے شیخ قاسم القبتوری کو دکھائی تو انہوں نے اس کی شان میں یہ قصیدہ تحریر فرمایا۔

تبصرت تمثالا لنعل مشتبہا الخیر النورنی طرا و سناہم قدم
(میں نے اس نعل مبارک کا نقش دیکھا جس نعل مبارک کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ
اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم آتے اور جاتے تھے۔)

دیر سے ہر طرف عشق کی آگ بھڑک رہی ہے اور میرے آنسو اس کو ٹھنڈا کرتے

کرتے ختم ہو چکے ہیں)

دکھتے ہی موسلا دھار بارش برسائے والے بادل ہیں کہ ان کا صاف پانی زمین پر پھیل جاتا ہے اور ان میں بجلی اس طرح چمکتی ہے جیسا کہ محبوب)

دکھتے ہی مٹی بوٹی رسموں کو دوبارہ زندہ کرنے والے ہیں اور دل میں نئے دلوں

اور خواہشات پیدا کرتے ہیں)

(اور سر کریم اپنے وعدے کو بغیر کمی کے پورا کرتا ہے حق یہ ہے کہ اس پر برائی دیکھنے

والا اس کو برائی کو دور کرے)

(اور خیر المخلوق صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ دیکھو۔ وہ ساری مخلوق سے حسین ہیں۔

اور ہر صاحبِ بہمت کے لیے رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں)

(پس اللہ کی طرف سے اس مثال (نقش) کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری

ہو اور اس کا منہ اس کے بوسے لینے سے نہ تھکے)

(میں نے اس نقش کو عاجزی کی حالت میں پایا تو اس کو اپنی حرز جاں بنایا اور اپنے

رب کی تقسیم پر خوش ہو گیا)

(اور میں نے اپنے اعضاء و جوارح اس کے ساتھ مس کئے اور بے شمار غم و الم

سے نجات پائی)

(وہ مجھے گناہوں کی پستیوں سے نکال کر بلند کر گیا اور میرے نفس کے سارے گناہ

مٹا دیے)

(میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا اگرچہ اس کی جلالت و عزت کی خاطر قدموں کی بجائے

سر کے بل قیام کروں)

(اور اپنے نفس سے کہوں کہ اب خوشیاں منا کہ فضل رب سے تجھے بہت بڑی

نعمت ملی ہے)

(اور اے نقش نعل دیکھنے والے اس سے خوشیاں حاصل کر اور زندگی تمام آزمائشوں سے پاک گزار)

(گویا کہ یہ تیرے پاس یہ بیضا ہے۔ تو تو ہر سیاہ و سرخ نعمت کا مغز اس سے حاصل کر)
(اے نعل کریمہ کے دیکھنے والے اس کو غنیمت شمار کر اور اللہ کا گھر غنیمت کے لحاظ سے زیادہ نفیس ہے)

(یہ مجھے کتنی ہی محنتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس کے حصول کے لیے بہت اہتمام کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے راحت نصیب ہوئی)
(اے الہی میرے لیے اپنے گھر کا حج آسان فرما اور میری آنکھوں کو اس کی زیارت سے جلا بخش)

(اور مجھ پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرما اس کی زیارت سے اور میرا ٹھکانہ خوشگوار اور اچھا بنا)

حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کو تمام عرب و عجم کے لیے فضل تقسیم کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا گیا)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن مریم کی بشارت سے مبعوث ہوئے اور حضرت خلیل کی دعا سے مصطفیٰ سب امتوں کے سردار ہوئے)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام انبیاء کے یوم قیامت خطیب ہوں گے اور ساری مخلوق کی شفاعت فرمانے والے کہ جن کا شافع اور کوئی نہ ہوگا۔)

(بشارت ہو ہر اس شخص کے لیے کہ جس نے اپنے رخسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت سے ملے اور اپنا بڑھاپا و ہاں سے ہی شروع اور دہاں ہی ختم کیا)
(اور آپ کے لیے پاکیزہ سلام بدیہ بھیجتے ہیں کہ اس سے جو چاہے خوشبوؤں کے جھلے لوٹے)

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و آل پر بھی درود و سلام ہوں)
امام ابن رشد نے فرمایا کہ اس نظم کے لکھنے والے کی دعا اللہ تبارک و تعالیٰ نے
قبول فرمائی اور اس کے سبب اللہ نے حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ پھر جب وہ واپس پہنچے تو
آپ کا ذوق و شوق کم نہ ہوا۔ آپ دوبارہ حج کے لیے گئے اور برکات حاصل کیں اور
پھر ہمیشہ ہی اسی طرح حج کرتے رہے۔

اور اس قصیدہ کو ہم نے یہاں بیان کیا حالانکہ حرف میم کے تحت تیسرے باب
میں اس کا مقام تھا کیوں کہ ناظم نے اس بیت (یا مبصر النعل الکریمة لنفسها)
سے ابن رشد کو ہی مخاطب کیا ہے۔

اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعل پاک کی طرف رجوع کرتے

اور اہل دمشق نزول مصائب کے وقت اس نعل مبارک سے شفاعت پکڑتے
ہیں اور اس کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے۔ اہل دمشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن
قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا جب اس نے اپنے نائب۔
سیف الدین کرامی کو دمشق کا حاکم بنا کر اہل دمشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار
ایرانیوں کو اہل دمشق پر مقرر کر دیا اور انے والے ایرانیوں سے اہل دمشق عاجز آ گئے۔
اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہل بازار اور شہر میں وارد ہونے والے
اور ان کی املاک اور چوکوں سب سے نازل ہوئی تھی۔ اور نائب مذکور نے یہ حکم نامہ
جاری کر دیا تھا کہ بازار، اچواک اور دمشق کی ساری املاک اہل کے وطن سے اور ایرانیوں
کی تنخواہوں کے لیے ہے تو اہل دمشق اس ظلم پر چیخ اٹھے اور قاضیوں، خطباء اور ائمہ
سے حکایت گزار ہوئے کہ تمام لوگ نائب مذکور کے پاس جائیں تو جب پیر شریف کا دن

جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ ۸۳۵ھ کا دن آیا تو خطیب جلال الدین القزویٰ صاحب
ملخص المفتاح والايضاح نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور دوسرے میں نعل
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دار الحدیث اشرفیہ سے پکڑا اور جامع مسجد میں کہ جہاں تمام خطباء
جمع تھے تشریف لائے اور باب الفرج سے نکلے اور ان کے ساتھ تمام علماء فقہاء قراء
مؤذن، ائمہ اور عامۃ الناس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استغاثہ پیش
کیا۔ جب امام قزوینی نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں
میں سے سرگردہ لوگوں کو مارا اور مصحف شریف کو پھینک دیا۔ اور نعل شریف کی
بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزویٰ کو پکڑ کر محل
سے لے آئے اور مصحف شریف اور نعل مبارک کو اس سے آزاد کرایا اور دوبارہ
شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن ہی گزرے تھے اللہ نے اس نائب کو پکڑ لیا اور
وہ نائب الناصر محمد بن قلاوون کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے
مصحف شریف اور نعل نبویہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والسلام کی بے ادبی کے سبب ملی۔
اور اہل دمشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا بہت
زیادہ خوش ہوئے۔

جامعہ اشرفیہ والی نعل کہاں گئی؟

اور وہ نعل مبارک اب کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کوئی
شخص ایسا نہیں جس سے یہ سوال کیا جاسکے اور وہ اس کا صحیح جواب دے۔ میرا
خیال ہے کہ یہ نعل مبارک تیمور لنگ کے فتنوں کے دنوں میں کہیں گم ہو گئی کہ جب
تیمور لنگ نے دمشق کو برباد کیا اور اس کو جلا دیا۔ یہ تقریباً ۸۰۳ھ کے لگ بھگ
کا واقعہ ہے اور بعض حضرات سے تیمور لنگ کے دمشق کو تباہ کرنے کی تاریخ کے

بارے میں یہ سوال ہوا تو انہوں نے کہا: خراب یعنی لفظ خراب ہمارے دُشوق کی تباہی کی تاریخ ہے اور جب یہ سوال ہوا کہ وہ کتنی دیر دُشوق میں رہا اور حکومت کی تو انہوں نے فرمایا: عذاب یعنی لفظ میں جتنے اعدا وہیں اتنی دیر تک تیمور لنگ دُشوق میں رہا۔ یعنی ۷۷۳۔

یہ دونوں عجیب واقعات ہیں اور یہ بھی اتفاق ہے کہ ان کی تاریخ بھی ایسے الفاظ میں ہے کہ جو اسم باسْمیٰ ہیں۔

صاحب نور النبراس کا قول

جب میں نے یہ لکھا تو اس کے مدت بعد امام الحافظ برہان الخلیفی شافعی کسے تصنیف "نور النبراس علی سیرۃ ابن سید الناس" پر مطلع ہوا تو اس میں اسی طرح تھا جیسا کہ میرا گمان تھا کہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ آپ لکھتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدمہ میں سے اس وقت جن آثار کو ہم جانتے ہیں کہ ابھی تک باقی ہیں ان میں سے جامعہ اشرفیہ میں نعلین پاک موجود تھیں اور یہ دونوں ایک ہی مقام پر موجود تھیں۔

اور ہمیں شیخ الاسلام شیخ الامام المحدث امین الدین مالکی نے یہ ابیات سنائے۔

وفی دار الحدیث لطیف معنی وفيها منتهی اُربی وسُتوی
(اور دار الحدیث اشرفیہ میں ایک لطیف چیز ہے کہ میرے تمام سوال اور عقدے وہاں حل ہو جاتے ہیں)

احادیث الرسول علی تتلی ولقبیل لأثار الرسول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس پر گواہ ہیں ردالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ کے آثار کو بوسہ دینا چاہئے۔

یعنی آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیل پر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم بطور دلیل موجود ہیں۔

اور دوسری بے مثال و بے نظیر نعل مبارک معروف مدرسہ شافعیہ میں تھی وہ بھی تیمور لنگ کے واقعہ میں کہیں کم ہو گئی اور علم نہیں کہ کہاں گئیں۔ اور میں نے مصر میں ایک جگہ دیکھی جو کہ نیل کے کنارے مشہور ہے اس کی دیواریں مضبوط ہیں اور اس کے طاق دریاے نیل پر کھلتے ہیں اور وہ جگہ نیل کی طرف نیچے اترتی ہے اور نیل کے پانی سے برکت حاصل کرتی ہے اور اس کے پانی سے سیراب ہوتی ہے اور اس میں اینٹوں کا ایک صندوق بنا ہوا ہے اور اس پر بہت سارے پردے ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور صندوق میں آثار مقدسہ ہیں۔

ان آثار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے مبارک کا ٹکڑا ہے اور آپ کا نیزہ سرمہ کی چھوٹی سی سلائی اور چھوٹا سا برتن اور چھوٹا سا موچنا پاؤں سے کاٹنا نکلنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان آثار کی کئی مرتبہ زیارت کی۔ یہ مکان بڑا پر فضا اور سیر کے لئے بہت اچھا ہے۔

ایک دفعہ ہم زیارت کے لیے گئے تو قاہرہ کے بازار کتب میں امام جلال الدین بن خطیب داریا الدمشقی سے ملاقات ہو گئی۔ فرمانے لگے یہاں کیسے؟ عرض کیا ہم زیارت آثار کے لیے آئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ساتھ ایک شاعر و ادیب تھے۔ فرمایا آثار کے بارے میں کچھ لکھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: میں نے چند دن پہلے زیارت کی تھی تو اس میں چند اشعار لکھے تھے۔

یاعین ان بعد الحبیب دارک و نأت مرابعہ دشت مزارہ
(اے میری آنکھوں کے محبوب کے دیار، گھر، شہر اور مزار دور ہے)

کو بھی قید کر دیا۔ اس بزرگ نے تین لاکھ سونے کے دینار دے کر نعل نبوی کا ایک ٹکڑا حاصل کیا تھا۔

اسلاف کا سمرعت مطالعہ

امام ابوبکر قسطلانی

امام قسطلانی صاحب المواہب نے شرح بخاری میں اپنے بارے میں لکھا کہ میں نے صحیح بخاری اپنے شیخ ابوالعباس احمد بن عبدالقادر بن طریف کے سامنے پانچ سے کچھ زائد مجالس میں پڑھی۔

حافظ ابوبکر بن ثابت

امام ذہبی نے اپنی کتاب: المشتبہ: میں کہا ہے کہ حافظ ابوبکر بن ثابت خطیب نے اپنے شیخ اسمعیل بن احمد پر صحیح بخاری صرف تین مجالس میں پڑھی اور کہا کہ یہ بڑا عجیب کام ہے اور تین مجالس میں تین دن رات شامل ہیں یعنی اور دیگر کئی حضرات نے فکر کیا کہ ان میں سے صاحب نور البزاس علی سیرۃ ابن سید الناس بھی ہیں کہ مذکورہ امام خطیب نے صحیح بخاری مکہ میں پانچ دنوں میں پڑھی۔

ابن حجر عسقلانی

اور میں (مصنف) نے کتاب "ارشاد المہتدین لمشاۃ ابن فہد تقی الدین" میں دیکھا کہ شیخ علامہ قاضی شہاب الدین ابن حجر عسقلانی صاحب: فتح الباری، کتابت، قرأت اور کشف میں بہت تیز تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے صحیح بخاری صرف دس مجالس میں پڑھی اور ایک مجلس صرف چار گھنٹوں کی ہوتی تھی۔

اور ان کی سرعت مطالعہ کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے شام کے سفر کے دوران صرف ایک مجلس میں ظہر سے عصر تک "المعجم الصغیر" پڑھی اور یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور اس میں ڈیڑھ ہزار احادیث بالاسناد مذکور ہیں اور اس میں مصنف نے اپنے ایک ہزار اساتذہ سے احادیث تخریج کی ہیں۔ کسی شیخ سے ایک اور کسی سے دو حدیثیں۔ ان میں سے بعض بالمعنی ہیں اور زیادہ باللفظ ہیں۔

اور امام سخاوی نے الجواہر والدرر میں بیان فرمایا کہ شیخ ابن حجر نے صحیح مسلم چار مجالس میں ختم کی اور اس میں مجلس ختم نہیں ہے اور یہ کل وقت دو دن سے کچھ اوپر بنتا ہے۔

اور امام سخاوی نے مزید کہا کہ صحیح مسلم کی قرأت میں جو ہمارے شیخ (ابن حجر) کے لیے واقع ہوا وہ امام مجد الدین فیروز آبادی سے افضل ہے (کیونکہ انہوں نے جیسا کہ گذرا تین دنوں میں اس کو ختم کیا تھا۔)

اور مزید کہا کہ ہمارے شیخ ابن حجر نے نسائی شریف دس مجالس میں ختم کی اور ہر مجلس کا وقت چار گھنٹے تھا۔

پھر فرمایا کہ المعجم الصغیر جیسا کہ ابن فہد کے حوالے سے گذرا، اس سے بھی زیادہ جلدی پڑھی اور بڑی کتب جن کو تھوڑی مدت میں آپ نے پڑھا ان میں سے صحیح بخاری ہے اس کو آپ نے محدثین کی ایک جماعت سے لفظی طور پر صرف دس مجالس میں پڑھا ان میں سے ہر مجلس چار گھنٹے کی تھی۔

اور یہ وہ بات ہے جس کا ذکر ابن فہد کے حوالے سے گزر چکا ہے لیکن امام سخاوی نے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ علامہ ابن حجر نے کئی شیوخ کے سامنے اس طرح پڑھی ہے۔

امام اسماعیل بن احمد نیشاپوری

امام سخاوی نے بیان فرمایا کہ میں نے تاریخ الخطیب میں اسماعیل بن احمد نیشاپوری کے تذکرہ میں پڑھا کہ انہوں نے صحیح بخاری تین مجالس میں پڑھی ان میں سے دو مجالس، دو راتوں میں ہوئیں۔ اسماعیل بن احمد نے کہا کہ میں نے اس کو مغرب کے وقت پڑھنا شروع کیا۔ نماز فجر تک پڑھا اور تیسری مجالس دن کے وقت چاشت سے لے کر مغرب تک اور مغرب سے طلوع فجر تک اس کو ختم کر دیا اور امام ذہبی نے اس کو خطیب کے تذکرہ میں اپنی تاریخ میں بیان فرمایا اور کہا کہ انہوں نے صحیح بخاری صرف تین مجالس میں پڑھی اور یہ وہ کام ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی اور اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

اور جب میں نے خطیب کے تذکرہ میں دیکھا تو وہاں پانچ مجالس لکھا ہوا ہے اور میرے خیال میں یہ زیادہ صحیح ہے۔

امام بدرالدین عینی الحنفی

امام ابن حجر عسقلانی کے ہم عصر حافظ بدرالدین عینی حنفی کے بارے میں بھی یہ واقع ہوا ہے کہ انہوں نے قدوری صرف ایک رات میں لکھی۔ یہ بات ابن خلیل حنفی نے (الروض الباسم فی حوادث العموی والتراجم) میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی کتاب میں شیخ زین الدین عبدالرحمن بن یوسف بن الصائغ المصری صاحب الخط المنسوب کے بارے میں ذکر ہے کہ ان سے کتابت کے بارے میں عجائب واقع ہوئے ہیں

ان میں سے کہ ان کو کتابوں کے بازار میں جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے وہاں بازار سے نکلنے نکلنے تین رسالے لکھ دیئے اور بعض دکانوں کے ساتھ ٹیک لگا کر ایک قدم پر کھڑے ہوئے اور رسالہ لکھنے تک اسی قدم پر کھڑے رہے۔
ابن حجر نے زین عبد الرحمن کے والد کا نام "علی" لکھا جو کہ غلط ہے اور صحیح نام جیسا کہ بعض دیگر علماء نے کہا "یوسف" ہے۔

امام ابن سید الناس کی سرعتِ کتابت

ابن شحنے نے سیرت کے شروع میں لکھا کہ ابو الفتح ابن سید الناس صاحب سیرۃ المشہورہ (عمیون الاثر) نے قرآن پاک ایک مجلہ میں لکھ دیا اور سیرۃ عمیون الاثر صرف بیس روز میں لکھ دی۔

ابن جریر الطبری

تو رہا اس میں نقل کیا گیا کہ امام محمد بن جریر طبری چالیس سال تک ٹھہرے رہے۔
اور ہر روز چالیس اوراق لکھتے تھے۔

امام عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین

اور بہت سارے علماء نے امام ابن شاہین کی کثرتِ کتابت کا تذکرہ کیا ہے۔
گویا کہ یہ ان کی کرامت ہے اور امام ولی اللہ سیدی عبدالوہاب شمرانی نے اپنی بعض

لے اس طرح آپ کے لکھے ہوئے صفحات کی تعداد پانچ لاکھ چوراسی ہزار ورنہ بنتی ہے
۱ مترجم

کتب میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے ۔

اور امام ابن الجوزی نے "المنتظم" میں تصریح فرمائی ہے کہ ابن شاہین سے عجیب العجائب بات یہ ہے کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد تینتیس ہزار (۳۳۰۰۰) ہے ۔ ان میں سے تفسیر قرآن کریم ہے جس کے ایک ہزار جزی ہیں اور المسند الکبیر جس کے ڈیڑھ ہزار جزی ہیں اور اسی طرح اس کو ابن الخلیل حنفی نے اس شخص سے بیان کیا کہ جس نے ابن شاہین کو دیکھا کہ اس کے تصانیف ۳۳۰ (۳۳۰) ہیں ان میں سے المسند الکبیر سولہ سو جلدوں میں ہے اسے لحاظ سے اگر سیاتہ کا اندازہ لگایا جائے تو وہ کم و بیش اٹھائیس قنطار کا وزن بنتا ہے ۔

امام تاج الدین ابسکی نے بیان فرمایا کہ ہمارے بعض علماء نے مذہب شافعی پر ایک ہزار جلدیں کتاب لکھی ہے ۔

امام ابو الحسن الاشعری

امام ابسکی اور امام سیوطی نے بیان فرمایا ہے کہ امام ابو الحسن الاشعری کی تفسیر جو کہ جامعہ نظامیہ میں جلادی گئی اس کی سات سو جلدیں تھیں ۔

امام قاضی عبد الوہاب المالکی البغدادی

اور بعض ثقہ علماء نے بیان فرمایا ہے کہ امام قاضی عبد الوہاب مالکی البغدادی نے مذہب مالکی کی تائید میں ایک کتاب "کتاب الشعرة فی نصرة مالک علی غیرہ" ایک سو جلدیں لکھی اور یہ نسخہ بعض شوافع قضاة کے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے مذہبی غیرت کے سبب اس نسخہ کو دریائے نیل میں غرق کر دیا اور میرے مصنف

گمان کے مطابق یہ واقعہ تیمور لنگ کے دور میں پیش آیا :

ابن جریر طبری

اور امام ابن جریر طبری کی محفوظ کتب کو ۸۰ اونٹوں پر لادایا گیا۔

امام ابن الانباری

اور امام ابن الانباری ہر جمعہ کو دس ہزار اوراق یاد کر لیا کرتے تھے۔

الامام الواحدی

اور امام واحدی کی یاد کردہ کتب ایک سو بیس اونٹوں پر لادی گئیں۔
امام سبکی نے اپنی کتاب میں اور دیگر کئی حضرات نے بھی بیان فرمایا کہ جب بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو آگ لگ گئی اور وہ جل گیا تو اس پر نظام الملک کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا تو اس کو کہا گیا کہ غم نہ کریں ہمارے ہاں ایسا شخص موجود ہے کہ جو کچھ جل گیا ہے اس کو سب حفظ اور زبانی یاد ہے تو انہوں نے تفسیر، حدیث و لغت وغیرہ جو کچھ جل گیا تھا سب کچھ صرف تین سال میں دوبارہ اپنے حفظ سے لکھ دیا۔

اور میں بچپن کی عمر میں اپنے دیگر دوستوں کی نسبت زیادہ ذہین تھا۔ میرے چچا الامام متقی الانام سیدی الشیخ سعید بن احمد المقرئ نے مجھے بتایا کہ ان کے بعض شلوخ تلسمان میں سے جب کسی بڑی کتاب کا مطالعہ کرتے تو اسی وقت بغیر کسی جہد و تامل کے اس کو حفظ کر لیتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

اور میں نے الصلاح الصفری کے تذکرہ میں دیکھا کہ ان کی کچھ تصانیف کے نام ایک دن سب میں لکھی جانے والی کتب میں لکھے گئے۔

ختم بخاری شریف کی برکت

اور میں نے مغرب میں حافظ الصالح ابی عبد اللہ محمد بن سعد التلسمانی الانصاری کی تصنیف "روض السمرین فی مناقب الاربعۃ الملتاخرین" دیکھی۔ حافظ الغرب البوالقاسم العبدوسی الفاسی تیونس شریف لائے اور یہاں شریف لانے کے بعد استسقاء کے دن انہوں نے پوری بخاری شریف پڑھ دی۔ صبح سے شروع کی اور ظہر یا عصر کے بعد ختم کر دی (ظہر یا عصر اس میں مجھے شک ہے کیونکہ پڑھے ہوئے کو مدت ہو گئی ہے)۔

اور فاس کے لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ تکالیف و مہمات کے وقت وہ بخاری شریف کا ختم کر دیتے ہیں اور یہ دفع شر و مصائب کے لیے مجرب ہے۔ اور یہ تمام اشیاء جو ہم نے بیان کی ہیں یہ اگرچہ ہمارے ان شرائط کے مطابق نہیں ہیں جو کہ ہم نے اس کتاب میں نقل کرنے کے لئے قائم کی تھیں لیکن ایک گونہ مناسبت کی وجہ سے یہ تمام چیزیں بھی ہم نے بیان کر دیں اور یہ اس واحد القہار کا فضل و کرم ہے جس کو چاہتا ہے اس کے لئے مختص فرمالتا ہے۔ اور وہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ پس پاکی ہے اس قادر مطلق کے لیے کہ جس کے علاوہ کوئی الہ نہیں — اور وہ اپنی قدرت سے عاجز نہیں آتا وہ بقا کو ممکن بنانے والا ہے اور ہمیشہ کا حاکم ہے۔ مخلوق کو فنا کرنے پر قادر ہے۔ پس کہتے ہی حفاظ حدیث بزرگ نقاد اس زمین کے نیچے چلے گئے کہ اب ان کا زمانہ پر اثر ہے اور ان کی خبریں صرف کتابوں میں رہ گئی ہیں۔ مٹی کی طرف لوٹ گئی جیسا کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

وما تنفع الاداب والعلم والحجی وصاحبها بعد الکمال یموت
ادب و علم اور عقل نے اس سلسلہ میں کوئی نفع نہ دیا کہ ان کا حامل کمال کے بعد
آخر مر جاتا ہے۔

لمات لقمان الحکیم وغیره وکلمہ تحت التراب بموت
جیسا کہ لقمان حکیم وغیرہ سب کے سب مٹی کے نیچے پہنچ گئے۔
کتنا خوش نصیب ہے جو علم پر عمل کرے اور اس کو چھین جانے سے پہلے غنیمت
جانے خصوصاً کہ وہ ہجوم و مصائب میں جو انسان پر وارد ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ
ابن عرب شاہ کا فرمان ہے۔

فحس ما شئت فی الدنیا وادک بها ما شئت من صیت و صو
رجیے چاہے دنیا میں اپنی زندگی گزار اور جو چاہے شہرت و منصب حاصل کر
فحبل العیش موصول بقطع وخیط العمر معقود بموت
زندگی کی رسی ٹوٹنے والی ہے اور عمر کا دھاگہ موت کے ساتھ باندھا ہوا ہے
اے اللہ تیرے ہاتھ میں تمام امور کی چابیاں ہیں۔ ہمارا خاتمہ بالآخر فرما اور ہمیں
صالحین کی معیت عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے زنگ اتار دے اور ہمیں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دونوں جہانوں میں سعادت عطا فرما۔ (آمین)
اور ہم نے نعل مبارک کی شان میں جو کچھ وارد کیا اور ہم چاہتے تھے اس کو ختم
کرتے ہیں اور اس نعل، صاحب نعل و محبوب پر صلاۃ و سلام ہر صبح و شام ہو۔
اور عشق و محبت کی پیش ظلم کی ہٹھکڑی سے ختم نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ نعل مبارک کے
بارے میں بیان کیا۔ یہ نظم و نثر میں سے بہت تھوڑا ہے اور اس سلسلہ میں ہمارا غرض
ظاہر ہے اور جو اس کو خوشی و محبت کی نظر سے دیکھے گا تو وہ ہم پر اعتراض کرنے
کی بجائے حسن ظن سے کام لے گا۔

ترکت رسوم عزیزی فی بلادی و صوف مصر عنسی الرسوم
 میں نے اپنی شہر کی عزت کی رسوم ترک کر دیں اور میں۔ ان رسوم کو بھٹکا
 پر مصر ہو گیا۔

و نفسی رضتها بالذل فیہا و قلت لها عن العلیاء صومی
 اور میرا نفس اس میں عاجزی پر راضی ہو گیا اور میں نے اسے کہا کہ بلند می و
 بزرگی سے میں دور ہوں۔

ولی عزم کحد السیف ماض و لکن الیائی من خصوم
 اور میرا عزم پرانی تلوار کی دھار کی طرح ہے اور لیکن میں اپنی راتوں سے گوشہ
 نشین ہو گیا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ خیر البریہ سید المرسلین قائد الغر المحجلین، شفیع الخلائق اجمعین کے
 صدقے سے دونوں جہانوں میں ہماری امیدیں اور چاہتیں برلاٹے کہ ان پر پاکیزہ
 درود اور اکمل سلام۔

اور جب میں اس جگہ پہنچا تو مقدمین میں سے بعض اہل مغرب کا نعل شریف کی
 مثال کے بارے میں بڑا نفیس کلام دیکھا لیکن اس تالیف کے خطبہ میں سے بعض اشیاء
 نہیں ملیں۔ جو مجھے ملیں وہ یہ ہیں:

حمد و صلوة کے بعد بعض ہمارے بڑے عزیز دوستوں کہ اللہ تعالیٰ ان
 کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے، نے اصرار کیا کہ مثال مبارک کے بارے میں کچھ ایسا
 لکھے جائیں تاکہ وہ اس مثال کے ساتھ تحریر کئے جائیں لیکن میں کوئی ایسی راہ نہ پاتا
 تھا کہ اس کی مراد کو پہنچوں اور اس سعادت میں اضافہ کروں انہوں نے ایک صالح
 عمل کی طرف بلایا تھا جس میں ثواب جزیلی کی تمنا بہر حال تھی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا
 تھا کہ ان کے سوال کو رد کر دوں۔ اگرچہ شعر کہنا میرا فن بھی نہیں ہے تو اب میں

اس میں کوئی برائی بھی خیال نہیں کرتا کیونکہ اس میں سید البشر جو کہ روز محشر کو ہمارے شفاعت فرمانے والے کی تعریف ہے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی محبت افضل اعمال میں ہے اور آپ کا ذکر افضل اقوال میں ہے تو میں نے ایک نظم پانچ قطعات پر مشتمل لکھی اور اس کو چھٹے قطعہ کے ساتھ ملایا اور یہ ان تمام قطعات میں نعل مبارک کی مثال کا ذکر ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے اس کو سب وسائل سے زیادہ نفع مند بنادے۔

اذالاح للصب المشوق مثال من آثار من یھواک ہاج خیال
 (جب یہ مثال کسی اہل محبت کے سامنے ظاہر ہوتی ہے تو خواہشات و خیال آثار محبوب کی طرف لپکتے ہیں)

ان پانچ قطعات کے ساتھ کامل قصیدہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور فضل و کرم سے میرے لیے آسان بنایا تو ان قطعات کو لکھا اور میں نے شوق میرے حرکت کی اور یہ چھپائی ہوئی دولت ہے اور اجر چاہنے والے کی خاطر باقی رکھنے والی چیز ہے۔ یہ قصیدہ خمار سے بھرا پڑا ہے اور ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق پیدا کرتا رہے گا اور پھر اس شوق کو زیادتی بخشتا رہے گا۔ اور کوشش و محنت کرنے سے محبت کا ظہور ہوگا اور ہر چھپی ہوئی چیز صہل ہو جائے گی۔ پس اس سے عشق و محبت کا غبار طلب کر اور عشق کی سوزش و سرخی مانگ۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب و اہل بیت اطہار اس سے بہت بلند و فائق ہیں لیکن یہ نظم میرے لئے اس دن شرف ہوگی کہ جس دن کوئی شرف و حسب نسب فائدہ نہیں دے گا اور اس دن میرے لئے وسیلہ ہوگی کہ جس دن کوئی سفارشی سفارش نہ کرے گا۔

نہیں اگرچہ اس قابل نہیں ہوں، کمزور فہم والا ہوں، زیادہ تقصیروں اور

گنہگار ہوں۔ لیکن میں اپنے مولا کریم جل جلالہ پر استمداد کرتے ہوئے اس مشکل راہ پر گامزن ہوا ہوں۔ کیونکہ قدیم سے اب تک لوگ اس کی اعانت کے بھرے پر کام کر رہے ہیں۔

اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور یہ کہ وہ مجھے امید کے دروازے سے اس وقت تک نہ لوٹائے جب تک کہ میں اس کو حاصل نہ کر لوں۔ کیونکہ جب بھی کسی نے اپنی مشکل اور بڑی تکلیف کی دوری کا اس سے سوال کیا تو وہ مصیبت مل گئی۔

جب اس مقام پر پہنچا تو میں نے بارگاہِ خداوندی میں استخارہ کیا اور اس کے فضل عام کا سوال کیا اور اس مشکل کام کی آسانی طلب کی۔ اور عزم مصمم باندھا کہ مدد کے بادل برسنے والے ہیں۔

تو میں نے اس نظم کو لکھنا شروع کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدت شروع کی اور جو کچھ ممکن تھا آپ کے فضل و کمال کی طرف متوسل ہوا۔ اور اللہ کی استعانت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و کرامات جو کہ ظاہر و باہر ہیں کو بیان کرنا شروع کیا۔

اس امید کے ساتھ کہ اللہ میرے دل کی تمنائیں پوری فرمائے گا۔ اور اس نظم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے زینت بخشی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کا ذکر خاص و عام طریقہ پر کیا کہ وہ آسمان ہدایت کے سورج چاند یا ستارے ہیں اور امید متقدم کے ساتھ اس نظم کو طول دیا۔

یہ آخری کلام ہے اس مغربی اندلسی عالم کا جو کہ میں نے لکھا اور یہ قصیدہ راٹھ حافظ ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ ابن سالم الکلاعی کے قصیدے کے معارض لکھا گیا جس

کو نہیں نے حرف "را" کے ردیف کے تحت کچھ حصہ بیان کیا جو کہ اس کتاب کے تیسرے باب میں گزر چکا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے اور میں اس پورے قصیدے پر واقف نہیں ہوا لیکن جتنا مجھے یاد تھا اتنا میں نے وہاں لکھ دیا ہے۔

اور میں نے قصائد میں سے جو میری وساطت میں تھا۔ قلت بضاعت ہونے کے باوجود وہ میں نے لکھ دیا ہے اور میرا ارادہ اس طویل کلام سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے تبرک کا تھا۔ تاکہ اس شفیع المذنبین کے اُن چاہنے والوں کی فہرست میں میرا ذکر ہو جنہوں نے اس ذات مقدس کے فیوض و برکات اکٹھے کئے ہیں جیسا کہ اس طرف مفتی امام شیخ عبدالرحمن بن عیسیٰ بن مرشد الحنفی مفتی سلطان مکہ (کہ اللہ ان کو کمال تک پہنچائے) اور ان کی امیدیں برلاٹے اور ان کے اموال کو پاکیزگی عطا فرمائے) نے اس خط کے آخر میں اشارہ فرمایا ہے جو کہ ان کی طرف سے مجھے پہنچا اس تصنیف لطیف کی صورت میں جو میں نے خدمت کی اور نعلین مبارک کی تعریف میں جو کچھ اکٹھا کیا اور ہر اس کی تلخیص بصورت نظم لکھی کہ اس خدمت میں ہمارے ساتھ حضرت انس بن مالک بھی شریک ہیں یعنی انہوں نے بھی نعلین پاک کی عظمت خوب بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔ بے شک اس قدم کو جو شان عطا فرمائی گئی ہے اس فضیلت سے تو دیگر ہاتھ بھی محروم ہے اور انگلیاں اس کی کمال کی طرف مشیر ہیں اور قدم اس کے شامل کی طرف کوشش کر رہے ہیں اور اس سعادت کا ایک جزو بھی نہ تیرے دائیں میں ہے اور نہ ہی بائیں میں۔ اور تنگی کے وقت اس کی عطا بھر پور ہوتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے اس کو آسان فرمائے اور مجھے اس عظیم مقصد کے انوار سے نوازے۔ اور میرے اس عمل کو ریا اور دکھلاوے سے بچا کر صرف اپنی رضا کی خاطر کام کی توفیق عنایت فرمائے۔

مبشرات

● ابھی میں نے کتاب کی ابتدا ہی کی تھی اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی شخص میرے اس کام سے واقف نہیں ہوا تھا کہ مجھے کچھ معتبر اور ثقہ لوگوں نے بعض صالحین سے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک سواری پیش کی جسے نہایت ہی خوبصورت زیورات سجایا گیا۔ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے لیکن نہ جانتے تھے کہ یہ کس نے بدیہ بھیجا ہے۔ تو اچانک آواز آئی کہ یہ بدیہ شیخ مقری نے بھیجا ہے۔ جب خبر دینے والے نے مجھے بتایا تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مرکوب سے مراد نعل ہے۔ کیونکہ وہ بھی مرکوب نبی ہے اور زیورات سے مراد اس کے اوصاف ہیں باقی اعمال کا مدار نیت پر ہوتا ہے۔

● اور مجھے ایک اور شخص نے بعض ہم عصروں سے خبر دی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے کئی مدرج کرنے والوں کی تعریف فرما رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے مؤلف کی طرف نظر کرم فرمائی اور مؤلف اس معظم و مکرم محفل میں حاضر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثال نعل میں سے جو کچھ پڑھ رہے تھے۔ وہ اسی کتاب میں سے تھا۔

● اور میں نے اتوار دس شوال ۱۰۳۱ھ کو سفر مدینہ طیبہ علی ساکنھا الصلوٰۃ والسلام میں روح کے مقام پر دیکھا کہ نیل کے کنارے میرا ایک باغ ہے اور اس کے پاس اور کئی باغ ہیں لیکن دریا ٹے نیل کا پانی قریب ہونے کے باوجود ان میں داخل نہیں ہو رہا۔ جس پر میں تعجب کر رہا ہوں حتیٰ کہ دریا ٹے نیل کا پانی بغیر کسی کلفت کے میرے

باغ میں داخل ہو گیا اور دیگر باغوں کے بجائے میرے باغ میں ہریالی ہو گئی جس کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ اور میں نے کہا کہ کاش میں اس باغ میں کچھ بوتا۔ میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص وہاں دو مثالیں لے کر آیا جو کہ نعلین مبارک کی مثالیں تھیں۔ اور

قال لی اذرع ہذین فی بستانک۔ مجھ سے کہا کہ تو ان مثالوں کو اپنے باغ میں کاشت کر

جس پر میں بہت خوش ہوا اور میں نے گمان کیا کہ یہ دونوں وہ مثالیں ہیں جو ہم نے اس کتاب میں نمبر ایک اور دو پر پیش کی ہیں۔ اور میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی کہ اس سے مراد میری یہ تالیف ہے اور نبیل سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس نے میرے عمل کو اپنے لئے بنالیا۔

اور میں اللہ جل مجدہ الکریم کی بارگاہ میں معادۃ ابدی حاصل کرنے کے لیے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے پہلے نبی تھے اور ہم کو اللہ تعالیٰ صاحب قدم کے صدقے عدم سے وجود کی طرف لایا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں نے یہ شعر اسی سلسلے میں کہے ہیں۔

یا رب بالقدم التي اوطأتها من قاب قوسين المحل الاكرها

اے رب ان مبارک قدموں کے صدقے جو کہ قاب قوسین کے مبارک مقام تک راستہ طے کرتے ہوئے پہنچ گئے۔

ثبت علی متن الصراط تکرها قدھی وکن لی منقذا وعلما

زمین کے قدموں کو پل صراط پر عزت کے ساتھ ثابت قدم رکھ اور مجھے سلامتی سے اس

پار کر دے)

اور میں اپنے رب کے کرم سے امیدوار ہوں کہ وہ میرے تمام گناہ معاف فرمائے۔

اور مجھے نعلین کی مدحت و تعریف کرتے ہوئے حسن نیت عطا فرمائے جس نعلین کے فضائل و برکات حد و شمار سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض کو میں نے شمار کیا ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو حاصل کر لوں اور میرا خاتمہ بالخير ہو۔

خاتمہ الکتاب

میں اس کتاب کی تصنیف سے ماہ شوال ۱۳۸۶ھ کو قاہرہ محلہ المعزہ میں فارغ ہوا۔ اور میں نے اس کے متعدد نسخے تیار کیے جو روم و دیگر ممالک کی طرف بھیجے گئے۔ اس کے بعد پھر اس میں کچھ اور مزید اضافے کئے گئے۔ یہ نسخہ میں نے مدینہ منورہ میں روضہ اقدس اور منبر شریف کے درمیان سراقہ کے سامنے ریاض الجنۃ میں حجرہ شریف کی کھڑکی کے پاس اس طرف جہاں ستون توبہ ہے اور اس صف میں جو کہ روضہ مبارکہ کے دروازے پر ہے جو کہ باب الوفود کے نام سے معروف ہے اور اس کام کی ابتدا منگل کے روز ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کو ہوئی اور یہ مبارک کام منگل ۲۵ رمضان المبارک کو اختتام پذیر ہوا اور ہر روز میں اس کو چاشت سے وقت سے لے کر نماز ظہر تک لکھتا تھا۔ تو اللہ کے فضل و کرم اور عنایت سے نصف ماہ میں میں نے اس کو مکمل کر لیا۔

اور پھر اس مقام پر میں نے کچھ نظم بھی اس میں شامل کر دی ہے اور یہ سب کچھ اس مقصد کے لیے کیا ہے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہو اور دنیا و آخرت میں خوف سے امن ہو۔ اور یہ کتاب میرے لیے ذخیرہ خیر ہو۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

اس کے آخر میں یہ تحریر بھی ہے :

”اس کتاب کو لکھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ

کے ساتھ مس کیا اس کے مؤلف احمد بن محمد مقرئ المغربي المالکی رحمہ اللہ تھے
اس کی دست گیری فرمائی (مبطل کے روز رمضان المعظم ۱۰۳۳ھ - مدینہ
منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ اخوانہ البیہدیین والمرسلین وآلہ
واسحابہ الاکرامین ازکی الصلوٰۃ وانہی التسلیم -



مذکورہ نسخہ کے کاتب کے تاثرات

• میں ابوالمظفر محمد المعروف بشرف الدین الفاروقی الحنفی الفاطمی الدکنی الحیدر آبادی
کہتا ہوں کہ میں نے اس نسخہ کو آٹھ کاتبوں سے اس وقت لکھا جبکہ میں مدینہ منورہ
میں کافی مدت زیارت کے سلسلہ میں مقیم تھا اور اس کی کتابت کی ابتدا ماہ رمضان میں
ہوئی اور اسی ماہ مبارک کے آخر تک ۱۲۰۰ھ ہجری کو مسجد نبوی میں روضہ اقدس کے
قریب مکمل ہوئی۔

ناشر کتاب کے تاثرات

دائرة المعارف نظامیہ کا تصحیح کنندہ کہتا ہے کہ یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ اصل
کتاب ماہ شوال میں مصنف نے مکمل کی جبکہ اس کو رمضان المبارک میں شروع کیا تھا۔
توالحمد للہ ہم بھی اس کی تصحیح سے شوال کے مبارک مہینے میں فارغ ہوئے ہیں۔
اور دوسرا نسخہ جس سے اس کا مقابلہ کیا گیا اس پر یہ تحریر ثبت تھی

اور اس کتاب کی کتابت سے بدھ م شعبان المعظم ۱۰۳۴ھ میں احقر العباد
وانقرہم الی ربہ مغفرة عبد الفتح الاشمونی فارغ ہوا۔

اور نسخہ جس سے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا

اس نسخہ کی کتابت سے فقیر عبدالفتاح الازہری جمعرات ۲۷ ذی القعدہ
۱۰۶۵ھ ہجری کو فارغ ہوا۔

تقریظیات

اس مبارک تصنیف پر بہت سارے قابل قدر علماء کرام نے تقریظیات لکھی
ہیں جو کہ قلمی حالت میں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام العالم العلامة الحبر والجمہ الفہامہ محمد بن عبد الرحمن بن عبد الوارث
المالکی الصدیقی

تعریف و حمد اس ذات کی جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام بلند تک بلند
فرمایا۔ اور ان کی عظمت کا جھنڈا آسمانوں کے اوپر نصیب فرمایا جہاں وہ ہر ارہا
ہے اور ان کے مبارک قدم کو شرف و عظمت کا جھنڈا۔ اور ان کی تقدیم جوڑا اور
ثریا پر پہنچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر کام آنکھوں کے لیے ٹھنڈک اور مردہ دلوں کو زندہ
کیا اور ان کی قامت اور بزرگ مہیت کے صدقے ان کے قبیلے اور عنصر کو تکریم
عطا فرمائی۔ وہ کریم النفس والاصل اور خوبصورت۔ کہ ان کا باطن ازھر
پیراز نور اور ان کا سینہ اطہر علم و یقین کا مخزن و منبع ہے اور ان کے چہرہ مبارک اور
کمر شریف کو ان لوگوں کا قبلہ بنایا کہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک
وجہ ہیں اور ان کی ذات منورہ اکمل و اتم ہے۔ اور تمام کمال ان کی ذات میں
مجموع ہیں۔ اور ان کے نور کی چمک روز افزوں ہے اور تمام صفات کمال ان میں

ذات میں مجتمع ہیں اور ان کے نور کی چمک روز افزوں ہے اور تمام صفات کمال
ان میں جمع ہیں اور ان کی جلالت قدر ایسی ہے کہ کسی اور میں نہیں ہو اور ان کی تعلیم
پاک کو ایسا مقام رفیع عنایت فرمایا گیا کہ وہ بادشاہوں کے سروں کے تاج اور
زیور بن گئے اور ان کے چلنے اور نشان قدم کی وجہ سے زمین کو عزت و بزرگی مل گئی۔
اور میں گواہی دیتا ہوں اور یہ گواہی ہر سعادت کو پہنچتی ہے اور تمام امیدوں
کے مستقبل اور ماضی میں حصول کے موجب ہے۔ بے شک اللہ وہ منفرد ذات
ہے کہ کسی ایک ذات میں اتنی سعادتوں کا اکٹھا ہونا محال ہے اور یہ ایسی امید
ہیں کہ ان تک پہنچنا محال ہے وہی جلال والا اور عزت و اکرام والا ہے۔
اور ہر عظیم کمال اسی کے لیے ہے۔ اور اس نے تمام حکمتوں کو محکم انداز
میں بنایا ہے۔ وہ پاک ہے کیونکہ وہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے
لاائق نہیں۔ وہی ذات کریمہ ہے کہ جس نے ہم پر اپنا جو دو کرم نچا اور فرمایا ہے
اور ہمارے دلوں سے رنگ اور جہالت کو مٹایا ہے۔
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ
خاص اور ایسے رسول ہیں جن کے نور نے گمراہی اور گندگی کو زائل کر دیا۔ اور ان
کو جو امح الکلم کے ساتھ خاص کیا گیا اور ان کی رسالت، تمام مخلوقات کے لیے
ہے اور آپ کے کمالات آپ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ اور آپ پر حسن بیان،
اشارہ اور دلالت کے ساتھ آسان فرمادیا گیا۔ اور آپ ہی کی طرف معارف تحقیق
اور عوارف تصدیق پناہ ڈھونڈتے ہیں اور تمام کائنات سے چنے ہوئے ہیں۔
اور تمام قبائل و اساطین سے عزت والے ہیں۔ وہ ایسے صاحب حسب و نسب
عالی اور صاحب جلالت ہیں کہ تمام بہادروں کی بہادری ان کے جلال و کمال
کے سامنے ہیچ ہو گئیں اور آنکھیں ان کی فضیلتوں کی بلندیوں تک پہنچنے سے

عاجز آگئیں اور ان کا نظیر و مثل نہ دیکھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درود اس زینت جو دو کرم کے شرف پر۔ مصیبتوں میں امداد کی سعادت کے روح رواں کہ ان کا سایہ اللہ کا سایہ ہے اور سلام اس پر کہ جس کی خوشبو سے چینیلی شرمائے اور ان کے مبارک خوشبو عنبر اور کستوری سے زیادہ بھلی ہے اور کوئی بھی صاحب کمال انص کے کمال تک نہیں پہنچا، اور ان کی آل و اصحاب جو کہ فضیلت و کرم دالے ہیں۔ ان پر بھی صلاۃ و سلام۔

امالیحہ، بے شک فضائل و ثمرات دیکھنے میں ایک جیسے ہی ہوتے ہیں اور بظاہر نظروں میں ان کی ایک ہی شکل ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک دوسرے سے دور اور الگ الگ ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہر ایک جیسے اور کنارے ملے ہوئے ہوتے ہیں بالخصوص ایسے فضائل کہ جن میں ادہام بھی کثرت سے حائل ہوں اور ان کو ذمی ہم لوگ بھی ہمیشہ نہ سمجھ سکیں اور ان کی شیرینی کہ جب وہ پک کر تیار ہوں اور جن کا خاتمہ محمود ہو اور اسلاف جن کے خواہش مند ہوں جب ان کے سارے طویل اور قدم نچتے ہو چکے ہوں۔ بلند علم و بلند مقام بالخصوص وہ فضائل کہ جن کا تعلق اس نبی الانبیاء کے ساتھ ہو کہ جن کے اجلال کا تحقق ساری کائنات پر ہو چکا ہے۔ وہ صفی الاصفیاء ہیں اور اس میں کوئی انکار کی گنجائش نہیں کہ ان کے نام سے سب کو شرف حاصل ہوا اور سننے والے جن کے ذکر سے مقام بلند سے حاصل کرتے ہیں۔ (عالی ہمت سینے ستاروں کی چمک گاہیں ہیں لیکن یہ حد سے گزرتے والوں کے دلوں سے نور دور رہتا ہے)

(اور یہ عالی ہمتی قوی و مضبوط لشکروں پر کثرت سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور لشکر اس کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں)

(اور اکثر شہروں کے سردار میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ بے دریغ حملے

کرنا جلال میں آنا، نرم چلنا اور ذوی المناقب ہونا۔

اس کے جو دو کرم کی آدائیوں پھیلتی ہے کہ وہ سوال سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔ مطلوب کو عزت دیتی ہے اور نہ ہی طالب کو ذلت۔

اور اس کی ہدایت پر رات کی ظلمت کو چیر کر روشن ہوئی اور راتوں کی ظلمت بھاگ گئی۔ اس کے نور کی تجلی روشن اور ہدایت کے ستارے یوں چمکے کہ ان کو غروب نہیں جبکہ آسمان کے ستارے غروب ہو جائیں گے۔

دشمنوں کے دل ہدایت سے دور ہیں اور جھوٹے لمبی امیدوں والے کھوپچے تھے۔

اور ہدایت یافتہ ان کے بہت قریب ہیں اور وہ اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے جس سے دشمن ایک طرف رہ گئے۔

اور ان کے سینہ میں علم کے بحرِ ذخار موجزن ہیں اور ان کی، ستھیلی جو دو کرم برسا رہی ہے۔

وہ رسالت کے خاتم اور ان کی عزت ہیں اور ان کی صبح کے روشن سورج ہیں۔ ان پر افضل ترین درود و سلام ہو اور اشرف تحیات ہوں۔

جب یہ سونے کی دھار سعادت کی لڑی میں پروٹی گئی اور یہ سعادت کا یار بن گیا اور اس کی وسعت اور کشادہ ہو گئی اور یہ چادر سعادت پھیل گئی یعنی یہ کھٹ اس مبارک اور عزت والے قدم کی نعل کے بارے میں ہے کہ جس کی بلندی زمین و آسمان سے بلند اور یہ ہر حال میں سرداروں کی سروں کا تاج کیوں نہ ہو کہ تیریا سے بلند اس کا اثر ہے اور اس کی ہیئت ہر حال میں کوہِ یللم اور کوہِ شبیر پر بھی متحقق ہے۔

نعل سمانوق ہام الفرقدین وما داناہ تاج علی راس دان صعدا

د نعلین تمام ستاروں سے بلند ہیں اور کوئی تاج ان تک نہیں پہنچتا خواہ

وہ کتنا ہی بلند ہو)

هو الهلال الذي قد شق في فلک من اجل هيبه من الله قد سجدا
 روہ ہلال ہے کہ جس نے آسمان کو شق کر دیا اس کی ہیبت سے جس نے اللہ کے
 لیے سجدہ کیا۔

مثال پاک کی عظمت پر فخر کر کیونکہ سب دنیا کی ضرب الامثال اس مثال پر
 فخر کرتی ہیں۔

اور یہ کمالات کی جامع ہے تو اس کرم کے بادل (مثال مبارک) کے انوار
 و تجلیات سے اپنے دامن بھر لو۔

اور ان بادلوں کے فضل کی بارش بڑی موسلا دھار ہے تو اس بلندی اور
 شان سے اپنے دونوں ہاتھ بھر لو۔ اور افلاک سے اس کا نزول مانگ۔

تو میں اس مثال مبارک کے بارے میں کہتا ہوں اگرچہ اس کی مثل کوئی نہیں
 اور میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جن کو اس کی برکت پہنچی جیسا کہ تجھ کو نظر آ رہا

ہے۔
 نقش نعل مبارک کے روشن سورج نے ہر چیز کو منور کر دیا اور یہ تو نور کا بدر
 تمام ہے۔

اور یہ نقش زبان حال سے اعلان کر رہا ہے کہ اس کی شکل معنوی لحاظ سے
 ہماری شکلوں کی تصویر ہے۔

کون ہے جو ہماری مماثلت کرے اور ہمیں دیکھے۔ ہم بزرگی اور شرف کو
 اس کا طواف کر کے اکٹھا کرتے ہیں۔

ہم نے اس کی حسن صورت سے بہتر کوئی راحت والی چیز نہیں دیکھی اس
 کی شفقت عامہ سے ہمارے دل منور ہیں۔

اور جب میں ان فوائد سے واقف ہوا کہ جن کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ ارض
یکتاے روزگار اشیاء کی طرف۔ اس بہت بڑے دریا میں علل بیان کی گئی ہیں
کہ جہاں یہ چھوٹے چھوٹے نالے جانے سے قاصر ہیں اس پاکیزہ جگہ پر
اور جب میں اس کتاب پر جو کہ ایسے فوائد کا منبع ہے کہ جن کی طرف کجاوے
کے جائیں اور ایسے یکتاے روزگار اشیاء کا مجموعہ کہ جن میں ان کی علل بیان کی گئی
ہیں۔ یہ بحر بے کنار کہ ہر پاکیزہ مورد اور شیریں گھاٹ کہ دل اس کی طرف کھینچے
چلے جائیں اور سروں کے تاج اور زمانے کی یکتا اور نادرا آنکھوں کی ٹھنڈک،
موتی نایاب موتی، زمانے کا فخر، مشکلات کے دور کرنے والے اور ائمہ اسلام
کی سعادت اور ان کے شملوں کے سردار، اکابر سے جو علم حاصل ہوا اس علم کے
وارث اپنے غائب و حاضر آباد و ابداد کی خوش نصیبی اور یہ ستر اہوں نے اپنے
اسرار دیباچہ والے اکابر سے حاصل کیا ہے۔

آقا عزت و کرامت میں یکتا ہوتا ہے اگرچہ یہ اپنوں کی بیٹیوں سے ہوتا ہے
وہ لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہے حالانکہ وہ انہی کی جنسوں سے ہی ہوتا ہے جیسا
کہ پتھر دل میں سے ائمہ کا سرمہ آنکھوں میں ہوتا ہے۔ کسی قائل نے اس کے
بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

تیرے ہم عصر تیری ذات سے فخر حاصل کرتے ہیں اور بلندی کا گھوڑا سواری
والے گھوڑے سے جدا ہوتا ہے۔

فان زعم الاقوام اندل منہم فخر اذان لشمس بعض الکواکب
اگرچہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تو ان میں سے ہے اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں
جبکہ سورج بھی تو سیاروں میں سے ایک ہے)

وہ (مصنف) علماء کا امام بلکہ ان کا خطیب ہے۔ وہ قدوة الاعلام بلکہ ان

کارئیس اعظم ہے)

امام — کہ اس کا ذکر کب لکھاٹی کا محتاج ہے بلکہ وہ تو دلوں میں
رکتے ہی اصحاب اپنے حسن میں بے عیب ہیں کہ ان کی حمد و تعریف پاک
دلوں میں ملی ہوئی ہے)

اور ان کے علم جسے حدیث کا نور پھوٹ رہا ہے کیونکہ وہ روایت کر رہے
ہیں امام ابن منبہ سے)

ان (مصنف) کے اشعار بارش کی طرح ہیں گویا کہ وہ بلاغت میں
حضرت سبحان بن وائل کے تابع ہیں۔

ان کے اشعار ایسے ہیں گویا کہ جن کو کند ذہن غبی بھی سمجھتا ہے۔

دسقولیات و منقولیات کے بکھرے ہوئے مفردات کے جامع ہیں اور
گزرے ہوئے موتی زمرہ کے اکٹھا کرنے والے جن کے وصول کی کوئی
حد نہیں ہے)

معارف کے صحیفوں پر بلاغت کی بارش برسانے والے اور عوارف
کے میدانوں میں فصاحت کے گھوڑے دوڑانے والے۔ ایسے سورج
کہ جن کے علم کے مشارق روشن ہو گئے اور وہ اگرچہ نادر ہے لیکن اس
سے روشنیوں میں اور رنگ بھر گیا۔

اس کے معارف ایسے کہ کبھی تو وہ افق غریب پر چاند بن کر چمکتے ہیں اور
کبھی سورج۔

اور ممالک مغرب اور تیونس میں اس (مصنف) کے سوا کسی دوسرے
سے سوال پوچھنے سے وحشت نازل ہوتی ہے)

وہ علم کا ایک ایسا ستون ہیں کہ زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے)

ان سے زیادہ نفع دینے والے کوئی عالم نہیں چاہے وہ ابن کثیر سے ہی روایت کیوں نہ کرے اور پورے مشرق میں ان سے زیادہ حق والا کوئی نہیں کیونکہ ان کے ساتھ مغرب کے ستارے چمکے۔ اور اس میں کریم جل جلالہ نے اسی عالم کے صدقے کرم عمیم فرمایا ہے۔ اگرچہ اس کی مانند اور بھی ہیں لیکن کہنے والا کہتا ہے کہ قوس قزح سے سورج زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔

وہ تحقیق کی زمام اور اہل تصویر و تحقیق کے سردار ہیں وہ زمانے کے فیض اللسان اور فخر ہیں۔

وہ اس (زمانے کے) ذہین ترین، اس کے سر کے تاج عمدہ ترین اور تجربہ کار ہیں۔ وہ علامہ ہیں مشرق و مغرب کے میری مراد ہے :
 الشیخ الامجد والمحدث الاوحد، احمد بن مولانا الشیخ البرکۃ محمد المغربی المقرئ المالکی مذہباً۔ الشاذلی طریقتاً وادباً۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں سرفراز فرمائے اور اپنے کرم کے سورج سے اس وجود کو منور فرمائے۔
 اور ان کے معارف زمانے کے اعلام کے سرور پر ہمیشہ سبج رہے اور ان کے علوم کے دریا فہموں کے باغوں کے مکالم پر بہتے رہیں۔
 انہوں نے یہ کیا ب و نادر چیزیں ایک ہار میں پرو کر، ان کو سجا کر بیان کر دیا اور اس کو عرفان کے زیور سے آراستہ کیا اور اس کتاب میں جس کا نام (فتح المتعال فی وصف النعال) ہے کہ زمانہ اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔

(اس میں نعل مبارکہ کی صفات و اجلال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ اس کے جاننے اور پرکھنے کی عجیب طرز پر اشارہ کر دیا گیا ہے۔)

اور اگر میں اس پر تقریظ لکھنا چاہوں تو اس کی عمدگی اور اچھائی بیان کرنے سے قاصر ہوں)

اور اس کے صفحات قافیہ اور سجع کے محتاج نہیں اور مجھے علم ہے کہ یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ اس کی مثل ایسا کوئی راستہ نہیں کہ جس پر چلا جائے اور نہ یہ میرے مقدور میں ہے کہ میں زمانے کی لگام تھام کر اس کی قیادت کروں تو میں اس سے رک گیا اور میں نے اللہ مجاہدہ الکریم سے ڈرتے ہوئے استخارہ کا عمل کیا

اور پھر جب میں نے یہ جان لیا کہ یہ کام مجھ پر ضروری کر دیا گیا ہے اور انصاف کا قاضی سوائے حق کی گواہی دینے اور صحیح بات کرنے کے راضی نہ ہوگا تو میں نے انکار کے بعد پھر اس کے لکھنے پر کمر بستہ باندھی اور میں توکل کے کشادہ صحن میں فتح کے دروازے سے داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے لیے استخارہ کیا تا کہ میں یہ اطاعت کا کام کر سکوں اور ایک خوبصورت تجربہ کامیاب اور مقبول ہو جائے تو میں نے اس بند آستین (بھیلی) کے اندر کیا ہے اس میں غور و فکر کیا تو دیکھا کہ اس میں تو خالص سونے کے ہار اور درمیتا سے زیادہ حسین تحریر لکھی ہوئی ہے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (رحمن نے قرآن کا علم سکھایا، انسان کو پیدا فرمایا اور اسے بیان سکھایا)۔ ذکر کیا ہے اور میں نے جانا کہ یہ دانائی سوائے غیب کے کھلنے کے حاصل نہیں ہوئی اور نہ یہ کسی کو طاقت ہے اور نہ کوئی اس دروازے میں داخل ہو سکتا ہے۔

سوائے اللہ کا وہ بندہ کہ جس پر اللہ کی خاص عنایت ہو۔ وگرنہ تو کوئی شخص کتاب کی تعریف ہی نہیں کر سکتا اور کوئی بھی اس کی غایت تک نہیں پہنچ سکتا۔

کیونکہ اس کے الفاظ فصیح المعانی اور اس کا متن اطراف سے بارش برسانے والا ہے۔

اس کا جادو اثر انگیز، اس کا نشہ شیریں، اس کا باغ انوکھا اور اس کی گردش خوشبو بکھیرتی ہے۔

ان الفاظ کے کتنے ہی جادو ہیں کہ ان سے زبانوں کی شان بند ہو گئی اور جب یہ پھیلے ہوئے اقوال چمکے تو دل کے اندر جلا پیدا ہوئی تو میں نے کہا اللہ اکبر! یہ ایسا جادو ہے کہ جو اثر انداز ہے یا ایسا باغ ہے کہ جس کے معانی کی حوروں کا حسن کم نہیں ہوتا۔ یا یہ ایسی جنت ہے کہ جس کی فضیلت قابل اعتماد ہے اور اس میں کمی نہیں ہے لیکن جب میں نے اپنے اس کلام کو دوبارہ دیکھا جو کہ میں نے اس کی تعریف میں لکھا ہے تو اپنے نفس پر اف اف کیا اور اپنے نفس کو ایک جھڑکنے والے کی طرح برا بھلا کہا کہ تجھ پر ضروری ہے کہ تو خطابت کے منبروں سے گھر جائے۔

کوئی بیان کرنے والا اس کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی ایسا ارادہ کرتا ہے تو یہ فضول ہے۔

لہ حق ولیس علیہ حق و معاقل فالحن الجمیل
(اس کا حق ہے اور اس پر حق نہیں۔ جو کچھ کہا خوب کہا،)
خدا کی قسم اس مصنف نے کیا ہی خوب ترتیب دی ہے جو ادبا کی گردنوں سے اوپر ہے۔ اس کے الفاظ کی حلاوت سے خاسدوں کا جلنا بھی ذوق پلٹے گا۔ اگر لبید شاعر آج موجود ہوتا تو وہ مصنف پر فدا ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے۔ میں خالق کائنات کا کلام پڑھتا ہوں: قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ہاں عالم دین پیدا فرمایا۔ والصلاة والسلام علی من ہوللا نبیاء والفتاح والختام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام ما عذر الحمام واذدان نور بکام والحمد لله علی الودام والسلام!

۱۔ الشیخ العلامة عالم الشریعۃ الطاہرۃ الشیخ عبدالکریم القاضی قاہرہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی حمد کے لائق نہیں اور
 صلاۃ و سلام ہو اس کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی رسالت پر رسالت ختم
 ہوتی ہے اور ان کی مبارک روشنی آل پر کہ جن کو بلند و بالا شرف حاصل ہوا اور
 ان کے اصحاب عالی وقار بلند درجہ پر۔

کہ بادلوں کے برسنے سے کلیوں کے دانوں کا تبسم اور خاص منبروں پر

نصیح خطیبوں کا ترنم)
 جب میں نے اللہ کے نزدیک کی طرف تیاری کی اور قضا کی تلوار اٹھا کر اس کی
 حمد پر کمر باندھی اور شرف و فضیلت کا جام بھرا بالخصوص امام الا و حد احمد کے واسطے
 (وسیے) کا گلے میں ہار ڈالا اور اس کے ذریعے سفروں کی ظلمت دور کی۔

ایک گھر سے دوسرے گھر تک نیم صبح کی طرح چلتی ہے حتیٰ کہ اس سے زمانہ
 روشن ہو گیا اور اس کی خوبصورت آب و ہوائ نے مصیبت کے سفر ختم کر دیئے۔
 اور اس سے قاہرہ (شہر) مسکرنے لگا، اور اس سے اس کا سرور دو گنا ہو گیا۔
 اور جانب غربی اس کے نور سے چمک اٹھی گویا کہ مغرب سے سورج چمکنے لگا ہے۔
 اور میں نے اس کے دیدار کا سرمہ اپنی آنکھوں میں ڈالا اور میں نے مجالس کے
 لیے اس کو نظم میں پڑھ دیا۔ اور اس سے سماعت بھر گئی اور کان آنکھوں پر حسد کرنے
 لگے۔ اور ان کلمات کی ذات سے میرا گھر ایک پھول کی خوشبو سے معطر ہو گیا اور
 دوسرا جنر کی خوشبو سے روشن ہو گیا اور میں نے ادب کا شاہکار جمع کر دیا ہے کہ
 جس سے نسبی بھائی چارہ قاصر تھا۔ پس یہ تو صرف نفع کا سفر اور رائج میزان ہے۔

کیوں نہ ہو حالانکہ وہ (مصنف) علم کی تحقیق و تقریر میں مرویگانہ ہے اور عبارت
کے لکھنے اور ان کی ترتیب و تزیین میں وہ بہت بڑا نقاد ہے اور مشکلات کے
سمجھنے اور رموز کے حل کرنے کے لیے وہ روشن ذہن کا مالک ہے۔ اور صاحب الفکر

ہے۔

وہ ایسا عالم ہے کہ جو کچھ زمانے کے دامن میں تھا اور بحر زخار کے اس کی
موجیں متلاطم اور اس کے فضائل خوب طغیانی رہیں۔

وہ ایسا عالم ہے کہ زمانے نے جو کہ اس کے دامن میں ہے اور بحر زخار کہ جس
کی موجیں متلاطم اور فضائل خوب طغیانی میں ہیں نے اس اکیلے میں سب کچھ جمع
کر دیا ہے۔

اور علم کی مشکلات کے دروازے جو کہ بند تھے سب کھول دیئے۔
اور ہر مشکل ترین مسئلہ سے آسانی سے استخراج کرنا کمال کے ساتھ عقلمند
کے لیے یہ مرجع ہیں کہ جہاں کسی جامع سے علوم کے ابیات میں غلطی ہوئی اس کو اس
کے ذریعے پکڑا جاسکتا ہے اور اس کے چاہنے والے کے لیے مباحث علمیہ کا پھل
ہے کہ جس کی دیکھنے والوں نے خواہش کی۔

طبع الامام علی الخلاف و فضله فی الناس مسئلہ بغیر خلاف
دامام نے اختلاف پر مہر لگادی اور اس کی فضیلت ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں لوگوں کے مابین

کوئی اختلاف نہیں (کوئی اختلاف نہیں)

اس کے دیوار کے گھاٹ خطا کی گندگی کے مواقع سے پاک و صاف ہیں۔ اور
اس کے افکار کے آفاق، اولام کے بادلوں سے صاف ہیں۔
اور بلاغت کے معجزات کو خوارق کے ساتھ لایا۔

تقریظ مولانا شیخ احمد بن محمد الغنیمی الخزرجی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس ذات اقدس کے نام احمد سے آغاز جس نے احمد کو کمالات میں مخصوص فرمایا جس سے ہرے گونگے حاسدین کا حسد شق ہو گیا اور انہیں اپنی بارگاہ سے وہ بلند مقام عطا فرمایا جو سب سے بالاس ہے۔ صلوٰۃ و سلام اس ذات اقدس پر جو تمام جہانوں کی مدوح ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی۔

و بعد — اللہ تعالیٰ نے جب مجھے قاہرہ میں علم کی خدمت کی توفیق بخشی، مختلف اہل علم سے ربط و تعلق ہوا تو وہاں ایک ایسے عالم کی تحریرات سے آگاہی ہوئی جو فروع و اصول میں نہایت ہی کامل تھے۔ میری مراد مولانا و سیدنا حافظ العصر نادرۃ الدہر علامہ الفہامہ الاوحد احمد بن الشیخ محمد المقرئ الماکی ہیں۔ اس شخصیت کی وجہ سے مردہ روحوں کو زندگی ملتی ہے — اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے دیار مصر میں زیادہ دیر مقیم رکھے تاکہ علم کے متلاشی اپنی پیاس کو ان سے استفادہ کے صورت میں بجھا سکیں۔ میرے علم میں ہے کہ انہوں نے وطن اور اولاد پر علم اور اہل علم کی مجالس کو ترجیح دے رکھی ہے۔ جب میں ان کی کتاب "فتح المتعال فی صدح النعال" سے آگاہ ہوا جو انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مقدس کے فضائل و برکات پر لکھی ہے تو میں نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا اور اسے ہزاروں مرتبہ چوما۔ واقعہ یہ کہ کتاب اسم باسٹھی ہے۔ میں تو اس کے مضامین اور معلومات پر خوش ہوں کہ ان سے مردہ دلوں کو روحانی بالیدگی

نصیب ہوتی ہے۔ خدا کی قسم یہ مبداء فیاض کی رحمتوں میں سے خصوصی فیضان اور حصہ ہے۔ البغرض اس کتاب کی کوئی مثال نہیں۔ میں اللہ کی توفیق سے یہ حق و صواب ہی کہہ رہا ہوں۔ مصنف مولائی، سیدی احمد بن الشیخ محمد المقتدی المالکی پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وشیعته و

حزبہ۔ آمین!

اس کتاب کا مصنف بلاغت میں سبحان وائل سے مقدم ہے۔ اگرچہ زماناً مؤخر ہے۔ انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو اوائل نہ کر سکے۔ یہ علم کا سرچشمہ ہیں جو انہوں نے پایا وہ دیگر علماء نہ پاسکے۔ انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نعلین کی خدمت کی جو توفیق نصیب ہوئی اس سے وہ فرقہ دین سے بلند تر ہو گئے ہیں۔ والحمد للہ وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ!

تقریظ شیخ تاج الدین بن احمد بن ابراہیم المالکی خادم المسلم اشرف بالبلد
الحمد الملیف الخطیب الامام بیت اللہ الحرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اُس اللہ کے لیے جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کی صحت پر واضح کتاب نازل فرمائی۔ ایسے جوامع کلم سے نوازا کہ الفاظ مختصر مگر معانی کے لیے سمندر جن کا کنارہ نہیں۔ اس پر بھی حمد و شکر کہ اس نے ہمارے دلوں کو اس کی تصدیق کی توفیق بخشی۔ میں اس بابت کا اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے

سو کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس کا ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔ اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں۔ یہ شہادت مجھے ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والی ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اور رسول ہیں آپ کی ذات اقدس ہر جوتاپہننے والے اور ننگے پاؤں والے سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرما کر اپنا خلیل و حبیب بنایا ہے۔ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر دائمی درود و سلام ہو۔

حمد و صلوة کے بعد —

بندہ نے جب مصنف کی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" کا مطالعہ کیا تو اسے نہایت ہی خوب پایا کیونکہ اس کا موضوع بہت ہی بلند و عظیم ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقین مقدس ہیں۔ مصنف اپنے دور کے بہت بڑے محقق اور مدقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ ان کی اس عظیم محنت کو ثمر آور کرے۔